اخبار الاخیار دواء القلوب وجلاء للالباب (محدث ابن الجوزی رحمہ اللہ)

من أخ مؤمنا فکأنما احیاہ (حاجی خلیفہ رحمہ اللہ)

نور القمر فی ترجمۃ البدر

المعروف

احوال و آثار

(شارح بخاری)

شیخ الاسلام علامہ بدر الدین عینی رحمہ اللہ

تالیف

علامہ مولانا محمد اللہ بخش قادری تونسوی

مدرس: جامعہ نظامیہ رضویہ اندرون لوہاری گیٹ لاہور

مکتبہ اہلسنت جامعہ نظامیہ رضویہ

اندرون لوہاری گیٹ لاہور پاکستان

اخبار الاخیار دواء القلوب وجلاء للالباب (محدث ابن الجوزی رحمہ اللہ)

من أرخ مؤمنا فکأنما احیاہ (حاجی خلیفہ رحمہ اللہ)

نور القمر فی ترجمۃ البدر

المعروف

احوال و آثار

(شارح بخاری)

شیخ الاسلام علامہ بدر الدین عینی رحمہ اللہ

تالیف

علامہ مولانا محمد اللہ بخش قادری تونسوی

مدرس: جامعہ نظامیہ رضویہ اندرون لوہاری گیٹ لاہور

مکتبہ اہلسنت جامعہ نظامیہ رضویہ

اندرون لوہاری گیٹ لاہور پاکستان

نام کتاب ------ نورالقمرفی ترجمۃ البدر(المعروف) احوال وآثار
شیخ الاسلام علامہ بدرالدین عینی رحمۃ اللہ

تالیف --------- علامہ محمد اللہ بخش قادری تونسوی

مدرس جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

پروف ریڈنگ ----- حافظ محمد شرافت حسین

متعلم جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

حروف سازی ----- محمد عمران عنصر (جامعہ اسلامیہ لاہور)

اہتمام --------- محترم جناب محمد اکرم صاحب

ملٹری اکاؤنٹس سوسائٹی لاہور

ناشر ------- حاجی امتیاز احمد مکتبہ اہلسنت

جامعہ نظامیہ لاہور پاکستان

اشاعت اول ------- 2015---۱۴۳۶ھ

ہدیہ ----------

ملنے کے پتے

☆ مکتبہ اہلسنت جامعہ نظامیہ رضویہ اندرون لوہاری گیٹ لاہور

☆ مکتبہ اہلسنت مکہ سنٹر دکان نمبر 3 بیسمنٹ لوئر مال روڈ نزد تھانہ لوئر مال لاہور

☆ مکتبہ قادریہ دربار مارکیٹ لاہور

☆ مکتبہ شمس وقمر جامعہ حنفیہ غوثیہ بھاٹی گیٹ لاہور

☆ نظامیہ کتاب گھر زبیدہ سنٹر اُردو بازار لاہور

نوٹ: انسانی بساط کے مطابق ہم نے بھرپور کوشش کی ہے کہ یہ کتاب ہرقسم کی اغلاط سے پاک صاف رہے پھر بھی اگر قارئین کو کسی جگہ کوئی غلطی لفظی یا اعرابی نظر آئے تو ازراہ کرم مطلع فرمائیں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اس کی تصحیح ہو سکے۔ شکریہ

الاھداء

میں اپنی اس عظیم کاوش کو شارح بخاری، حافظ العصر علی الاطلاق، نقاد الحدیث، مسند الدیار المصریۃ، سید الشارحین، محدث کبیر، صاحب تصانیف کثیرہ، قاضی القضاۃ، شیخ الاسلام، شہاب الدین ابوالفضل احمد بن علی بن محمد بن محمد بن محمد بن علی بن محمود المعروف **حافظ الشان ابن حجر عسقلانی** کنانی، مصری، شافعی، نزیل قاہرہ رحمہ اللہ کی خدمت اقدس میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہوں۔

گر قبول افتد زہے عزوشرف

اسلام اور اہل اسلام کا ادنی خادم

محمد اللہ بخش تونسوی قادری غفرلہ

مدرس: جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

0333.4504953

الانتساب

میں اپنی اس عظیم کاوش کو اپنے عظیم شیخ اور مشفق استاذ، استاذی المکرم استاذ العلماء جامع المعقول والمنقول

شیخ الحدیث والتفسیر علامہ الحاج حافظ محمد عبد الستار سعیدی حفظہ اللہ

کی طرف منسوب کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہوں۔ جن کے فیضان نظر اور حسن تربیت اور عظیم شفقت نے مجھے

اس قابل بنایا کہ میں یہ مساعی جمیلانہ پیش کرسکا۔

اسلام اور اہل اسلام کا ادنی خادم

محمد اللہ بخش تونسوی قادری غفرلہ

مدرس: جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

حسن ترتیب

تقریظ جمیل:

استاذ العلماء جامع المعقول والمنقول شیخ الحدیث والتفسیر

علامہ حافظ محمد عبد الستار سعیدی

ناظم تعلیمات: جامعہ نظامیہ رضویہ اندرون لوہاری گیٹ لاہور

انتہائی وقیع ومفید کتاب جلیل ''نور القمر فی ترجمۃ البدر'' باصرہ نواز ہوئی۔ جو فاضل جلیل عزیز مکرم حضرت مولانا محمد اللہ بخش قادری تونسوی زید مجدہٗ کی تصنیف لطیف ہے۔

اس میں فاضل مصنف نے شارح عظیم، فقیہ کبیر علامہ ابو محمد محمود بن احمد حنفی المعروف بدر الدین عینی رحمہ اللہ تعالیٰ کا انتہائی علمی وتحقیقی انداز میں عظیم الشان تعارف پیش کیا ہے۔ اس کام میں مصنف مدظلہ نے کس قدر عرق ریزی اور محنت شاقہ سے کام لیا ہے وہ کتاب کا مطالعہ کرنے سے عیاں ہے۔

فاضل موصوف بہترین محقق ومدرس ہونے کے ساتھ ساتھ سریع القلم اور وسیع النظر مصنف ومترجم بھی ہیں۔

اللہ کریم ان کے علم وعمل اور زورِ قلم میں مزید برکتیں عطا فرمائے۔

آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ واصحابہ اجمعین۔

حافظ محمد عبد الستار سعیدی

ناظم تعلیمات جامعہ نظامیہ رضویہ اندرون لوہاری گیٹ لاہور

۸ذوالقعدہ۱۴۳۶ھ/۲۴ اگست ۲۰۱۵ء

تقریظ جمیل

فاضل جلیل عالم نبیل استاذ العلماء قاری احمد رضا سیالوی زید شرفہ

نائب ناظم تعلیمات جامعہ نظامیہ رضویہ اندرون لوہاری گیٹ لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم۔ اما بعد:

ان احسن ما یجب ان یعتنٰی بہ بعد الکتاب والسنۃ معرفۃ الاخبار وتقیید المناقب والآثار۔

تاریخِ علوم وفنونِ اسلامیہ میں سیر وسوانح کو بڑی اہمیت حاصل ہے، محققین ومورخین نے اس سلسلہ کو بڑھانے میں کارہائے نمایاں سرانجام دیئے، رجال پر اَن گنت کتابیں لکھی گئیں اور لکھی جاتی رہیں گی، تاریخِ اسلام میں بے شمار ایسی نابغۂ روزگار ہستیاں ظہور پذیر ہوئیں جن کے اسمائے گرامی آج آسمانِ شہرت پر چمک دمک رہے ہیں، اُن میں سے ایک عالی مرتبت شخصیت عمدۃ المحققین رئیس المدققین بدرالملۃ والدین شارح ہدایہ وشارح بخاری شیخ الاسلام علامہ حافظ بدرالدین عینی حنفی رحمہ اللہ کی ہے۔

اربابِ علم وفضل کے ہاں آپ کی ذاتِ گرامی محتاجِ تعارف نہیں ہے، پچیس جلدوں پر مشتمل بخاری شریف کی عظیم شرح بنام ''عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری'' نہ صرف علماءِ احناف بلکہ ساری امتِ مسلمہ کے لئے آپ کا گراں قدر تحفہ ہے۔

مگر افسوس کہ اس عظیم شخصیت کے تعارف وتذکرہ میں مستقلاً کوئی تالیف منظر عام پہ نہیں آئی تھی، البتہ ضمناً وتبعاً کتبِ اسماء الرجال میں آپ کا مختصر تعارف لکھا گیا جو بہر حال ناکافی تھا، لہٰذا مستقل تعارف کی شدید ضرورت تھی تا کہ اس عظیم محدث وفقیہ کے کارہائے نمایاں ہمارے سامنے آسکیں۔

عزیزم محترم حضرت علامہ مولانا محمد اللہ بخش تونسوی قادری حفظہ اللہ نے نہایت عمدہ انداز میں آپ کا تعارف پیش کیا ہے۔ اُمید ہے ان شاء اللہ تعالیٰ اربابِ علم و دانش کے ہاں بے حد مقبول و مفید ہوگا۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب کریم ﷺ کے طفیل موصوف کی سعی جمیلہ کو اپنی بارگاہ عالیہ میں قبول فرمائے۔ آمین

احمد رضا سیالوی غفرلہ

جامعہ نظامیہ رضویہ اندرون لوہاری گیٹ لاہور

۴ رمضان المبارک ۱۴۳۶ھ ۲۲ جون ۲۰۱۵ء

مقدمہ از مؤلف

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی ونسلم علی رسولہ الکریم اما بعد:

سب سے اعلیٰ و ارفع چیز جس میں انسان کو اپنی ساری زندگی صرف کر دینی چاہیے اور دن رات اس کے حصول میں مشغول رہنا چاہیے وہ ہے ''اخلاص کے ساتھ علوم شرعیہ کی تعلیم و تعلم'' کیونکہ یہی چیز رب ذوالجلال اور اس کے حبیب لولاک ﷺ کی اطاعت و محبت کا اہم ترین ذریعہ ہے اس لیے کہ علماء انبیاء علیہم السلام کے وارث ہیں۔ سو یہ وراثت دنیا میں دعوۃ اور تبلیغ دین متین کی ہے اور آخرت میں فوز و فلاح اور جنت کی نعمتوں کی ہے۔

یاد رہے علم شریعت کے مصادر میں سے اہم ترین مصدر قرآن مجید پھر حدیث مبارک ہے۔ رسول اکرم ﷺ نے جیسے رب ذوالجلال سے اس کو محفوظ کیا اور ستا ویسے اپنی امت تک پہنچا دیا اور رب ذوالجلال نے تا قیامت اس کی حفاظت کا ذمہ لیا ہے۔ جب کہ احادیث مبارکہ خواہ وہ قولی ہوں، فعلی ہوں یا تقریری یہ قرآن مجید کی تائید و تبیین کے لیے اہم درجہ رکھتی ہیں۔ سید عالم ﷺ نے ان احادیث کو اس طرح اکمل و اتم طریقے اور احسن اسلوب کے ساتھ بیان فرمایا کہ اب کسی قسم کے ادنیٰ شک و شبہ کی گنجائش نہیں رہ جاتی۔ رسول اللہ ﷺ رفیق اعلیٰ سے اس حال میں ملے کہ دین متین اور احکام شریعت کے حوالہ سے اپنے اصحاب علیہم الرضوان کو علم و حکمت میں آفتاب نصف النہار کی طرح بنا گئے۔ بعد ازاں آپ کے اصحاب علیہم الرضوان سنت مطہرہ کی حفاظت و نگہبانی کے لیے آفاق کے کونے کونے میں پھیلتے چلے گئے اور اس راستہ میں انہیں نہایت مشقت اٹھانی پڑی۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان کے بعد یہ طلب حدیث اور جمع حدیث کا سلسلہ تابعین اور تبع تابعین کے دور میں اور زیادہ ہو گیا حتیٰ کہ اس بارے میں خطیب بغدادی رحمہ اللہ نے ایک کتاب تصنیف فرما دی ''الرحلة فی طلب الحدیث''

دیکھتے ہی دیکھتے اللہ عزوجل کے فضل اور اس کے حبیب لولاک ﷺ کی نگاہ کرم کے ساتھ احادیث طیبہ کا ایک عظیم ذخیرہ معرض وجود میں آگیا۔ سو اس بارے میں صحاح، مسانید، کتب السنۃ والآثار، مستدرکات و مستخرجات وغیرہ اہم تصنیفات و تالیفات اس خطہ ارض میں معرض وجود میں آئیں۔

رسول اکرم ﷺ کی احادیث طیبہ کی حفاظت میں علماء کرام پر اللہ تعالیٰ کی توفیق شامل حال نہ ہوتی تو یہ سلسلہ کبھی معرض وجود میں نہ آتا اور ایسا کیوں نہ ہو؟ جبکہ اس نے خود اس دین متین کی حفاظت کا ذمہ لیا ہے

فسبحان الله و بحمده سبحان الله العظيم

یاد رہے کہ ان کتب احادیث میں سے سب سے اہم ترین کتاب ''الجامع الصحيح المسند المختصر من امور رسول الله ﷺ و سننه وايامه'' المعروف صحیح البخاری شریف ہے۔ اس کتاب کے مؤلف امیر المؤمنین فی الحدیث مجتہد ربانی ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل البخاری المتوفی ۲۵۶ھ رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں۔

اس کتاب کو جو اللہ رب العزت نے مقبولیت دی ہے وہ کسی اور کتاب کو حاصل نہ ہو سکی

''ذالك فضل الله يؤتيه من يشاء

اور علماء کرام علیہم الرضوان اس کتاب کی اہمیت کی وجہ سے یکے بعد دیگرے اس کی شروحات لکھتے چلے آئے۔

ڈاکٹر فواد سزکین کے بقول صحیح بخاری شریف کی ۵۶ شروحات اس وقت دنیا کے کتب خانوں میں موجود ہیں ان میں سے کچھ تو مطبوع ہیں اور کچھ مخطوط۔ لیکن ان تمام شروح میں سے اجل ترین اور اہم ترین شرحیں ان اجل ترین اور اعلیٰ ترین شخصیات کی ہیں جنہوں نے اس کتاب کی تدریس اور شرح کا ایڑی چوٹی کا زور لگا کر اہتمام کیا ہے۔ اور یہ شرحیں سابقہ تمام شروحات پر فائق اور حاوی ہیں، ہر زمانہ کے علماء نے ان دونوں شروحات کو قدر کی نگاہ سے دیکھا اور خوب داد دی۔ میری مراد ''شیخ الاسلام حافظ بدرالدین عینی رحمہ اللہ کی عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری اور حافظ العصر شیخ الاسلام ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ کی فتح الباری شرح صحیح البخاری'' ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان دونوں کتابوں کو مزید مقبولیت سے نوازے اور ان کے مؤلفین کے درجات مزید بلند فرمائے آمین۔

سال ۲۰۱۲ میں جب راقم الحروف اپنے مادر علمی جامعہ نظامیہ رضویہ لوہاری گیٹ لاہور میں صحاح ستہ شریف کی قراءت و

درس میں زیر تعلیم تھا اس دوران تقریباً حدیث کی ہر کتاب کی عربی شرح کا بحمد اللہ خوب مطالعہ کیا۔ بالخصوص صحیح بخاری شریف کی شروحات میں سے ''عمدۃ القاری'' اور ''فتح الباری'' کا تقریباً بلا ناغہ مطالعہ کیا ہے۔ بخدا خوب لطف آیا اللہ رب العزت ان دونوں بزرگوں کے درجات بلند سے بلند فرمائے۔

علامہ بدرالدین عینی رحمہ اللہ سے کلاس دورہ حدیث شریف میں جانے سے پہلے بھی تعلق رہا، کیونکہ میں بحمد اللہ کلاس رابعہ، خامسہ، سادسہ اور سابعہ میں بالترتیب ھدایہ اول، ھدایہ ثانی، ھدایہ ثالث اور ھدایہ رابع کے اسباق کے دوران ھدایہ شریف کی شرح ''البنايه فی شرح الهدايه'' کا تقریباً مسلسل بلا ناغہ مطالعہ کیا۔

یاد رہے یہ شرح بھی علامہ بدرالدین عینی رحمہ اللہ کی ہے۔

بہر حال! اس دوران میں ان دونوں بزرگوں کے احوال کا بھی وقتاً فوقتاً مطالعہ کرتا رہتا۔ حافظ العصر ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ کے حالات پر متقدمین علماء کی مستقل تصنیفات و تالیفات میری نظر سے گزریں۔

جن میں سے چند یہ ہیں:

''اليواقيت والدرر فی مناقب شيخی ابن حجر''

اس کتاب کے مؤلف حافظ العصر ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ کے شاگرد رشید علامہ شمس الدین سخاوی رحمہ اللہ ہیں۔ یہ کتاب دو جلدوں میں مطبوع ہے۔

''الجمان والدرر فی ترجمة ابن حجر''

اس کتاب کے مؤلف عبداللہ بن زین الدین احمد بن محمد دمشقی المتوفی ۱۱۷۰ھ ہیں۔

''الفجر والبجر فی ترجمة ابن حجر''

اس کتاب کے مؤلف شیخ الاسلام علم الدین بلقینی رحمہ اللہ ہیں، انہوں نے یہ کتاب حافظ العصر کی حیات مبارکہ میں ہی تالیف فرمائی تھی۔

''ابن حجر و موارده فی الاصابة''

متاخرین میں ڈاکٹر شاکر محمود عبدالمنعم اس کے مؤلف ہیں۔

اور بھی اس کے علاوہ ضمناً کئی جگہ ان کے تفصیلی حالات لکھے گئے ہیں۔

لیکن افسوس! متاخرین ومتقدمین میں سے کسی نے شیخ الاسلام حافظ بدرالدین عینی رحمہ اللہ کے حالات پر قلم اٹھانا گوارہ نہ فرمایا۔

شوافع، حنابلہ اور مالکیہ تو کجا علماء احناف میں سے کسی کو اس نابغہ روزگار شخصیت پر قلم اٹھانے کی ہمت نہ ہوئی۔

افسوس صد ہا افسوس!

اللہ تعالیٰ کی قسم شرح صحیح بخاری میں جو انہوں نے علماء احناف کی وکالت اور ترجمانی کی ہے اس سے ہم احناف کے مذہب کو چار چاند لگ گئے ہیں اور اب ہم ڈنکے کی چوٹ پر یہ کہہ سکتے ہیں کہ ہمارا مذہب بھی بحمداللہ قرآن وسنت کے عین مطابق ہے۔ وگرنہ اس سے پہلے کسی حنفی عالم نے اس قدر ضخیم وطویل کسی حدیث کی کتاب کی شرح نہیں کی۔

فجزاہ اللہ تعالیٰ فی الدنیا والآخرۃ۔

سو میں نے دوران درس بخاری شریف عزم مصمم کرلیا تھا کہ اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے توفیق دی تو میں یہ کام ضرور کروں گا۔ اور اب راقم کی یہ عاجزانہ کاوش آپ لوگوں کے ہاتھوں میں ہے۔ اس میں جس قدر غلطیاں، کوتاہیاں ہیں وہ میری کارستانیاں ہیں، اور جو اچھی باتیں ہیں وہ میرے رب ذوالجلال اور اس کے پیارے حبیب ﷺ کی نگاہ کرم سے ہیں۔

فان تجد عیبافسد الخللا ::: فجل من لا عیب فیہ وعلا

اے اللہ حاسدین کے حسد سے مجھے محفوظ فرما۔ آمین۔

یاد رہے میں نے اس کتاب کی تیاری کے سلسلہ میں شیخ صالح یوسف معتوق استاذ جامعہ ام القرای مکہ مکرمہ کی تالیف ''بدرالدین العینی واثرہ فی علم الحدیث''، اور ڈاکٹر ھند بنت سحلول کی کتاب ''بدرالدین العینی وجھودہ فی علوم الحدیث واللغۃ'' سے بھرپور استفادہ کیا ہے۔ فجزاھما اللہ خیراً

آخر میں ناشکر گزاری ہوگی اگر میں ان لوگوں کا شکریہ ادا نہ کروں جن کی انتھک کوششوں اور شب و روز کی دعاؤں سے میں اس قابل ہوا کہ یہ حقیرانہ کاوش منظر عام پر لا سکا۔ میں شکر گزار ہوں استاذی واستاذ العلماء شیخ المشائخ جامع

المعقول والمنقول حضرت علامہ مولانا الحاج حافظ محمد عبدالستار سعیدی حفظہ اللہ شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور کا جنہوں نے اس ناچیز کی کتاب ھذا پر جامع اور مختصر انداز میں تقریظ قلمبند فرمائی۔

فجزاہ اللہ تعالیٰ فی الدارین

میں شکر گزار ہوں استاذ العلماء شیخنا الفاضل استاذی المکرم حضرت علامہ مولانا قاری احمد رضا سیالوی حفظہ اللہ تعالیٰ ناظم تعلیمات جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور کا جنہوں نے از راہ شفقت فقیر کی کتاب ھذا پر تقریظ ثبت فرمائی۔

فجزاہ اللہ تعالی فی الدنیا و الآخرۃ

نیز محقق العصر علامہ مفتی محمد خان قادری حفظہ اللہ سرپرست اعلیٰ جامعہ اسلامیہ لاہور کا بھی میں تہہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں کہ جنہوں نے اس کتاب کی تیاری کے سلسلہ میں مجھے اپنے ذاتی کتب خانہ سے کتب مہیا فرمائیں۔

اللہ تعالیٰ ان کو صحت کاملہ عطا فرمائے۔

اور آخر میں میں اپنے ان تلامذہ کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے شب وروز محنت کر کے اس کتاب کی کمپوزنگ کی۔

علامہ قاضی محمد وقار، علامہ محمد وقار، علامہ محمد عدیل سلامت، علامہ محمد عبیداللہ، علامہ ساجد فرید حفظھم اللہ۔

نیز میں شکریہ ادا کرتا ہوں محترم جناب محمد عمران عنصر قادری کا جنہوں نے اس کتاب کی ترتیب میں میرے ساتھ تعاون فرمایا۔

فجزاہ اللہ تعالی فی الدارین

نیز میں شکریہ ادا کرتا ہوں اپنے نہایت ہی قابل احترام دوست محترم جناب محمد اکرم صاحب ملٹری اکاونٹس سوسائٹی لاہور کا جو ہر موڑ پر مالی اعتبار سے میرے ساتھ تعاون کرتے رہتے ہیں اللہ تعالی ان کو اولاد نرینہ عطا فرمائے۔ آمین۔

اور میں شکر گزار ہوں محترم جناب حاجی امتیاز حسین مالک مکتبہ اہل سنت پاکستان کا جنہوں نے خندہ پیشانی کے ساتھ اس کتاب کی اشاعت وطباعت کا اہتمام فرمایا: فجزاہ اللہ خیراً۔

یاد رہے قبل ازاں فقیر راقم الحروف کے قلم سے دو کتب ''تشریحات التونسوی علی مقدمۃ الدھلوی'' اور ''سیرت خیر الوریٰ کے انوار وتجلیات'' کے تراجم منظر عام پر آچکے ہیں۔

جبکہ ”تحقیق النصرة بتلخیص معالم دار الهجرة“ مؤلف شیخ الاسلام زین الدین ابوبکر بن حسین المراغی رحمہ اللہ سابق مدرس مسجد نبوی شریف المتوفی ۸۱۶ھ، یاد رہے یہ حافظ العصر ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ کے استاذ بھی ہیں۔

اور جس مسجد کا میں خادم ہوں اس کے صدر محترم جناب محمد افضل نوید صاحب کی فرمائش پر کتاب بنام ”فضائل ومسائل نماز“ یہ دونوں کتابیں زیر قلم ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ جو کچھ اس ناکارۂ خلائق نے لکھ دیا ہے وہ قبول فرمائے اور جو منتظر اشاعت ہے اس کے لیے اسباب مہیا فرمائے، اور جو زیر قلم ہیں ان کو مکمل کرنے کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین۔

انه الميسر لكل عسير وهو على ما يشاء قدير و بالاجابة جدير والحمد لله رب العلمين۔

العبد الاحقر محمد الله بخش تو نسوی قادری غفر له

مدرس جامعہ نظامیہ رضویہ لوہاری گیٹ لاہور

رقم الجوال: ۰۳۳۳۔۴۵۰۴۹۵۳

۲۹ شعبان المعظم ۱۴۳۶ھ

۱۷ جون ۲۰۱۵ء

بروز بدھ ۱۱:۰۵ شام

پہلا باب:۔

علامہ بدرالدین عینی رحمہ اللہ کا نام ونسب، ولادت اور آپ کے والد گرامی کا تذکرہ

نام ونسب:

محمود بن احمد بن موسیٰ بن احمد بن حسین بن یوسف بن محمود العینتابی الحنفی۔

کنیت:

ابو الثناء، ابو محمد۔

لقب:

بدر الدین۔

ولادت:

۲۶ رمضان ۷۶۲ھ عینتاب کے علاقہ ''درب کیکن'' میں ہوئی۔ آپ کے شاگرد رشید علامہ ابن تغری بردی کی رائے یہی ہے۔ جبکہ علامہ سخاوی رحمہ اللہ نے آپ کی تاریخ ولادت سن مذکور کی ۱۷ رمضان ذکر کی ہے۔

(النجوم الزاهرة فی ملوك مصر و القاهرة: ج۱۶ص:۸طبع الھیئۃ المصریہ العامۃ)

(الضوء اللامع: ج۱۰ص:۱۳۱مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

علامہ یاقوت حموی ''معجم البلدان'' میں لکھتے ہیں: ''عین تاب'' ایک مضبوط قلعہ ہے جو کہ ''حلب'' اور ''انطاکیہ'' کے درمیان دیہی علاقے میں واقعہ ہے۔ یہ ''دلوک'' کے نام سے پہچانا جاتا تھا، اب یہ ''حلب'' کی حدود میں شامل ہے۔ (معجم البلدان: ج۴ص۱۷۶مطبوعہ دار الفکر بیروت)

یاد رہے وہاں کے باشندے کو ''عینتابی'' کہا جاتا ہے، پھر ''عینتابی'' کے بجائے تخفیفاً ''عینی'' کہا جاتا ہے۔

خاندان:

آپ کا مبارک خاندان علم و دین اور صلاح و تقویٰ میں چار سو مشہور تھا۔ چنانچہ آپ کے والد گرامی اور دادا جان دونوں قاضی وقت تھے۔ جبکہ آپ کے آباؤ اجداد میں سے ایک جد امجد ''حسین بن یوسف'' قاری بھی تھے اور مقری بھی تھے۔

علامہ عینی رحمہ اللہ کے والد گرامی کا تذکرہ:

آپ کے والد گرامی شہاب الدین احمد بن موسیٰ ۸۲۵ھ میں شہر "حلب" میں پیدا ہوئے وہاں ہی نشو ونما پائی۔ پھر "عین تاب" منتقل ہو گئے اور وہاں کا عہدہ قضا آپ کو سونپا گیا نیز وہاں کی مسجد کی امامت وخطابت کی ذمہ داری بھی آپ کے سپرد کی گئی۔ ہر جمعرات اور پیر کی رات لوگوں کو وعظ ونصیحت کرتے تھے۔ علامہ عینی رحمہ اللہ کے والد گرامی انتہائی دین دار اور صالح ومتقی شخص تھے۔ یتیموں اور مسکینوں کی دادرسی فرماتے بالخصوص ان علماء کی خدمت کرتے تھے جو دور دراز شہروں سے سفر کر کے آئے ہوتے۔ جب ۷۷۷ھ میں قحط سالی ہوئی تو آپ کے والد گرامی نے اپنے علاقہ کے سب یتیموں کو اپنے پاس جمع فرما لیا اس وقت تک رضا الٰہی کی خاطر اشیاء خورد ونوش دیتے رہے، جب تک کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو اس مصیبت سے چھٹکارا نہیں دے دیا۔

(عقد الجمان: ج ۲۶ ص ۲۸۷ ۔ ۲۸۸ مخطوط دار الکتب المصریہ)

(بدر الدین العینی واثرہ فی علم الحدیث: ص ۵۶ مطبوعہ دار البشائر الاسلامیہ بیروت)

چنانچہ علامہ عینی رحمہ اللہ ۷۷۷ھ کے حوادث میں اس واقعہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وفی ھذہ السنة حصلت مجاعات فی الشام و حلب لا سیما فی بلادھا الشمالیة مثل عینتاب حتی اکل الناس القطط والکلاب والدم ولقد شاھدت بعینی من یاکل الحمار والکلب ومن یاخذ الدم المسفوح من المذابح ویشوونه فی النار و یاکلونه

اس سال ملک شام اور حلب بالخصوص شمالی علاقے مثلاً "عینتاب" میں قحط سالی ہوئی یہاں تک کہ لوگ بلیاں، کتے اور خون کھانے پر مجبور ہو گئے اور میں نے اپنی آنکھوں سے لوگوں کو گدھے اور کتے کھاتے ہوئے دیکھا ہے، کچھ تو ایسے تھے جو جانوروں کے ذبح خانوں میں جا کر دم مسفوح لا کر اسے بھون کر کھاتے تھے۔

(عقد الجمان ج ۲۶ ص ۲۰۰ مخطوط دار الکتب المصریہ)

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

علامہ قاضی بدر الدین عینی کے والد احمد بن موسیٰ فروعی مسائل کے ماہر تھے، داخلی اور خارجی امور کے رجسٹریشن اور خطوط وپیغامات سے بخوبی آگاہ تھے۔

(انباء الغمر با بناء العمر: ج ۲ ص ۱۰۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

علامہ عینی رحمہ اللہ کے دیگر بہن، بھائیوں کا تذکرہ:۔

علامہ صالح یوسف معتوق لکھتے ہیں:

ہمارے پاس جتنے تاریخی مصادر ومراجع موجود ہیں ہمیں ان میں یہ بات نہیں ملی کہ علامہ عینی رحمہ اللہ کے والد شہاب الدین احمد رحمہ اللہ کی علامہ عینی رحمہ اللہ کے علاوہ اور بھی اولاد تھی یا نہیں؟

ہاں! علامہ عینی رحمہ اللہ کی تاریخ میں کتاب "عقد الجمان فی تاریخ اھل الزمان" میں بعض حوادث ہجریہ تاریخیہ کے مطالعہ کے دوران مجھے یہ عبارت ملی ہے:

کاتب ھذا التاریخ ھو اخو البدر احمد بن احمد بن موسیٰ

اس تاریخ کا کاتب بدر الدین (علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ) کا بھائی احمد بن احمد بن موسیٰ ہے۔

اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ احمد نامی آپ کے بھائی تھے۔ جہاں علامہ عینی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب میں اپنے والد گرامی کے حالات لکھے ہیں وہاں عبارت یوں ہے:

والد العبد الضعیف مؤلف ھذا التاریخ ووالد العبد الفقیر المحتاج الی اللہ تعالیٰ احمد بن احمد بن موسیٰ کاتب ھذا التاریخ

احمد بن موسیٰ بندہ کمزور اس تاریخ کے مؤلف کے والد گرامی ہیں اور بندہ فقیر بارگاہ الٰہی کا محتاج اس تاریخ کے کاتب احمد بن احمد بن موسیٰ کے بھی والد گرامی ہیں۔

نوٹ:

احمد بن احمد بن موسیٰ رحمہم اللہ نے اپنے بھائی علامہ عینی رحمہ اللہ کی اس تاریخ کو بعد میں نقل کیا تھا، یہ مطلب

نہیں کہ مصنف بھی یہی ہیں بلکہ اس تاریخ کے مصنف خود علامہ عینی رحمہ اللہ تھے۔

۷۹۶ھ کے حوادث میں ہے:

کہ احمد بن احمد رحمہ اللہ نے اس سال حج بھی ادا کیا، نیز علامہ عینی رحمہ اللہ اپنے استاذ میکائیل رحمہ اللہ کے تذکرہ میں لکھتے ہیں: ''عینتاب'' میں ان سے میرے بھائی احمد نے ''مجمع البحرین'' اور ''مغنی'' کے چند اسباق پڑھے ہیں۔ (عقد الجمان: ج۲۶ ص۴۵۸ مخطوط دار الکتب المصریہ)

شیخ شاکر مصطفیٰ لکھتے ہیں:

علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ کے بھائی احمد بن موسیٰ رحمہ اللہ کی سات جلدوں میں تاریخ کے موضوع پر ایک ضخیم کتاب بھی ہے، جس کا نام ہے ''التاریخ الشهابی والقمر المنیر فی اوصاف اهل العصر والزمان''

(بدر الدین العینی وجهوده فی علوم الحدیث واللغة: ص۴۸ مطبوعہ دار النوادر بیروت)

شیخ صالح یوسف معتوق لکھتے ہیں:

اتنی مقدار سے یہ تو معلوم ہوگیا ہے کہ علامہ عینی رحمہ اللہ کے بھائی احمد بن احمد بن موسیٰ رحمہ اللہ عالم دین تھے۔ لیکن تراجم اور تاریخ کی کسی کتاب میں مجھے ان کے تفصیلی حالات نہیں مل سکے اور یہ بھی معلوم نہیں ہو سکا کہ ان کی وفات کب ہوئی؟ میرا غالب گمان یہ ہے کہ ان کی وفات ان کے بھائی (علامہ عینی رحمہ اللہ) کے بعد ہوئی ہے کیونکہ احمد چھوٹے بھائی تھے۔

یہی وجہ ہے ''عقد الجمان فی تاریخ الزمان'' میں علامہ عینی رحمہ اللہ نے ان کا تذکرہ اور ترجمہ نہیں لکھا۔ اگر ان کی وفات علامہ عینی رحمہ اللہ سے پہلے ہوئی ہوتی تو علامہ عینی رحمہ اللہ ان کا تذکرہ اس کتاب میں ضرور کرتے۔

(بدر الدین العینی واثره فی علم الحدیث: ص۵۶ مطبوعہ دار البشائر الاسلامیہ بیروت)

میں کہتا ہوں شیخ شاکر مصطفےٰ نے ان کی تاریخ وفات ۸۳۴ھ بتلائی ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

(التاریخ العربی والمؤرخون: ج۴ ص۹۹ مطبوعہ دار العلم بیروت)

(بدر الدین العینی وجهوده فی علوم الحدیث واللغة: ص۴۸ مطبوعہ دار النوادر بیروت)

علامہ سخاوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

شیخ احمد بن احمد بن موسیٰ رحمۃ اللہ علیہ کے ایک صاحبزادے بھی تھے جن کا نام قاسم بن احمد تھا، یہ انتہائی ذہین فطین شخص تھے، تیراندازی کے بھی ماہر تھے، عمدہ لکھاری بھی تھے، علم حساب، علم ہندسہ، علم نحو، علم صرف اور علم الحرف کے فاضل تھے۔ والد کی ہی حیات میں ۸۱۴ھ کو مصر میں طاعون کی بیماری کی وجہ سے وفات پا گئے اور اپنے چچا جان (علامہ عینی رحمہ اللہ) کے مدرسہ میں مدفون ہوئے۔

(الضوء اللامع: ج۶ ص۱۶۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان)

شادی خانہ آبادی:

علامہ سخاوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

علامہ بدر الدین عینی رحمہ اللہ نے ''ام الخیر'' نامی خاتون سے شادی فرمائی اور یہ پاکدامن خاتون ماہ ربیع الاول ۸۱۹ھ میں مصر کے شہر قاہرہ میں فوت ہوئیں اور اپنے شوہر معظم کے مدرسہ میں مدفون ہیں۔

اولاد امجاد:

حضرت اُم الخیر رحمہا اللہ سے علامہ عینی رحمہ اللہ کی جو اولاد پیدا ہوئی وہ یہ ہے:

عبد العزیز: المتوفی ۸۱۸ھ۔

عبد الرحمن: المتوفی ماہ ربیع الثانی ۸۲۲ھ، طاعون کا مرض لاحق ہونے کی وجہ سے ان کی وفات ہوئی۔

ابراہیم: علی: احمد: فاطمہ: رحمہم اللہ اجمعین۔

۸۳۳ھ میں جب طاعون کی وباء پھیلی اس وقت ان سب کی وفات ہوئی تھی اور یہ سب اپنے والد گرامی کے مدرسہ میں مدفون ہیں۔ (عقد الجمان فی تاریخ الزمان: ج۲۸ ص۳۳۷-۳۳۸ مخطوط)

(بدر الدین العینی واثره فی علم الحدیث: ص۵۷ دار البشائر الاسلامیہ بیروت)

ان کے ایک اور صاحبزادے بھی ہیں جن کا نام ''عبد الرحیم'' ہے۔

”ھدیۃ العارفین“ میں ہے حدیث میں ”صحیح بخاری“ پر ان کی ایک شرح بھی ہے جبکہ فقہ میں ”کنز الدقائق“ پر شرح ہے۔
۸۶۴ھ میں ان کی وفات ہوئی ہے۔

(مقدمہ عمدۃ القاری للعلامۃ الکوثری : ص۱۵ دار الکتب العلمیہ بیروت)

(بدر الدین العینی واثرہ فی علم الحدیث: ص۵۷ دار البشائر الاسلامیہ بیروت)

صاحبزادی فاطمہ رحمہا اللہ کے علاوہ آپ کی ایک ”زینب“ نامی صاحبزادی بھی تھیں جو ماہ صفر ۸۴۹ھ میں فوت ہوئیں اور اپنے والد گرامی کے مدرسہ میں مدفون ہیں۔
ان کے علاوہ اور بھی آپ کی صاحبزادیاں ہیں جنہیں تاریخ کی کتابوں نے ذکر نہیں کیا۔

چنانچہ امام سخاوی رحمہ اللہ نے ”محمد بن ابوبکر بن محمد ابوالوفاء المقدسی الشافعی“ کے تذکرہ میں لکھا ہے: کہ انہوں نے علامہ بدر الدین عینی رحمہ اللہ کی صاحبزادی سے شادی کی تھی اور ابوبکر بن محمد مذکور ۸۱۴ھ میں پیدا ہوئے اور ۸۹۱ھ میں فوت ہوئے۔ (الضوء اللامع: ج۷ ص۱۷۳ مطبوعہ دار الکتب بیروت لبنان)

آپ کے داماد:

علامہ سخاوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

محمد بن علی بن حسن شمس الدین القاہری المتوفی ۸۶۷ھ علامہ عینی رحمہ اللہ کے داماد تھے اور آپ کے ساتھ احباس (اس عہدہ کی تشریح آگے ان شاء اللہ آرہی ہے) میں ہاتھ بٹاتے تھے۔

(الضوء اللامع: ج۸ ص۱۵۴ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان)

اس بحث سے یہ نتیجہ سامنے آتا ہے کہ علامہ عینی رحمہ اللہ کی ازواج مبارکہ رحمہن اللہ ایک سے زیادہ تھیں، اور یہ بات بھی عیاں ہوئی کہ حضرت ام الخیر رحمہا اللہ کے بعد علامہ عینی رحمہ اللہ نے کسی اور خاتون سے بھی نکاح کیا تھا۔
کیونکہ آپ کے داماد ابوالوفاء ۸۴۱ھ میں پیدا ہوئے، جب کہ حضرت ام الخیر رحمہا اللہ ۸۱۹ھ میں فوت ہوگئی تھیں، اور یہ بات عقل میں نہیں آسکتی کہ ۸۴۱ھ میں پیدا ہونے والا شخص ۸۱۹ھ سے پہلے فوت ہونے والی عورت کی بیٹی سے نکاح کرے۔ فتدبر احسن التدبر۔

دوسرا باب:

علامہ عینی رحمہ اللہ کی تعلیم کی ابتداء:

آپ نے ایک دین دار علم وحکمت تقویٰ وزہد والے گھرانے میں آنکھ کھولی، بچپن ہی میں طلب علم میں مصروف ہو گئے۔

علمِ کتابت کی تعلیم:

آپ کو آپ کے والد گرامی سب سے پہلے علامہ محمود بن احمد بن ابراہیم القزوینی کے پاس لے کر گئے آپ نے ان سے علم کتابت حاصل کیا۔

علامہ عینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اس وقت میری عمر سات سال تھی، میرے استاذ محمود بن احمد بن ابراہیم القزوینی کا عمدہ خط میں کوئی ثانی نہیں تھا۔

حفظِ قرآن مجید:

آپ نے قرآن مجید کا کچھ حصہ شیخ علی محمد بن عبید اللہ شارح "مصابیح السنة" المتوفی ۷۹۳ھ سے حفظ کیا ، پھر بقیہ حصہ اپنے علاقہ "عینتاب" میں شیخ معز حنفی المتوفی ۷۹۲ھ سے بمع قراءت شاطبیہ پڑھا۔

دیگر علوم شرعیہ کی تعلیم:

شیخ ابوالعباس سے فقہ کے کچھ اسباق پڑھے۔ اور "مجمع البحرین"، "شرح المشارق"، "توضیح علی متن التنقیح" شیخ جبریل بن صالح البغدادی المتوفی ۷۹۴ھ سے پڑھی۔ شیخ جبریل علامہ اتقانی شارح ہدایہ اور علامہ سعد الدین تفتازانی کے بلاواسطہ شاگرد ہیں۔ "مختصر القدوری"، "المنظومة فی الخلافیات" للنسفی، اور "مجمع البحرین" شیخ میکائیل بن حسین بن اسرائیل الترکمانی المتوفی ۷۹۸ھ سے پڑھی۔ اور شیخ حسام الدین الرھاوی سے ان کی اپنی تصنیف "البحار الزاخرة فی الفقه علی المذاهب الاربعة" پڑھی۔ "حلب" میں قاضی القضاۃ جمال الدین یوسف بن موسیٰ الملطی سے "اصول بزدوی"، "منتخب الاصول" (حسامی) اور "ھدایه" شریف پڑھی۔

علامہ جمال الدین الملطی بلاواسطہ علامہ علاء الدین مغلطائی اور علامہ قوام الدین اتقانی شارح ہدایہ رحمہم اللہ کے شاگرد ہیں۔ پھر شیخ شمس الدین محمد المراعی کو لازم کرلیا، ان سے علم صرف میں ''مراح الارواح'' اور ''شرح شافیہ'' اور علم منطق میں ''شرح شمسیہ'' (قطبی) اور علم حکمت میں ''رمزالکنوز فی الحکمۃ'' اور ''شرح مطالع الانوار'' پڑھی۔ شیخ جبریل بن صالح سے زمخشری کی کتاب ''المفصل فی النحو'' پڑھی۔ شیخ محمود بن محمد العینتابی سے ''تصریف العزی'' اور ''السراجی فی المیراث'' پڑھی۔ شیخ ذوالنون السرماری سے مطرزی کی کتاب ''المصباح فی النحو'' اور اسفرائینی کی کتاب ''ضوء المصباح'' پڑھی۔ شیخ سراج الدین عمر سے امام جوہری کی لغت میں کتاب ''الصحاح'' پڑھی۔ شیخ علی عیسیٰ بن خاص السرماری المتوفی ۷۸۸ھ سے علم بلاغت سے متعلق علامہ طیبی رحمہ اللہ کی کتاب ''التبیان فی المعانی والبیان'' پڑھی اور انہیں سے ''تفسیر کشاف'' کے اکثر مقامات اور علامہ سکاکی کی ''مفتاح العلوم'' اور ''متن الزھراوین'' کامل بحث، تحقیق اور اتقان کے ساتھ پڑھیں۔ شیخ سراج الدین البلقینی رحمہ اللہ المتوفی ۸۰۵ ھ سے ان کی اپنی کتاب ''محاسن الاصطلاح فی علم الحدیث'' کئی مجالس میں کئی بار پڑھی۔ شیخ ابوالفتح العسقلانی المتوفی ۷۹۳ھ سے دوبارہ ''الشاطبیہ'' پڑھی۔ علامۃ الدہر حافظ الوقت زین الدین العراقی رحمہ اللہ المتوفی ۸۰۶ھ سے ''صحیح مسلم''، ''صحیح بخاری''، اور امام ابن دقیق العید رحمہ اللہ کی کتاب ''الالمام'' وغیرہ کتب پڑھیں۔

شیخ تقی الدین الدجوی رحمہ اللہ المتوفی ۸۰۹ھ سے ''سنن نسائی'' کے علاوہ مکمل ''صحاح ستہ''، ''مسند احمد بن حنبل''، ''مسند عبد بن حمید''، ''مسند دارمی''، اور امام طبرانی رحمہ اللہ کی تینوں معاجیم (معجم کبیر، معجم اوسط، معجم صغیر) پڑھیں۔ ان سب کتب کی قراءت اور سماع آپ نے ۸۰۴ھ میں مکمل کرلیا تھا۔ ۸۰۹ھ میں شیخ ابن الکویک رحمہ اللہ المتوفی ۸۲۱ھ سے قاضی عیاض مالکی رحمہ اللہ کی کتاب ''شفا شریف'' از اول تا آخر پڑھی۔ نیز ''مسند ابو حنیفہ'' بروایت امام حارثی حصہ پنجم بھی ان سے پڑھی۔ شیخ ابن الکویک رحمہ اللہ نے اپنے شاگرد علامہ بدرالدین العینی رحمہ اللہ کی قابلیت کو دیکھ کر ان کو اپنی تمام مرویات ومسموعات کی اجازت دے دی۔ ۸۰۸ھ میں شیخ نورالدین الفوی رحمہ اللہ المتوفی ۸۲۷ھ سے ''سنن دار قطنی''، ''سنن کبریٰ نسائی''، امام ابن مالک کی کتاب ''التسہیل'' پڑھیں۔

علامہ تغری برمش الترکمانی رحمہ اللہ المتوفی ۸۲۳ھ سے امام طحاوی رحمہ اللہ کی کتاب ''شرح معانی الآثار'' اور امام بغوی رحمہ اللہ کی کتاب ''مصابیح السنۃ'' پڑھی۔ شیخ نجم بن کشک الحنفی رحمہ اللہ المتوفی ۷۹۹ھ سے مدرسہ نوریہ دمشق میں ''صحیح بخاری'' کے بعض مقامات کا استفادہ کیا۔

(عقد الجمان فی تاریخ الزمان: ج ۲۷ ص ۱۳۱ تا ۳۵۹ مخطوط دارالکتب المصریہ)

(الضوء اللامع: ج ۱۰ ص ۱۲۱ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

(مقدمہ عمدۃ القاری للکوثری: ص ۷۔۸ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

علامہ زاہد کوثری رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

شیخ جمال الدین یوسف بن تغری بردی نے کہا:

علامہ بدرالدین عینی رحمہ اللہ نے تفسیر، حدیث اور عربیۃ کا کبار مشائخ سے سماع کیا۔ چنانچہ تفاسیر میں ''تفسیر زمخشری''، ''تفسیر نسفی''، ''تفسیر سمرقندی'' اور احادیث میں سے ''صحاح ستہ''، ''مسند احمد''، ''سنن بیہقی''، ''سنن دارقطنی''، ''مسند عبد بن حمید'' اور ''معجم کبیر''، ''معجم صغیر''، ''معجم اوسط'' للطبرانی وغیرہ کا سماع کیا۔

(مقدمہ عمدۃ القاری: ص ۸ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان)

علامہ بدرالدین عینی رحمہ اللہ کا علم دین کے حصول کے لیے سفر:

یادرہے علم دین کے حصول کے لیے سفر کرنا علماء ومشائخ عظام کی سنت متوارثہ ہے۔

امام شافعی رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے:

ساضرب فی طول البلاد وعرضها : انال مرادی اواموت غریباً

ان تلفت نفسی فلله درها : وان سلمت کان الرجوع قریباً

ترجمہ:

(میں شہروں کے طول وعرض میں سفر کروں گا یا اپنی مراد کو حاصل کرلوں گا یا اجنبی ہوکر مروں گا۔ اگر میری جان ہلاک ہوگئی تو اللہ تعالیٰ کے لیے خیر کثیر ہے اور اگر صحیح سالم رہی تو واپسی کی منزل قریب ہے)

اس سلسلہ میں اصل یہ حدیث نبوی ﷺ ہے:

اطلبوا العلم ولو بالصین فان طلب العلم فریضة علی کل مسلم

علم (شریعت) حاصل کرو چاہے تمہیں چین جانے پڑے کیونکہ علم کا طلب کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔

(شعب الایمان للبیہقی)

اگر چہ فنی اعتبار سے اس حدیث کی سند میں ضعف ہے، لیکن فضائل میں اس طرح کی حدیث معتبر ہوتی ہے۔ کما تقرر فی محله فافهم، نیز اس سلسلہ میں یہ مرفوع حدیث بھی انتہائی اہم درجہ رکھتی ہے جو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

احرص ما ینفعك و استعن بالله ولا تعجز ولتجد فی طلبه

(الشذ الفیاح من علوم ابن الصلاح ص ۲۸۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

جو چیز (علم) تمہیں نفع دے اس کے حصول پر حریص رہو اللہ تعالیٰ سے مدد حاصل کرو اور عجز ظاہر مت کرو اور طلب علم میں بھر پور طریقہ سے کوشش کرو۔

علم کی تلاش کے لیے سفر لوازمات علماء میں سے ہے، جب علماء و مشائخ اپنے اپنے علاقوں میں تحصیل علم کر لیتے تو اس کے بعد مزید حصول علم کے لیے دور دراز کے علاقوں کا سفر کرتے تھے۔

امام ابن الصلاح رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

واذا فرغ من سماع العوالی والمهمات ببلده فلیرحل الی غیره۔

(معرفة انواع علوم الحدیث 'المشہور' مقدمہ ابن صلاح ص ۳۵۴ القسم الثامن والعشرون مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

جب طالب علم اپنے علاقہ میں عوالی (احادیث) اور اہم امور سے فارغ ہو جائے تو وہ دوسرے علاقے کی طرف رخت سفر باندھے۔

نیز یہ صحیح حدیث پاک بھی اسی موضوع سے متعلق ہے:

عن ابی هریرة قال قال رسول الله ﷺ من سلك طریقاً یلتمس فیه علماً سهل الله له به طریقاً الی الجنة وما اجتمع قوم فی بیت من بیوت الله یتلون کتاب الله ویتدارسونه بینهم الا نزلت علیهم السکینة وغشیتهم الرحمة وحفتهم الملئکة وذکرهم الله فیمن عنده ومن بطابه عمله لم یسرع به نسبه

(صحیح مسلم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو آدمی علم کو تلاش کرنے کے لیے کسی راستہ پر چلے (یعنی دور دراز علاقوں کا سفر کرے جیسا کہ دیگر احادیث سے ثابت ہے) اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت کا راستہ آسان کر دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے گھروں میں سے کسی گھر میں جو قوم کتاب اللہ کی تلاوت کرے اور ایک دوسرے کے ساتھ درس کا تکرار کرے ان پر سکینہ نازل ہوتی ہے انہیں رحمت ڈھانپ لیتی ہے اور ان کو فرشتے گھیر لیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کا ذکر اپنے پاس فرشتوں میں کرتا ہے اور جس شخص کو اس کا عمل پیچھے کر دے تو اس کو اس کا نسب آگے نہیں بڑھاتا۔

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

عن انس بن مالك قال قال رسول الله ﷺ من خرج فی طلب العلم فهو فی سبیل الله حتیٰ یرجع

(جامع ترمذی)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص علم کی طلب میں نکلے (سفر کرے) وہ لوٹ کر آنے تک اللہ تعالیٰ کے راستہ میں ہے۔

انہیں احادیث کی اتباع کرتے ہوئے اور مشائخ عظام کے نقش قدم پر چلتے ہوئے ہمارے ممدوح مترجم شیخ الاسلام علامہ بدر الدین عینی رحمہ اللہ نے بھی حصول علم کے لیے کئی شہروں کا سفر کیا۔ ہم ان میں سے چند کا ذکر کیے دیتے ہیں۔

شہر حلب:

سب سے پہلے سفر علم کا آغاز علامہ ممدوح رحمہ اللہ نے یہاں سے فرمایا کیونکہ یہ آپ کے علاقہ کے قریب تھا۔

۷۸۳ھ میں اس شہر میں داخل ہوئے اور یہاں کے محدثین وفقہاء سے استفادہ فرمایا جن میں سے سرفہرست ''شیخ جمال الدین یوسف بن موسیٰ ملطی رحمہ اللہ'' المتوفی ۸۰۳ھ ہیں، ان سے ''ہدایہ'' اور ''منتخب الحسامی'' پڑھی، نیز یہاں کے فقیہ شیخ حیدر رومی رحمہ اللہ سے ''السراجی فی المیراث'' پڑھی۔ ۷۸۴ھ میں آپ کے والد ماجد رحمہ اللہ کا انتقال ہو گیا جس کے باعث علامہ عینی رحمہ اللہ واپس اپنے علاقہ تشریف لے آئے۔

شہر بہنسا:

''عینتاب'' سے شمال مغرب کی طرف واقع مضبوط قلعہ ہے جس میں سرسبز وشاداب باغات اور چھوٹی چھوٹی نہروں کے ساتھ بہت بڑی جامع مسجد بھی ہے۔ شہر ''عینتاب'' اور ''بہنسا'' کے درمیان دو دن کی مسافت ہے۔

(تقویم البلدان: ص۲۶۵ مطبوعہ دار الطباعۃ السلطانیہ باریس)

علامہ عینی رحمہ اللہ نے حصول علم کی خاطر اس شہر کے لیے بھی رخت سفر باندھا اور یہاں کے عظیم فقہاء اور محدثین سے استفادہ کیا۔ جن میں سے سرفہرست ''شیخ ولی الدین البہنسی رحمہ اللہ'' ہیں۔

شہر کختا:

یہ بلند وبالا عمارت والا ایک قلعہ ہے جو بلاد شامیہ کی اسلامی سرحدوں پر واقع ہے، یہاں بھی عمدہ باغات اور نہریں ہیں۔

(تقویم البلدان: ص۲۶۳ مطبوعہ دار الطباعۃ السلطانیہ باریس)

علامہ عینی رحمہ اللہ نے طلب علم کی خاطر اس شہر کو بھی منتخب فرمایا، اور یہاں کے فقہاء ومحدثین سے بھرپور استفادہ کیا جن میں سے سرفہرست ''شیخ علاؤ الدین الکختاوی رحمہ اللہ'' ہیں۔

شہر ملطیہ:

جزیرہ شام کی سرحد پر واقع سرسبز وشاداب پھلوں اور نہروں سے لبریز یہ شہر اصحاب رسول ﷺ کا عظیم شاہکار ہے۔

(تقویم البلدان: ص۳۸۵ مطبوعہ دار الطباعۃ السلطانیہ باریس)

علامہ عینی رحمہ اللہ نے دوسرے شہروں کی طرح اس شہر کا بھی سفر کیا۔ اور یہاں کے اکابر علماء سے استفادہ کیا، جن میں سے سرفہرست ''شیخ بدر الدین الملطی الکشافی رحمہ اللہ'' ہیں۔

(الضوء اللامع: ج۱۰ ص۱۳۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان)

ان اسفار کے بعد آپ واپس اپنے شہر تشریف لے آئے۔

سفر حج براستہ دمشق:

اس کے بعد براستہ ''دمشق'' سفر حج کے لیے تشریف لے گئے، ظاہر ہے دمشق اور حرمین شریفین کے علماء ومشائخ سے ضرور استفادہ فرمایا ہوگا۔

زیارت بیت المقدس:

پھر ۷۸۸ھ میں بیت المقدس کی زیارت کے لیے تشریف لے گئے، وہاں ''شیخ الاسلام علاؤ الدین سیرامی رحمہ اللہ'' المتوفی ۷۹۰ھ سے ملاقات کی۔ یہ بھی بیت المقدس کی زیارت کے لیے آئے ہوئے تھے۔

علامہ بدر الدین عینی رحمہ اللہ خود رقمطراز ہیں:

فلما وصل (ای العلاء) الی القدس قدمت انا الی القدس للزیارة فاجتمعت به وکنت اسمع بالشیخ ولم اره وفی قلبی منه اشتیاق عظیم فاجتمعت به فوجدته افضل الناس علما واحسن الناس ملقاةً وحلماً ودعتنی صحبته المنیفة ان اذهب الی الدیار المصریة فی خدمته ولم یکن ذلک ببالی بل کان فی خاطری تکمیل الزیارة والرجوع الی الوطن فلما رأیت هذا ترکت الوطن والاهل وتوجهت معه الی

جب شیخ علاؤ الدین سیرامی رحمہ اللہ بیت المقدس کی زیارت کے لیے آئے ادھر میں بھی بیت المقدس کی زیارت کے لیے پہنچ آیا ان کے ساتھ مجھے صحبت میسر آگئی پہلے میں نے ان کا نام تو سنا ہوا تھا مگر زیارت نہیں کی تھی اور ان کی زیارت کے لیے میرے دل میں انتہائی شوق بھی تھا سو جب مجھے ان سے صحبت میسر آئی تو میں نے انہیں علم شریعت کا فاضل، انتہائی بردبار اور خوش اخلاق کا منبع پایا اور ان کی اچھی صحبت نے مجھے

الدیار المصریة بعد اقامتنا فی القدس عشرة ایام۔

(عقدالجمان فی تاریخ اهل الزمان: ج۲۶ص۳۱۰۔۳۱۱مخطوط دارالکتب المصریہ)

(بدرالدین العینی واثرہ فی علم الحدیث: ص۶۱ مطبوعہ دارالبشائر الاسلامیہ بیروت)

ان کی خدمت کے لیے مصر کے علاقوں کا سفر کرنے پر مجبور کر دیا پہلے یہ چیز میرے دل میں نہیں تھی بلکہ میرے دل میں یہ تھا کہ بیت المقدس کی زیارت کر کے وطن واپس آجاؤں گا جب میں نے ایسے عظیم انسان کو دیکھا تو وطن، اہل ،مال سب چھوڑ کر بیت المقدس میں دس دن کے قیام کے بعد مصر کے علاقہ جانے کے لیےان کے ساتھ ہولیا۔

اس کے بعد ہمیشہ ان کی صحبت میں رہے، حتیٰ کہ ’’علامہ علاؤ الدین سیرامی رحمہ اللہ‘‘ کا وصال ہوگیا جیسا کہ تفصیلاً اگلی مباحث میں ہم ذکر کریں گے ان شاءاللہ۔

ان شہروں کے علاوہ دیگر کئی شہروں کا سفر فرمایا اور وہاں کے مشائخ عظام سے مستفید ہوتے رہے، جن کی تفصیل ہمارے علم میں نہیں ہے جیسا کہ خود ’’عمدۃ القاری‘‘ کے مقدمہ میں لکھتے ہیں:

ثم انی لما رحت الی البلاد الشمالیة الندیة قبل الثمانمائة من الهجرة الاحمدیة مستصحباً فی اسفاری هذاالکتاب لنشر فضله عند ذوی الالباب ظفرت هناك من بعض مشائخنا بغرائب النواد رو فوائد کاللالئ الزواهر مما یتعلق باستخراج ما فیه من الکنوز واستکشاف ما فیه من الرموز۔

(عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری مقدمہ: ج۱ص۲۰ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

پھر میں نے ۸۰۰ھ سے پہلے شمالی علاقہ جات کی سر زمین کی طرف رخت سفر باندھا اس کتاب کے فضل و مرتبہ کو عقلمندوں (علماء) کے ہاں پھیلانے کے لیے ان تمام سفروں میں مَیں نے یہ کتاب (صحیح بخاری) اپنے ساتھ رکھی ان علاقہ جات میں کچھ مشائخ سے نادر ونایاب باتیں اور چمکتی کلیوں والے موتیوں کی طرح فوائد جن کا تعلق کتاب میں چھپے ہوئے خزانے اور کتاب کے رموز واسرار کھولنے سے تھا وہ حاصل کرنے میں، میں کامیاب ہوگیا۔

نیز ’’کشف القناع المرنی‘‘ میں لکھتے ہیں:

میں روم کے علاقہ شہر ’’قونیہ‘‘ میں شیخ جلال الدین قونوی المتوفی ۶۷۲ھ کی قبر کی حاضری کے لیے بھی حاضر ہوا۔

(کشف القناع المرنی: مخطوط ورقہ ۹۸ب)

(بدر الدین العینی واثرہ فی علم الحدیث: ص۶۴ دارالبشائر الاسلامیہ بیروت)

ظاہر ہے یہاں آ کر علماء سے ضرور استفادہ فرمایا ہوگا۔

اس کے علاوہ دیگر کئی جگہوں کے لیے آپ نے رخت سفر باندھا جس کا مفصلاً تذکرہ آپ نے اپنی کتاب ’’معجم الشیوخ‘‘ میں کیا ہے۔

تیسرا باب:

علامہ بدرالدین عینی رحمہ اللہ کے اساتذہ کرام ومشائخ عظام:

علامہ بدرالدین عینی رحمہ اللہ کے اساتذہ ومشائخ کا مکمل طور پر احاطہ اور استیفاء ناممکن ہے۔ خود مترجم ممدوح رحمہ اللہ نے ایک ضخیم جلد ''معجم الشیوخ'' کے نام سے اپنے اساتذہ ومشائخ کے متعلق لکھی ہے۔

ہم ان میں سے چند مشہور کا تذکرہ کر دیتے ہیں:

۱: مترجم ممدوح رحمہ اللہ کے والد گرامی الشیخ القاضی احمد بن موسیٰ رحمہ اللہ:

آپ کے فقہ و دیگر فنون میں سب سے پہلے استاذ ہیں۔ ان کا تفصیلی تذکرہ گذشتہ صفحات میں ہو چکا ہے، فلا نعید۔

۲: شیخ الاسلام حافظ الوقت ابوالفضل زین الدین عبدالرحیم بن حسین العراقی المصری الشافعی رحمہ اللہ:

آپ گیارہ جمادی الاولیٰ ۷۲۵ھ کو ''قاہرہ'' میں پیدا ہوئے آپ رحمہ اللہ ''شیخ الاسلام تقی الدین سبکی صاحب ''شفاء السقام فی زیارۃ خیر الانام'' اور ''شیخ عزالدین ابن جماعہ'' ، ''شیخ ابن عدلان'' ، ''شیخ تقی الدین الاخنائی'' اور ''شیخ علاؤالدین الترکمانی'' صاحب ''الجوہر النقی فی الرد علی البیہقی'' رحمہم اللہ کے شاگرد اور تلمیذ ہیں۔ قرأت سبعہ، فقہ، اصول، لغت، حدیث اور تفسیر کے امام زمانہ تھے۔ حافظہ اس قدر تیز تھا کہ ایک دن میں چار سو سطریں حفظ کر لیتے تھے۔ آپ نے حلب ، بیت المقدس ، دمشق ، حماۃ، حمص ، نابلس ، صفد ، غزہ ، طرابلس ، بعلبک ، اسکندریہ اور حرمین شریفین کی طرف رخت سفر باندھا اور وہاں کے مشائخ سے خوب مستفید ہوئے۔ آپ نے کئی مدارس میں تدریس فرمائی ہے جن میں سے چند یہ ہیں۔ مدرسہ دارالحدیث الکاملیہ ، المدرسۃ الظاہریہ ، المدرسۃ القراسنقوریہ ، جامعۃ الفاضلیۃ ، جامع ابن طولون وغیرہ۔

آپ انتہائی سنجیدہ مزاج، کثیر الوقار، کم گفتگو کرنے والے ، صاحب کرامات ، تکلفات سے دور ، ہر وقت باطہارت رہنے والے شخص تھے۔

شیخ عزالدین ابن جماعہ رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے:

کل من یدعی الحدیث بالدیار المصریۃ سواہ فھو مدع — دیار مصریہ میں آپ کے علاوہ جو شخص بھی حدیث (میں مہارت) کا دعویٰ کرتا ہے تو وہ اپنے دعویٰ میں جھوٹا ہے

علامہ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لزمتہ مدۃ فلم ارہ ترک قیام اللیل — میں عرصہ دراز ان کی صحبت میں رہا ہوں میں نے کبھی ان کو تہجد کی نماز ترک کرتے نہیں دیکھا۔

آپ کثیر مصنفات کے مصنف ہیں جن کا شمار اس مختصر کتابچہ میں نہیں ہو سکتا اور کثیر تلامذہ کے استاذ ہیں جن میں سے چند مشہور یہ ہیں:

۱: شیخ الاسلام حافظ بدرالدین عینی رحمہ اللہ صاحب ترجمہ۔
۲: شیخ الاسلام حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ۔
۳: علامہ نورالدین الہیثمی صاحب ''مجمع الزوائد'' رحمہ اللہ۔
۴: صاحبزادہ علامہ ولی الدین العراقی رحمہ اللہ۔

وفات:

بروز بدھ ۸ شعبان المعظم ۸۰۶ھ کو مصر کے شہر ''قاہرہ'' میں فوت ہو گئے تھے۔ آپ کے جنازہ میں ہزاروں لوگ شریک ہوئے۔ رحمہ اللہ۔

(الضوء اللامع: (ملخصاً) ج۴ ص۱۵۲ تا ۱۵۸ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

۳: شیخ الاسلام عمر بن رسلان البلقینی القاہری الشافعی:

آپ جمعرات ۱۲ شعبان المعظم ۷۲۴ھ کو ''مصر'' کی سرزمین ''بلقینہ'' میں پیدا ہوئے۔ آپ رحمہ اللہ ائمہ وقت کے شاگرد تھے۔ جن میں سے چند یہ ہیں:

علامہ نجم الدین الاسوانی، شیخ الاسلام تقی الدین سبکی ،شیخ الاسلام مورخ کبیر حافظ شمس الدین ذہبی ،شیخ الاسلام حافظ ابوالحجاج مزی صاحب ''تھذیب الکمال'' اور شیخ الاسلام حافظ عزالدین ابن جماعۃ وغیرہ۔ رحمہم اللہ۔

آپ قرآن پاک کے حافظ اور قاری تھے۔ اسماء الرجال، حدیث، اُصول، فقہ، قراءت وغیرہ علوم کے ماہر تھے آپ کے حافظہ کی گواہی علماء مصر نے دی ہے۔ آپ نے حصول علم کے لیے ان شہروں کا سفر فرمایا۔

حرمین شریفین ، بیت المقدس، دمشق اور حلب وغیرہ۔ آپ نے مختلف جگہوں پر تدریس کے فرائض سرانجام دیئے، جن میں سے چند جگہیں یہ ہیں۔

جامع عمرو ، جامع ابن طولون ، المدرسۃ البدیریۃ ، المدرسۃ البرقوقیۃ اور المدرسۃ الخرّوبیۃ وغیرہ۔

آپ انتہائی محبت ومودت رکھنے والے، بارعب اور صاحب تقوی وطہارت شخص تھے۔

کثیر مصنفات کے مصنف ہیں، جن کا احاطہ یہاں مشکل ہے۔ اور کثیر علماء ومشائخ کے استاذ ہیں جن میں سے چند یہ ہیں:

۱: صاحب ترجمہ علامہ بدرالدین عینی رحمہ اللہ۔

۲: حافظ الشان ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ۔

۳: سراج الدین قاریٔ الھدایہ رحمہ اللہ۔

وفات:

بروز جمعہ ۱۱ ذوالقعدہ ۸۰۵ھ کو ''مصر'' کے شہر ''قاہرہ'' میں فوت ہو گئے تھے۔ اور اپنے مدرسہ میں مدفون ہوئے۔ رحمہ اللہ۔

(بدر الدین العینی و اثرہ فی علم الحدیث: ص ۱۹۸ مطبوعہ دار البشائر الاسلامیہ بیروت)

۴: علاؤالدین احمد بن محمد السیر امی :

آپ علم وحکمت میں بحر بیکراں تھے۔ خصوصاً علم معانی ، بیان ، بدیع ، فقہ اور اصول کے ماہر تھے۔ اہل

علم سے محبت رکھنے والے ، بردبار ، سخی ، بادشاہوں سے دور رہنے والے ، انتہائی عاجزی ،تواضع اور انکساری والے شخص تھے۔ گذشتہ صفحات میں گزر چکا ہے کہ علامہ عینی رحمہ اللہ اور علامہ سیرامی رحمہ اللہ کی ''بیت المقدس'' میں ملاقات ہوئی۔ اس کے بعد علامہ عینی رحمہ اللہ نے اپنے شیخ کو لازم کر لیا اور جتنا ان سے استفادہ کیا کسی اور سے نہیں کیا۔ حتیٰ کہ علامہ سیرامی رحمہ اللہ نے اپنے شاگرد رشید کو ''مدرسہ برقوقیہ'' کا صوفی اور خادم مقرر فرما دیا۔ اور صرف یہی نہیں بلکہ جب خود مدرسہ میں تشریف نہ لاتے تو اسباق پڑھانے کی ذمہ داری اپنے شاگرد رشید علامہ عینی رحمہ اللہ کو سونپ جاتے۔

جب بادشاہ ظاہر برقوق نے ''مدرسہ ظاہریہ برقوقیہ'' کا سنگ بنیاد رکھا تو اس نے آپ (علامہ سیرامی) کو وہاں کا ''شیخ الشیوخ'' مقرر کر دیا آپ نے اس مدرسہ کی افتتاحی تقریب میں انتہائی پرمغز خطاب فرمایا۔ اور ارشاد الٰہی

قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ بِيَدِكَ الْخَيْرُ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ
(پ۳، آل عمران:۲۶)

یوں عرض کر اے اللہ ملک کے مالک تو جسے چاہے سلطنت دے اور جس سے چاہے سلطنت چھین لے اور جسے چاہے عزت دے اور جسے چاہے ذلت دے ساری بھلائی تیرے ہی ہاتھ ہے بے شک تو سب کچھ کرسکتا ہے۔

پر گفتگو فرمائی۔ اس تقریب میں ''قاہرہ'' کے امراء ، وزراء ، قاضی ، علماء اور اعیان حاضر تھے۔ کبھی زندگی میں ایسی تعظیم آپ کی نہیں کی گئی تھی جتنی اس دن کی گئی، حتیٰ کہ بادشاہ ظاہر نے اپنے ہاتھ سے ان کے لیے سجادہ بچھایا اور انہیں انتہائی عزت واکرام سے نوازا اور آپ کو عمدہ خچر اور گھوڑے تحائف میں دیئے۔

شیخ عزالدین ابن جماعہ رحمہ اللہ کہا کرتے تھے: کہ علاؤالدین سیرامی انتہائی سمجھدار ، محقق ، اور صاحب مطالعہ شخص ہیں۔

علامہ سیرامی رحمہ اللہ نے حصول علم کے لیے ہراۃ ، خوارزم ، صرائی ، قرم ، تبریز اور مصر وغیرہ شہروں کا سفر کیا۔ علامہ بدرالدین عینی رحمہ اللہ کو ان سے شدید محبت تھی۔ یہی وجہ ہے کہ ایک مرتبہ شیخ علاؤالدین سیرامی رحمہ

اللہ بیمار ہو گئے علامہ بدرالدین عینی رحمہ اللہ نے اپنے علاقہ ''عینتاب'' سے اپنے بھائی احمد رحمہ اللہ کو ''عینتاب'' سے دوائی لانے کے لیے وہاں سے اسپیشل بلایا۔ وہ دوائی لے کر آئے، علامہ علاؤالدین رحمہ اللہ نے وہ دوائی نوش فرمائی، فوراً ٹھیک ہو گئے۔

وفات:

آپ بروز اتوار تین جمادی الاولیٰ ۷۹۰ھ میں فوت ہو گئے تھے۔ رحمہ اللہ۔

(عقد الجمان فی تاریخ الزمان: ج ۲۶ ص ۳۳۳ مخطوط)

(بدرالدین العینی و اثرہ فی علم الحدیث: ص ۱۳۰ مطبوعہ دارالبشائر الاسلامیہ)

۵: شرف الدین عیسیٰ بن خاص بن محمود السماری عینتابی:

آپ ائمہ حنفیہ کے سرخیل، شریعت حنفیہ کے ستون، عالم، عامل، فاضل، اپنے زمانے کے پیشواء و مقتداء، انتہائی متقی و پرہیزگار اور شبہات و محرمات سے کنارہ کش شخص تھے۔ آپ نے پوری زندگی کسی امیر، قاضی اور بیت المال کے خزانچی کا دیا ہوا مال نہیں کھایا۔ آپ نے کبار علماء سے استفادہ کیا جن میں سرفہرست یہ ہیں:

شارح ''مشکوۃ'' شیخ شرف الدین طیبی، شیخ فخر الدین جاربردی، شیخ شمس الدین خلخالی، شیخ شمس الدین تکسیری وغیرہ۔ رحمہم اللہ۔

آپ نے حصول علم کے لیے دور دراز شہروں کا سفر فرمایا۔ جن میں سے چند ایک یہ ہیں:

''آذربیجان''، ''دیار بکر'' اور ''روم'' آپ نے اپنے اساتذہ سے قرآن مجید کی نو (۹) تفاسیر پڑھی ہیں۔ بغیر مطالعہ کے درس دیتے تھے اور حقائق قرآنیہ کو کھول کھول کر بیان کرتے اور ایسے نکات بیان کرتے کہ بڑے بڑے فضلاء دنگ رہ جاتے۔ اور شروحات کو دیکھے بغیر ''مفتاح العلوم'' پڑھاتے تھے۔ علم معانی، علم بیان اور علم تفسیر میں نشانی تھے۔ ایک مرتبہ ''دمشق'' آئے اور بادشاہ ''طرنطاش'' کے پاس نزول فرمایا، اور ایک علمی مجلس میں تشریف لے گئے جس میں ''دمشق'' کے کبار علماء موجود تھے جن میں سرفہرست ''برہان الدین جمال'' تھے۔

آپ نے ارشاد الٰہی:

يَوْمَ نَدْعُوا كُلَّ أُنَاسٍ بِإِمَامِهِمْ فَمَنْ أُوتِيَ كِتَابَهُ بِيَمِينِهِ فَأُولَٰئِكَ يَقْرَءُونَ كِتَابَهُمْ وَلَا يُظْلَمُونَ فَتِيلًا (پ ۱۵، الاسراء: ۷۱)	جس دن ہم ہر جماعت کو اس کے امام کے ساتھ بلائیں گے تو جو اپنا نامہ داہنے ہاتھ میں دیا گیا یہ لوگ اپنا نامہ پڑھیں گے اور تاگے بھر ان کا حق نہ دبایا جائے گا۔

پر گفتگو فرمائی اور اس میں اعجاز قرآنی کی ستر (۷۰) اقسام بیان فرمائیں۔ وہاں بیٹھے علماء حیران رہ گئے۔ آپ ۷۵۰ھ میں ''عین تاب'' تشریف لائے اور وعظ و تفسیر میں مشغول ہو گئے، حتیٰ کہ تین مرتبہ وہاں مکمل قرآن کریم کی تفسیر بیان فرمائی اور چوتھی مرتبہ ''سورہ تبارک الذی'' تک پہنچ چکے تھے کہ وقت اجل آیا اور داعی اجل کو لبیک کہا۔

آپ کی مجلس وعظ اور تفسیر میں پرندے بھی آتے اور منبر کے پاس بیٹھ جاتے، آپ کا وعظ سنتے رہتے، جوں ہی آپ وعظ و تفسیر سے فارغ ہوتے وہ اڑ کر چلے جاتے۔ علامہ عینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ان پرندوں کو آپ کی مجلس وعظ و تفسیر میں آتے ہوئے میں نے خود دیکھا ہے۔

علامہ عینی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

وقد لازمته سنین کثیرة حتی اخذت عنه کثیراً من العلوم وقرأت علیه جملة من الکتب حتی اجازنی بالافتاء والتدریس والوعظ والتذکیر	میں کئی سال آپ کی صحبت میں رہا ہوں حتیٰ کہ میں نے آپ سے بہت سارے علوم حاصل کیے اور اکثر کتابیں ان سے پڑھیں یہاں تک کہ انہوں نے مجھے فتویٰ نویسی، تدریس اور وعظ و تذکیر کی اجازت عطا فرمائی۔

وفات:

ستائیس (۲۷) شوال ۷۸۸ھ کو ''عینتاب'' میں فوت ہوئے اور اپنے مدرسہ میں مدفون ہوئے۔ رحمہ اللہ۔

نوٹ:

ان کا تذکرہ تاریخ کے کسی مؤرخ نے نہیں کیا سوائے ان کے شاگرد علامہ بدرالدین عینی رحمہ اللہ کے۔آپ نے ''عقد الجمان فی تاریخ اہل الزمان'' میں ان کا تفصیلی تذکرہ کیا ہے۔اور ہم نے بھی بواسطہ شیخ صالح یوسف معتوق''عقد الجمان'' سے ان کے یہ حالات لکھے ہیں۔

(عقدا لجمان: ج۲۶ص۳۱۴مخطوط)

(بدرالدین العینی واثرہ فی علم الحدیث: ص۱۳۱تا۱۳۲مطبوعہ دار البشائر الاسلامیہ بیروت)

۶: نجم الدین احمد بن اسمعیل بن محمد المعروف ابن کشک:

آپ تقریباً ۷۲۰ھ کو پیدا ہوئے۔شیخ حجار سے ''صحیح بخاری'' کا سماع کیا۔اور ان علماء نے آپ کو اجازت حدیث دی:

ابوالنصر بن شیرازی ، یحییٰ بن محمد بن سعد، قاسم بن مظفر، ست الفقہاء بنت الواسطی، احمد بن علی بن زراد، زینب بنت عمر بن سکر اور قاسم بن عساکر۔رحمہم اللہ۔آپ کئی مرتبہ'' قاہرہ'' اور'' دمشق'' کے قاضی بنے اور کئی جگہ تدریس فرمائی۔حدیث، فقہ اور فروع کے عارف تھے۔

علامہ بدرالدین عینی رحمہ اللہ نے ان سے ''صحیح بخاری'' کا سماع کیا۔یہ روایت کرتے ہیں ''ابوالعباس احمد بن ابوطالب الحجار سے وہ حسین بن مبارک زبیدی سے'' یہ سند لطائف میں سے ہے اس لیے کہ یہ چاروں حنفی ہیں جو ایک دوسرے سے روایت کر رہے ہیں وہ روایت یوں ہے: ''بدرالدین العینی از ابن الکشک از حجار از زبیدی''۔رحمہم اللہ۔ آپ کو آپ کے اپنے پاگل بھائی نے چھری ماری جس کی وجہ سے تقریباً اسی (۸۰) سال کی عمر میں ۷۹۹ھ میں آپ فوت ہو گئے۔رحمہ اللہ۔

(بدر الدین العینی و اثرہ فی علم الحدیث: ص۱۳۳ مطبوعہ دار البشائر الاسلامیہ بیروت)

۷: تقی الدین ابوبکر محمد بن محمد بن عبدالرحمٰن الدجوی القاہری الشافعی:

۷۳۷ھ میں آپ کی ولادت ہوئی۔آپ نے علم فقہ حاصل کیا۔آپ علم میں اپنے زمانے کے علماء سے آگے نکل گئے تھے۔آپ نے علامہ عرضی، علامہ میدومی، علامہ مظفرالدین ابن العطار وغیرہ علماء رحمہم اللہ سے حدیث کا سماع کیا۔ آپ عربیۃ، لغت، غریب، حساب، تاریخ اور فقہ وغیرہ میں انتہائی قابل تھے۔آپ پیچیدہ خط کے ساتھ کتابت کرتے تھے۔علامہ بدرالدین عینی رحمہ اللہ نے ''نسائی'' کے سوا ''صحاح ستہ'' کا سماع ان سے کیا، نیز مسند امام احمد، مسند دارمی اور مسند عبد بن حمید کا سماع بھی ان سے کیا۔اٹھارہ (۱۸) جمادی الاولیٰ ۸۰۹ھ میں آپ فوت ہو گئے تھے۔رحمہ اللہ۔

(الضوء اللامع: ج۹ص۸۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان)

۸: ابوالحسن نورالدین علی بن ابوبکر الھیثمی الشافعی رحمہ اللہ:

آپ ۷۳۵ھ میں پیدا ہوئے۔بچپن ہی میں شیخ الاسلام زین الدین عراقی رحمہ اللہ کے ساتھ چمٹ گئے۔ان ہی کے ساتھ طلب علم کے لیے دور دراز کے علاقوں کا سفر کیا۔سفر و حضر میں کبھی ان سے جدا نہیں ہوئے۔علامہ زین الدین عراقی رحمہ اللہ کی اکثر تصانیف آپ نے تحریر فرمائیں اور آپ کی مجلس علم کی تمام املاء کو ضبط تحریر میں لائے۔آپ امام، زاہد، عالم، حافظ، منکسر المزاج، دنیا کے جاہ و جمال سے دور اور لوگوں کے ہاں محبوب انسان تھے۔تہجد کی نماز کبھی ترک نہیں فرمائی۔جب ان سے حدیث کے بارے میں پوچھا جاتا اس قدر سرعت اور تیزی کے ساتھ جواب دیتے، کہ پوچھنے والے یہ کہنے پر مجبور ہو جاتے:

انہ احفظ من العراقی — کہ یہ اپنے استاذ عراقی سے زیادہ حافظہ رکھنے والے ہیں۔

شیخ زین الدین عراقی رحمہ اللہ کے علاوہ آپ نے دیگر مشائخ مثلاً ابوالفتح المیدومی، ابن الملوک، ابن القطروانی، ابن الخباز اور ابن الحموی وغیرہ علماء رحمہم اللہ سے استفادہ کیا۔آپ کی بہت زیادہ تصنیفات و تالیفات ہیں۔جن میں سے سرفہرست ''مجمع الزوائد و منبع الفوائد'' ہے۔اللہ تعالیٰ نے اس کتاب کو انتہائی مقبولیت سے نوازا ہے۔مشرق و مغرب میں اس کتاب کے ڈنکے بج رہے ہیں۔اس کے علاوہ دیگر بہت ساری تصنیفات ہیں۔

آپ کے تلامذہ کی بھی ایک بہت بڑی تعداد ہے۔ جن میں سے سرفہرست ہمارے مترجم ممدوح علامہ بدرالدین عینی رحمہ اللہ اور شیخ الاسلام حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ ہیں۔

وفات:

۷۸۰ھ میں آپ رحمہ اللہ فوت ہو گئے تھے۔

(الضوء اللامع: (ملخصا) ج۵ ص۱۷۹ تا ۱۸۱ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان)

۹: قطب الدین عبدالکریم بن محمد بن عبدالکریم الحلبی المصری:

آپ ۷۳۶ھ میں پیدا ہوئے۔ اولاً قرآن مجید حفظ کیا۔ پھر ان شیوخ سے دیگر علوم میں استفادہ کیا: شیخ حسن الاربلی، احمد بن علی المستولی، ابن غالی، محمد بن اسماعیل الایوبی، شیخ الاسلام عزالدین ابن جماعہ، ابوالحجاج حافظ جمال الدین مزی، حافظ شمس الدین ذہبی اور شیخ ابن القماح وغیرہ علماء رحمہم اللہ۔ علامہ بدرالدین عینی رحمہ اللہ نے آپ سے امام طبرانی رحمہ اللہ کی تالیف ''المعجم الکبیر'' پڑھی ہے۔

وفات:

۸ رجب ۸۰۹ھ میں آپ فوت ہو گئے تھے۔ رحمہ اللہ۔

(الضوء اللامع: (ملخصا) ج۴ ص۲۸۰ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان)

۱۰: محمد بن محمد بن عبداللطیف بن احمد المعروف ابن الکویک السکندری القاہری الشافعی:

ماہ ذوالقعدہ ۷۳۷ھ میں ایک علمی اور نیک بخت گھرانے میں پیدا ہوئے۔

آپ کے چند مشائخ یہ ہیں:

حافظ جمال الدین مزی، زینب بنت کمال، علی بن عبدالمومن، عزالدین ابن جماعہ اور قلانسی وغیرہ علماء۔ رحمہم اللہ۔

آپ کو اللہ تعالیٰ نے لمبی عمر عطا فرمائی تھی۔ آپ کی اسناد عالی تھیں، جس کی وجہ سے طلباء بالعموم اور حافظ ابن حجر العسقلانی بالخصوص ان کی طرف رغبت رکھتے تھے۔ دنیا کی زیب و زینت سے الگ تھلگ ہو کر گھر میں حدیث پاک پڑھاتے

تھے۔ شیخ الاسلام حافظ بدرالدین عینی رحمہ اللہ نے آپ سے قاضی عیاض مالکی رحمہ اللہ کی تصنیف ''شفاء شریف'' از اول تا آخر پڑھی۔ اور شیخ ابن الکویک رحمہ اللہ نے مترجم ممدوح کو اپنی تمام مرویات و مسموعات کی اجازت بھی عنایت فرمائی۔

وفات:

۲۵ ذوالقعدہ ۸۲۱ھ میں فوت ہو گئے تھے۔ رحمہ اللہ۔

(الضوء اللامع: (ملخصا) ج۹ ص۹۸ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ، بیروت لبنان)

۱۱: جمال الدین یوسف بن موسیٰ بن محمد الملطی الحنفی:

آپ ۷۲۵ھ میں پیدا ہوئے۔ آپ نے اپنے شہر ''ملطیہ'' میں نشو ونما پائی پھر مزید حصول علم کی خاطر ''حلب'' تشریف لے گئے۔ وہاں سے علم میں پختگی حاصل کر کے مصر کی طرف روانہ ہو گئے۔ پھر وہاں سے کبار مشائخ: مثلاً علاؤ الدین ابن الترکمانی، مغلطائی اور عزالدین ابن جماعہ وغیرہ علماء رحمہم اللہ سے استفادہ کیا۔ آپ اس وقت کے مذہب حنفی کے امام جانے جاتے تھے۔ فتوی نویسی کی، طلباء کو پڑھایا، ہر روز پچیس درہم راہ خدا میں خرچ کرتے، نیک سیرت اور خوش اخلاق انسان تھے۔ آپ کو ''تفسیر کشاف'' مکمل یاد تھی۔ بادشاہ برقوق الظاہر نے عہدہ قضاء بھی آپ کے حوالہ کر دیا تھا۔ شیخ الاسلام حافظ بدرالدین عینی رحمہ اللہ نے ''ہدایہ شریف''، ''منتخب الاصول'' (حسامی) اور ''اصول بزدوی'' کئی مرتبہ آپ سے پڑھیں۔

وفات:

۱۸ ربیع الثانی ۸۰۳ھ میں آپ فوت ہو گئے تھے۔ رحمہ اللہ۔

(الضوء اللامع: (ملخصا) ج۱۰ ص۳۰۶ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان)

۱۲: ابوالحسن نورالدین علی بن محمد بن عبدالکریم الفوی القاہری الشافعی:

آپ سے علامہ بدرالدین عینی رحمہ اللہ نے امام نسائی کی کتاب ''السنن الکبری''، ''سنن دار قطنی'' اور ابن مالک کی ''کتاب التسهیل'' پڑھی۔

وفات:

۸۲۷ھ میں آپ فوت ہو گئے تھے۔ رحمہ اللہ۔

(الضوء اللامع: (ملخصاً) ج ۵ ص ۲۷۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان)

۱۳: ابو الفتح محمد بن احمد بن محمد العسقلانی المصری:

علامہ بدر الدین عینی رحمہ اللہ نے ان سے علم قراءت کی ''کتاب الشاطبیہ'' کا سماع کیا۔

وفات:

ماہ محرم الحرام ۷۹۳ھ میں آپ فوت ہو گئے تھے۔ رحمہ اللہ۔

(بدر الدین العینی و اثرہ فی علم الحدیث: ص ۱۳۸ مطبوعہ دار البشائر الاسلامیہ بیروت)

۱۴: جبریل بن صالح بن اسرائیل البغدادی العیثابی:

حافظ بدر الدین عینی رحمہ اللہ نے ان سے تفسیر کشاف، مجمع البحرین، تنقیح بمع توضیح اور شرح المشارق پڑھیں۔

وفات:

۷۹۴ھ میں آپ فوت ہو گئے تھے۔ رحمہ اللہ۔

نوٹ:

ان کا تذکرہ صرف علامہ بدر الدین عینی رحمہ اللہ نے کیا ہے۔

(عقد الجمان فی تاریخ اهل الزمان: ج ۲۶ ص ۴۴۰ مخطوط دار الکتب المصریہ)

(بدر الدین العینی واثرہ فی علم الحدیث: ص ۱۳۸ مطبوعہ دار البشائر الاسلامیہ بیروت)

۱۵: محمد بن عبد اللہ بن احمد المشهور ابن زین العرب:

آپ حدیث پاک کی کتاب ''مصابیح السنة'' کے شارح بھی ہیں۔ شیخ الاسلام بدر الدین عینی رحمہ اللہ نے

ان سے قرآن مجید کا کچھ حصہ حفظ کیا۔

وفات:

۷۹۳ھ میں آپ فوت ہو گئے تھے۔ رحمہ اللہ۔

نوٹ:

ان کا تذکرہ ان کے شاگرد حافظ بدر الدین عینی رحمہ اللہ کے علاوہ کسی مؤرخ نے نہیں کیا۔

(عقد الجمان فی تاریخ اهل الزمان: ج ۲۶ ص ۴۳۴ مخطوط دار الکتب المصریہ)

(بدر الدین العینی واثرہ فی علم الحدیث: ص ۱۳۸ مطبوعہ دار البشائر الاسلامیہ بیروت)

۱۶: محمود بن احمد بن ابراہیم القزوینی:

آپ عمدہ لکھاری تھے، حسن کتابت میں اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے۔ علامہ عینی رحمہ اللہ اپنے والد گرامی کے حکم پر ایک عرصہ تک ان سے فن خطاطی سیکھتے رہے۔

وفات:

ان کی تاریخ وفات معلوم نہیں ہو سکی۔ ان کا تذکرہ بھی صرف مترجم ممدوح رحمہ اللہ نے کیا ہے۔

(عقد الجمان فی تاریخ اهل الزمان: ج ۲۶ ص ۴۵۰ مخطوط دار الکتب المصریہ)

(بدر الدین العینی واثرہ فی علم الحدیث: ص ۱۳۹ مطبوعہ دار البشائر الاسلامیہ بیروت)

۱۷: مجد الدین حسین بن محمد بن اسرائیل الحنفی العیثابی:

آپ صالح اور متقی شخص تھے۔ فن قراءت کے فاضل تھے۔ علامہ بدر الدین عینی رحمہ اللہ نے مکمل قرآن مجید ''قراءت حفص'' کے ساتھ ان سے پڑھا ہے۔ اور ''شاطبیہ'' کا بھی سماع ان سے کیا ہے۔

وفات:

۷۹۲ھ میں آپ فوت ہو گئے تھے۔ رحمہ اللہ۔

ان کا تذکرہ بھی صرف صاحب ترجمہ رحمہ اللہ نے کیا ہے۔

(عقد الجمان فی تاریخ اھل الزمان: ج ۲۶ ص ۴۱۴ مخطوط دار الکتب المصریہ)

(بدر الدین العینی واثرہ فی علم الحدیث: ص ۳۹ مطبوعہ دار البشائر الاسلامیہ بیروت)

۱۸: میکائیل بن حسین بن اسرائیل الحنفی عینتابی:

حافظ بدر الدین عینی رحمہ اللہ نے "المغنی فی الاصول، المنظومہ فی الخلافیات، المختار اور کنز الدقائق" ان سے پڑھی ہیں۔

وفات:

۷۹۸ھ میں آپ نے دار فنا سے دار بقاء کی طرف رحلت فرمائی۔ رحمہ اللہ۔

(بدر الدین العینی و اثرہ فی علم الحدیث: ص ۱۳۹ مطبوعہ دار البشائر الاسلامیہ بیروت)

۱۹: جلال الدین احمد بن یوسف بن طوع بن رسلان الحنفی:

آپ "مدرسہ صرغتمشیہ" کے شیخ الحدیث تھے۔ آپ نے علامہ عینی رحمہ اللہ کو اپنی تمام مسموعات، فتوی نویسی، تدریس اور تمام عقلی و نقلی علوم کی اجازت عطا فرمائی تھی۔

وفات:

۷۹۳ھ میں آپ فوت ہو گئے تھے۔ رحمہ اللہ۔

(بدر الدین العینی و اثرہ فی علم الحدیث: ص ۱۴۰ مطبوعہ دار البشائر الاسلامیہ بیروت)

۲۰: زین الدین ابو المحاسن تغری برمش بن یوسف ترکمانی قاہری حنفی:

آپ نے اپنے علاقہ میں تعلیم کا آغاز فرمایا۔ پھر بادشاہ ظاہر برقوق کے دور حکومت میں "قاہرہ" تشریف لائے مذہب کے فروعی مسائل کے انتہائی ماہر تھے۔ شیخ الاسلام بدر الدین عینی رحمہ اللہ نے "شرح معانی الآثار" اور "مصابیح السنۃ" ان سے پڑھیں۔

(الضوء اللامع: (ملخصاً) ج ۳ ص ۲۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان)

۲۱: شہاب الدین احمد بن خاص الترکی الحنفی۔

علامہ بدر الدین عینی رحمہ اللہ نے زیادہ تر علم فقہ اور علم حدیث ان سے پڑھا ہے۔ اور ان کی انتہا درجہ کی تعظیم و توقیر کرتے تھے۔

وفات:

۸۰۹ھ میں آپ فوت ہو گئے تھے۔ رحمہ اللہ۔

(الضوء اللامع: (ملخصاً) ج ۱ ص ۲۴۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان)

۲۲: احمد بن خلیل بن یوسف بن عبد الرحمٰن عینتابی حنفی مقری:

شیخ الاسلام حافظ بدر الدین عینی رحمہ اللہ نے روایتِ حفص اور دیگر روایات کے ساتھ ان سے کئی بار قرآن مجید از اول تا آخر پڑھا ہے۔

علامہ عینی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

قرأت علیه کتاب النونیة وبعض الشاطبیة وذالك فی حدود سنتستة و سبعین و سبعمائة وانا مناهز للبلوغ ومراهق للادراك

۷۷۶ھ کے آغاز حدود میں میں نے ان سے "کتاب النونیۃ" اور کچھ "شاطبیہ" پڑھی اس وقت میں قریب البلوغ تھا۔

وفات:

۸۰۳ھ میں آپ فوت ہو گئے تھے۔ رحمہ اللہ۔

(الضوء اللامع: (ملخصاً) ج ۱ ص ۲۴۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان)

۲۳: بدر الدین محمود بن محمد بن عبد اللہ الواعظ رومی:

زاہد، عارف، عالم، فاضل، ماہر، متقی اور پرہیزگار شخص تھے۔ علامہ عینی رحمہ اللہ "عقد الجمان فی تاریخ اھل الزمان" میں لکھتے ہیں:

كان متجنباً عن الناس مشتغلا بالعبادة والا شتغال بالعلوم والوعظ و التذ كير للناس وادرك فى بلاد الروم كبار مشائخنا واخذ العلم عنهم ولم يزل يذ كر الناس ويعظهم الى ان ادركته المنية

(بدرالدين العينى وجهوده فى علوم الحديث: ص ۵۴ مطبوعہ دارالنوادر بیروت)

لوگوں سے کنارہ کش رہنے والے، عبادت میں مصروف، دینی علوم اور لوگوں کو وعظ و نصیحت کرنے میں مشغول رہنے والے شخص تھے۔ آپ نے ''روم'' کے علاقوں میں ہمارے بڑے بڑے مشائخ کو پایا اور ان سے استفادہ کیا۔ آپ تاحیات لوگوں کو وعظ و نصیحت کرتے رہے۔

علامہ بدرالدین عینی رحمہ اللہ نے ''عینتاب'' میں ان سے ''تصریف العزی''، ''مصابیح السنۃ'' اور ''السراجی'' پڑھی۔

وفات:

۷۹۵ھ میں آپ فوت ہو گئے تھے۔ رحمہ اللہ۔

علامہ سخاوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

وقال البدر العينى ذكرته فيها تبركا والا فقد مات قبلها بكثير كما تقدم قلت و هذا من البدر عجيب

(الضوء اللامع: ج ۱۰ ص ۱۳۵ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان)

علامہ بدرالدین عینی رحمہ اللہ نے کہا: ''میں نے ان کا اپنی اس تاریخ کے ان حوادث میں تذکرہ بطور تبرک کے کیا ہے۔ ورنہ وہ ان حوادث سے بہت عرصہ پہلے وفات پا چکے تھے، جیسا کہ گزر چکا ہے میں (امام سخاوی رحمہ اللہ) کہتا ہوں علامہ بدرالدین عینی رحمہ اللہ کی یہ بات بڑی حیرت انگیز ہے۔

میں (راقم الحروف محمد اللہ بخش عفا اللہ عنہ) کہتا ہوں: اس سے بڑھ کر حیرت امام سخاوی رحمہ اللہ پر ہے کیونکہ انہوں نے کتاب کے آغاز میں یہ شرط لگائی ہے کہ اس تاریخ میں نویں صدی کے علماء رحمہم اللہ کا تذکرہ ہوگا۔ اور یہ علامہ محمود واعظ رومی رحمہ اللہ آٹھویں صدی کے ہیں۔ امام سخاوی رحمہ اللہ نے اپنی شرط پر عملدرآمدگی ترک کر دی۔ فتفکر۔

۲۴: خیرالدین خلیل بن احمد بن محمد المشرقی العینتابی القصیر (چھوٹے قد والے):

انتہائی پاکیزہ، باطہارت اور پاک دامن شخص تھے۔ علامہ عینی رحمہ اللہ نے ان سے یہ کتب پڑھیں ہیں: ''کتاب التقدمہ فی علم اللغۃ''، ''تصریف العزی''، ''تصریف الہارونیۃ''، ''کتاب العروض'' ''المصباح فی علم النحو''، ''الجمل فی علم الصرف'' اور ''المتوسط شرح کافیہ''۔

وفات:

پینسٹھ سال کی عمر میں ۷۹۲ھ میں فوت ہو گئے تھے۔ رحمہ اللہ۔

یاد رہے ان کا تذکرہ بھی صرف علامہ عینی رحمہ اللہ نے اپنی تاریخ میں کیا ہے۔

(عقدالجمان فی تاریخ اهل الزمان: ج ۲۶ ص ۴۲۱ مخطوط دارالکتب المصریہ)

(بدرالدين العينى واثره فى علم الحديث: ص ۱۴۱ مطبوعہ دارالبشائر الاسلامیہ بیروت)

۲۵: احمد بن یوسف السرماری الحنفی ذوالنون:

علامہ بدرالدین عینی رحمہ اللہ نے ان سے ''المصباح فی علم النحو'' پڑھی ہے۔

وفات:

۷۷۷ھ میں آپ فوت ہو گئے تھے۔ رحمہ اللہ۔

(بدرالدين العينى و اثره فى علم الحديث: ص ۱۴۱ مطبوعہ دارالبشائر الاسلامیہ بیروت)

۲۶: حیدر بن محمد بن ابراہیم الحلبی الھروی الحنفی الرومی:

شیخ صالح یوسف معتوق لکھتے ہیں:

مجھے کسی کتاب میں ان کا تذکرہ نہیں مل سکا۔ ہاں! بروکلمان نے جہاں ''سراجی'' کی شروحات کا تذکرہ کیا ہے، وہاں لکھا ہے کہ علامہ بدرالدین عینی رحمہ اللہ نے ان سے ان کی اپنی ''شرح سراجی'' پڑھی ہے۔

وفات:

۸۳۰ھ میں آپ فوت ہوگئے تھے۔ رحمہ اللہ۔

(تاریخ الادب العربی: ج۶ ص ۳۳۵ مطبوعہ دار المعارف مصر)

(بدر الدین العینی واثرہ فی علم الحدیث: ص۱۴۲ مطبوعہ دار البشائر الاسلامیہ بیروت)

۲۷: حسام الدین ابو المحاسن الرھاوی:

علامہ بدر الدین عینی رحمہ اللہ نے ان سے ان کی اپنی تصنیف ''البحار الزاخرۃ فی الفقہ علی المذاھب الا ربعۃ'' پڑھی ہے۔ شیخ صالح یوسف معتوق کہتے ہیں: مجھے ان کے حالات نہیں مل سکے۔

(بدر الدین العینی واثرہ فی علم الحدیث: ص۱۴۲ مطبوعہ دار البشائر الاسلامیہ بیروت)

۲۸: سراج الدین عمر:

ان سے علامہ عینی رحمہ اللہ نے ''الصحاح' للجوھری'' پڑھی ہے۔ شیخ صالح کہتے ہیں: مجھے ان کے حالات نہیں مل سکے۔

(بدر الدین العینی واثرہ فی علم الحدیث: ص۱۴۲ مطبوعہ دار البشائر الاسلامیہ بیروت)

۲۹: عز الدین محمد بن عبد الطیف بن احمد ابن الکویک:

علامہ عینی رحمہ اللہ نے ان سے بھی استفادہ کیا ہے۔

وفات:

۸۰۷ھ میں آپ فوت ہوگئے تھے۔ رحمہ اللہ۔

(بدر الدین العینی و اثرہ فی علم الحدیث: ص۱۴۲ مطبوعہ دار البشائر الاسلامیہ بیروت)

۳۰: شمس الدین محمد الراعی ابن الزاہد:

آپ شارح ہدایہ علامہ اکمل الدین بابرتی رحمہ اللہ کے شاگرد ہیں۔ علامہ عینی رحمہ اللہ نے ان سے یہ کتب پڑھی ہیں:

''رموز الحکم''، ''شرح شمسیہ (قطبی)''، ''شرح مطالع''، ''مراح الارواح'' اور ''الشافیہ''۔ شیخ صالح کہتے ہیں: مجھے ان کے حالات بھی دستیاب نہیں ہو سکے۔

(بدر الدین العینی واثرہ فی علم الحدیث: ص۱۴۳ مطبوعہ دار البشائر الاسلامیہ بیروت)

۳۱: علاؤ الدین الکختاوی رحمہ اللہ:

۳۲: ولی الدین البھنسی رحمہ اللہ:

۳۳: بدر الدین الکشافی رحمہ اللہ:

ان تینوں کے حالات نہیں مل سکے۔

(بدر الدین العینی واثرہ فی علم الحدیث: ص۱۴۳ مطبوعہ دار البشائر الاسلامیہ بیروت)

۳۴: شیخ الاسلام حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ:

علامہ بدر الدین عینی رحمہ اللہ ''شرح معانی الآثار'' کے رجال پر جب کتاب لکھ رہے تھے تو اس دوران ان سے خوب استفادہ فرماتے رہے۔ قالہ السخاوی فی الضوء اللامع۔

میں (راقم) کہتا ہوں: یہ ایسے ہے جیسے شیخ الاسلام حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ''المعجم المختص'' میں شیخ الاسلام تقی الدین سبکی رحمہ اللہ کے متعلق لکھا ہے:

قرأت انا علیه وقرأ هو علی — میں نے ان سے پڑھا اور انہوں نے مجھ سے پڑھا۔

اور حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ بھی علامہ بدر الدین عینی رحمہ اللہ کے شاگرد ہیں۔ انہوں نے علامہ عینی رحمہ اللہ سے کچھ ''صحیح مسلم'' اور کچھ ''مسند احمد بن حنبل'' پڑھی ہے۔ قالہ السخاوی فی الضوء اللامع۔ واللہ اعلم۔

نوٹ:

آپ کے مزید کچھ حالات آئندہ صفحات میں ملاحظہ فرمائیں:

والحمد لله رب العلمين-جمعة المبارك ٢٤ ستمبر ٢٠١٤ـ ٢٨ ذوالحجہ ١٤٣٥ھ ـ

چوتھا باب:

علامہ بدرالدین عینی رحمہ اللہ کے اہم تلامذہ:

''قاہرہ'' کے دیگر مدارس میں کئی سال تدریس کے فرائض سرانجام دینے کے علاوہ آپ نے اپنے مدرسہ ''مؤیدیہ'' میں مسلسل بلاناغہ چھتیس (۳۶) سال حدیث مبارک پڑھائی۔ اس کے علاوہ تاریخ، نحو، ادب، فقہ اور عروض وغیرہ علوم کی بھی تدریس فرمائی ہے۔ جس سے یہ نتیجہ سامنے آتا ہے کہ آپ کے تلامذہ کی تعداد بے شمار ہے اور اس کا حصر نہایت مشکل ہے۔

شیخ صالح یوسف لکھتے ہیں:

وقد تتبعت تراجم الضوء اللامع من اوله الی أخره فما استطعت ان اجمع اکثر من ثلاثة وخمسين تلميذاً صرح السخاوی انهم اخذ واعن البدر العينی ثم زدت اربعة من مصادر اخری ولا شك ان هذا اجحاف لقدر العينی وفضله وغمط لاثره فی طلاب العلم دفعت اليه العصبية للمذهب والشيخ والبلد

(بدرالدين العينی واثره فی علم الحديث: ص ۱۴۵ مطبوعہ دارالبشائرالاسلامیہ بیروت)

میں نے امام سخاوی رحمہ اللہ کی کتاب ''الضوء اللامع'' کی از اول تا آخر تتبع اور مکمل چھان بین کی ہے ۔لیکن میں اس کتاب سے ترپن (۵۳) سے زیادہ آپ کے شاگرد اکٹھے نہیں کر سکا، ان شاگردوں کی علامہ سخاوی رحمہ اللہ نے تصریح کی ہے کہ انہوں نے علامہ بدرالدین عینی رحمہ اللہ سے علم حاصل کیا ہے۔ پھر میں نے دوسرے مصادر سے چار اور کا اضافہ کیا ہے (جس کا نتیجہ ہے کہ کل تلامذہ ترپن (۵۳) بنتے ہیں) اس بات میں کوئی شک نہیں ہے کہ (امام سخاوی رحمہ اللہ کا) یہ عمل علامہ بدرالدین عینی رحمہ اللہ کے مقام ومرتبہ میں نقص فاحش اور طالبانِ علم میں آپ کے اثر ورسوخ کو پست کرنے والا ہے (جو قطعاً درست نہیں ہے) اور اس کا سبب (امام سخاوی رحمہ اللہ کا) مذہب (شافعیہ)، شیخ (حافظ ابن حجر رحمہ اللہ) اور شہر (مصر) کا تعصب ہے۔ (نعوذ باللہ من ذلک)

نیز لکھتے ہیں:

وہ علمی جگہیں، جہاں علامہ بدرالدین عینی رحمہ اللہ درس وتدریس فرماتے رہے، اگر ہم ان کی تعداد کی طرف نظر دوڑائیں تو آپ کے تلامذہ کی تعداد بھی بکثرت بن جاتی ہے، تو جیسے آپ کے چشمہ علم سے محدثین، فقہاء اور اصولیین سیراب ہوئے اسی طرح آپ کے چشمہ فیض سے مؤرخین اور نحویین بھی سیراب ہوتے رہے۔ اسی طرح جیسے ان تلامذہ میں سے کچھ ''مذہب حنفی'' کے پیروکار تھے، ایسے ہی مذاہب ثلاثہ (شافعی، مالکی، حنبلی) کے پیروکار بھی آپ کے حلقہ تلامذہ میں سرفہرست نظر آتے ہیں۔ جیسے مصری، شامی لوگ آپ کے پاس طلب علم کے لیے آتے رہے، ایسے ہی بلا امتیاز حجازی اور مغربی لوگ بھی آپ کے پاس طلب علم کے لیے حاضر ہوتے رہے۔

(بدرالدین العینی واثرہ فی علم الحدیث: ص ۱۴۵ مطبوعہ دارالبشائر الاسلامیہ بیروت)

جن طلباء نے آپ سے علم حاصل کیا، یا آپ کو لازم کئے رکھا، یا جنہوں نے سماع کیا، یا جنہوں نے اجازت حاصل کی اور علامہ عینی رحمہ اللہ نے انہیں اجازت عنایت فرمائی ہے، ان میں سے چند کا ذکر درج ذیل ہے۔

۱: محمد بن عبدالواحد بن عبدالحمید السیواسی کمال الدین ابن ہمام الاسکندری القاہری الحنفی صاحب ''فتح القدیر'' شرح ''ہدایہ'':

آپ کے والد گرامی ''روم'' کے شہر ''سیواس'' میں قاضی تھے۔ پھر وہاں سے ''اسکندریہ'' منتقل ہوئے۔ وہاں کا بھی عہدہ قضاء آپ کے حوالہ کیا گیا اور اسی جگہ علامہ ابن ہمام رحمہ اللہ کی ۷۸۸ھ میں پیدائش ہوئی۔ ابھی دس سال عمر ہوئی تھی کہ آپ کے والد ماجد کی وفات ہوگئی۔ تو آپ اپنی نانی جان کی کفالت میں پروان چڑھے۔ آپ نے جن جن اساتذہ سے کسب فیض کیا ان میں سے چند یہ ہیں: سراج الدین قاری ''ہدایہ''، شمس الدین البساطی، جلال الدین ہندی، یوسف حمیدی، ابوزرعہ العراقی، ابن حجر عسقلانی اور بدرالدین عینی رحمہم اللہ۔

علامہ بدرالدین عینی رحمہ اللہ سے تعلق:

علامہ ابن ہمام رحمہ اللہ کا علامہ بدرالدین عینی رحمہ اللہ سے تعلق اس طرح تھا کہ علامہ ابن ہمام رحمہ اللہ، علامہ

بدرالدین عینی رحمہ اللہ کے مدرسہ کے شیخ الحدیث مقرر تھے اور فارغ اوقات میں آپ سے ''الدواوین السبع فی اشعار العرب'' کا سماع کرتے تھے۔

آپ امام، علامہ، اصول الدیانات، تفسیر، فقہ، اصول فقہ، فرائض، حساب، تصوف، نحو، صرف، معانی، بیان، بدیع، منطق، جدل، ادب، موسیقی اور تمام معقولات ومنقولات کے عارف اور ماہر تھے، شیخ عزالدین ابن جماعہ رحمہ اللہ کو جب پتہ چلتا کہ ''علامہ ابن ہمام'' میرے حلقہ درس میں آرہے ہیں تو وہ فی الفور پڑھانا چھوڑ دیتے۔

جب شیخ بساطی کا علاؤالدین بخاری کے ساتھ مناظرہ طے پایا (یہ دونوں بواسطہ ابن الفارض آپ کے استاذ بھی تھے) تو کہا گیا تمہارے درمیان فیصلہ کون کرے گا؟ تو کہنے لگے ابن ہمام۔

لانه يصلح ان يكون حكم العلماء — کیونکہ یہ اس قابل ہیں کہ علماء کے درمیان ثالثی کا کردار ادا کریں۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ آپ ایسے شخص تھے جن میں صلاح، زہد، تحقیق، کامل طریقہ پر موجود تھا۔ نیز آپ تصانیف میں شدید انصاف کرنے والے اور غیر جانبدار تھے۔

امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمہ اللہ اپنے ''فتاوی رضویہ شریف'' میں جابجا انہیں ''محقق علی الاطلاق'' کے لقب سے یاد فرماتے ہیں۔ آپ نے ان مدارس میں تدریس فرمائی ہے:

''مدرسۃ المنصوریۃ''، ''مدرسۃ الاشرفیۃ''، ''مدرسۃ قبۃ الصالح'' اور ''الجامعۃ المؤیدیۃ'' وغیرہ۔ آپ ترکی اور فارسی زبان میں گفتگو کرتے تھے۔ آپ حج کرنے کے لیے تشریف لے گئے۔ وہاں زم زم کا پانی اس نیت سے پیا کہ اللہ تعالیٰ مجھے اسلام پر استقامت نصیب فرمائے اور اسلام پر مجھے موت عطا فرمائے۔

آپ کے بے شمار تلامذہ ہیں:

جن میں سے چند یہ ہیں: شیخ تقی الدین شمنی حنفی، علامہ قاسم بن قطلو بغا حنفی، علامہ سیف الدین بن قطلو بغا حنفی، علامہ ابن خضر شافعی، علامہ مناوی شافعی، شیخ عبادہ مالکی، شیخ طاہر مالکی، شیخ المالکیہ علامہ قرافی مالکی اور جمال الدین ابن ہشام حنبلی رحمہم اللہ۔ آپ کی بے شمار تصانیف ہیں۔ جن میں سے سب سے مشہور کتاب ''فتح القدیر شرح ہدایہ'' ہے۔

"کتاب الوکالۃ" تک پہنچے تھے کہ وقت اجل آگیا۔ یہ ایسی عظیم کتاب ہے کہ فقہ حنفی کیا تمام مذاہب میں اس جیسی فقہ کی کتاب کی نظیر نہیں ملتی۔ جیسا کہ یہی بات علامہ عبدالعزیز پرہاڑوی رحمہ اللہ نے

"کوثر النبی فی اصول الحدیث النبوی" میں لکھی ہے۔

وفات:

۸۶۱ھ کو آپ رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

(الفوائد البهیه فی تراجم الحنفیه: ص ۲۹۶ مطبوعہ دارارقم بیروت)

(الضوء اللامع: (ملخصاً) ج ۸ ص ۱۰۸ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان)

نوٹ:

یاد رہے امام شمس الدین سخاوی رحمہ اللہ نے علامہ ابن ہمام رحمہ اللہ کے حالات میں مکمل ایک ضخیم کتاب تصنیف فرمائی ہے۔ انظر الضوء اللامع۔

۲: علامہ شمس الدین ابوالخیر محمد بن عبدالرحمٰن بن محمد السخاوی القاہری الشافعی:

آپ ماہ ربیع الاول ۸۳۱ھ میں پیدا ہوئے۔ بچپن میں ہی قرآن مجید حفظ کر لیا۔ اسی طرح "عمدة الاحکام" "التنبیه"، "المنهاج"، "الفیه ابن مالك"، "الفیه عراقی"، "شرح نخبة الفکر" اور "شاطبیہ" آپ کو حفظ تھیں۔ جیسے جیسے کتابیں حفظ کرتے ساتھ ساتھ اپنے شیوخ کو زبانی سناتے تھے۔ آپ نے مکہ مکرمہ سفر کیا اور وہاں بیت اللہ شریف کے اندر پڑھایا، حجر اسود کے پاس بھی، غار حرا اور غار حراء کے اوپر مقام جعرانہ، منیٰ، مسجد خیف میں بھی پڑھایا۔ نیز دمیاط، اسکندریہ، سمنود، منوف علیا، فوہ، رشید، محلّہ، بعلبک، حلب، دمشق، خلیل، بیت المقدس اور غزہ وغیرہ علاقوں کا بھی طلب علم کے لیے سفر کیا۔ آپ امام، علامہ، عالم باعمل، حدیث، تفسیر، فقہ، اسماء الرجال، لغت، ادب اور تاریخ کے ماہر تھے حتیٰ کہ علم جرح وتعدیل آپ پر آکر ختم ہوگیا۔ آپ نے ۸۷۰ھ میں حج کیا وہاں مجاور بن کر رہے۔ اور وہاں کے علماء و مشائخ آپ کی تصانیف سے استفادہ کرتے رہے۔ آپ نے دارالحدیث الکاملیہ، صرغتمشیہ، برقوقیہ، فاضلیہ، منکوتمریہ

وغیرہ مدارس میں عرصہ دراز تک تدریس فرمائی۔ آپ نے شیخ الاسلام حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ کو لازم کر لیا تھا حتیٰ کہ ان سے بہت زیادہ علم کا استفادہ کیا۔ شاید ہی کوئی حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ کا تدریسی سبق ہو جو امام سخاوی نے نہ پڑھا ہو وگرنہ سارے اسباق میں شریک ہوتے رہے حتیٰ کہ اگر کلاس میں تاخیر کر دیتے تو حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ کسی خادم کو ان کے گھر کی طرف انہیں بلانے کے لیے بھیج دیتے۔ شیخ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ اور امام سخاوی رحمہ اللہ کے درمیان شدید منافست تھی۔ یہ مختصر کتاب اس اہل نہیں کہ وہ سب کچھ بیان کر سکے۔ آپ نے جن اساتذہ کرام و شیوخ عظام سے استفادہ کیا ہے ان کی تعداد تقریباً ایک ہزار ہے، ان میں سے مشہور و معروف یہ ہیں۔

شیخ محب بن نصر اللہ بغدادی حنبلی، شیخ جمال الدین عبداللہ زیتولی، شیخ زین الدین رضوان عقبی، شیخ برہان بن خضر، شیخ تقی الدین شمنی، علامہ ابن قطلو بغا، شیخ الاسلام حافظ بدرالدین عینی، شیخ الاسلام حافظ ابن حجر عسقلانی۔ رحمہم اللہ۔ علامہ بدرالدین عینی رحمہ اللہ نے ان کی بعض تصانیف پر تقریظ بھی رقم فرمائی ہے وہ تقریظ یہ ہے:

انه حوى فوائد كثيرة وزوائد غزيرة وابرز مخدرات المعانی بموضحات البيان حتىٰ جعل ماخفي كالعيان فدل على ان منشئه ممن يخوض في بحار العلوم ويستخرج من دررها المنثور والمنظوم وممن له يدطولى في بدائع التراكيب وتصرفات بليغة في صنائع التراتيب زاده الله تعالىٰ فضلاً يفوق به على انظاره وتسمو به في سماء قريحته قوة افكاره انه على ذلك قدير و بالا جابة جدير

(الضوء اللامع: (ملخصاً) ج ۸ ص ۲۴ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان)

بلاشبہ یہ کتاب بہت زیادہ فوائد اور زبردست زوائد پر مشتمل ہے، اور اس کتاب نے اپنے واضح بیان کے ساتھ پوشیدہ اور ڈھکے ہوئے معانی کو اس طرح ظاہر کر دیا حتیٰ کہ اس نے پوشیدہ چیزوں کو ظاہر کی طرح بنا دیا یہ اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ اس کا لکھنے والا ایسا شخص ہے جو علوم کے سمندروں میں غوطہ زن ہے اور علوم کے بکھرے ہوئے اور پروئے ہوئے موتیوں کو نکالتا ہے اور یہ ان علماء میں سے ایک ہے جنہیں بے مثل تراکیب میں یدطولی اور بے نظیر تراتیب میں مکمل تصرفات حاصل ہیں اللہ تعالیٰ ان کے فضل و مرتبہ میں اتنا اضافہ فرمائے جس سے یہ اپنے ہم مثلوں پر فائق ہو جائیں اور ان کی فکری قوتیں ان کی بلند ہمت طبیعت میں

سر بلند ہو جائیں ۔ بے شک وہ اس پر قادر ہے اور وہی (دعائیں) قبول کرنے کے لائق اور حقدار ہے۔

آپ کی بہت ساری تصانیف ہیں۔

ان میں سے سرفہرست یہ ہیں:

فتح المغیث فی شرح الفیۃ الحدیث ، الضوء اللامع لاہل القران التاسع ، الجواہر والدرر فی ترجمۃ شیخ الاسلام ابن حجر ، القول البدیع فی الصلوۃ علی الحبیب الشفیع ۔

وفات:

۹۰۲ھ میں آپ کی وفات ہوئی۔ رحمہ اللہ۔

(الضوء اللامع (ملخصاً): ج۸ص۳ تا ۲۵ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان)

۳: ابوالفضل احمد بن صدقہ بن احمد بن حسن عسقلانی قاہری شافعی المعروف ابن صیرفی:

سات ذوالحج ۸۲۹ھ میں پیدا ہوئے۔ آپ محدث ، مفسر، فقیہ، اصولی، ادیب، شاعر اور فلکی تھے۔ آپ نے ان اساتذہ سے کسب فیض کیا:

شہاب الدین سکندری ، ابن عطار، ابن یفتح اللہ اور ابن حجر عسقلانی وغیرہ رحمہم اللہ۔

آپ نے علامہ بدرالدین عینی رحمہ اللہ سے علم حدیث پڑھا اور آپ کی کتاب ''شرح الشواہد'' بھی پڑھی۔
آپ نے ''طیبر سیہ'' میں بخاری شریف، ''شیخونیہ'' میں فقہ اور ''برقوقیہ'' میں تفسیر پڑھی۔ علامہ مناوی کی جگہ آپ کو عہدہ قضاء بھی سونپا گیا۔ آپ کی بہت ساری تصنیفات ہیں۔ اور آپ کے تلامذہ کی تعداد بے شمار ہے۔

وفات:

۹۰۵ھ میں آپ کی وفات ہوئی۔ رحمہ اللہ

(الضوء اللامع: (ملخصاً) ج۱ص۲۶۳ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان)

۴: شرف الدین عیسی بن سلیمان بن خلف طنوبی قاہری شافعی:

آپ ۸۰۱ھ میں ''قاہرہ'' میں پیدا ہوئے۔ آپ فاضل، متقن، تکلفات سے دور رہنے والے اور علم وعلماء سے محبت کرنے والے شخص تھے۔ آپ نے ان اساتذہ سے کسب فیض کیا:

عزالدین ابن جماعہ، مجدالدین برماوی، شمس الدین شطنوفی، شمس الدین برماوی، ولی الدین عراقی، جلال الدین بلقینی اور حافظ بدرالدین عینی رحمہم اللہ۔ آپ کے بے شمار تلامذہ ہیں۔ جن میں سرفہرست ''امام سخاوی رحمہ اللہ'' ہیں۔ آپ قاضی بھی رہے ہیں۔ اور ''جامعۃ الازہر'' میں ''بخاری شریف'' بھی پڑھائی ہے۔ ''مدرسہ فیروز'' اور ''جامع حاکم'' میں ''مشیخۃ التصوف'' پر فائز رہے۔ آخر عمر میں آپ اختلاط کا شکار ہو گئے آپ کی کتب آپ کی حیات میں ہی بیچ دی گئیں

وفات:

ماہ صفر ۸۶۳ھ میں آپ کی وفات ہوئی۔

(الضوء اللامع: (ملخصاً) ج۶ ص ۱۳۸ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان)

۵: ابوالبرکات عزالدین احمد بن ابراہیم بن نصر اللہ کنانی عسقلانی قاہری حنبلی:

آپ چھبیس ذوالقعدہ ۸۰۰ھ میں شہر قاہرہ کے ''مدرسہ صالحیہ'' میں پیدا ہوئے۔ آپ امام ، عالم ، علامہ ، انتہائی عاجزی وانکساری والے ، تکلفات سے دور رہنے والے اور مذہب حنبلی کے شاہ سوار لوگوں میں سے تھے۔ آپ نے بیت اللہ کا حج کیا اور ''بیت المقدس'' کی زیارت کی، شہر خلیل گئے۔ اور ''ملک شام'' کے لیے دو مرتبہ سفر کیا۔ آپ نے ان مدارس میں تدریس فرمائی:

مدرسہ جمالیہ، مدرسہ حسنیہ، مسجد حاکم، مسجد ام سلطان، جامعہ ابن البابا، مدرسہ اشرفیہ، مدرسہ مؤیدیہ (یہ مدرسہ علامہ بدرالدین عینی رحمہ اللہ کا تھا) مدرسہ بربریہ، مدرسہ صالحیہ، جامع ابن طولون اور مدرسہ شیخونیہ۔ شیخ بدرالدین بغدادی رحمہ اللہ کے بعد حنبلی مذہب کا عہدہ قضاء آپ کے حوالے کیا گیا۔ آپ نے ''قاہرہ'' میں مسجد ، مدرسہ اور مسافر خانہ تعمیر فرمایا، آپ کا گھر ہر وقت یتیموں اور بیواؤں کا مسکن رہتا تھا۔ آپ نے ان اساتذہ سے کسب فیض کیا:

محب بن نصر، بدر بن دمامینی، عبدالسلام بغدادی ،عزالدین بن جماعہ، شہاب الدین بردینی، تقی الدین مقریزی اور حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہم اللہ اور آپ نے علامہ بدرالدین عینی رحمہ اللہ سے تاریخ پڑھی ہے، آپ نے ہر فن میں بطور نظم یا بطور نثر کتب تصنیف فرمائی ہیں۔

وفات:

ماہ جمادی الاولیٰ ۸۷۶ھ میں آپ کی وفات ہوئی۔ رحمہ اللہ۔

(الضوء اللامع: (ملخصاً) ج ۱ص ۱۷۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان)

۶: جمال الدین ابو المحاسن یوسف بن تغری بردی اتابکی قاہری حنفی:

آپ ماہ شوال ۸۱۳ھ میں مصر کے شہر ''قاہرہ'' میں پیدا ہوئے۔ بچپن میں ہی والد کا سایہ سر سے اٹھ گیا تو آپ کے بہنوئی قاضی القضاۃ ناصر الدین نے، پھر علامہ جلال الدین بلقینی رحمہما اللہ نے آپ کی کفالت اور تربیت فرمائی۔ آپ کو علم تاریخ سے بہت شغف تھا، اس لیے اس علم کے حصول کے لئے آپ نے ''علامہ تقی الدین مقریزی'' اور ''علامہ بدرالدین عینی رحمہما اللہ'' کو لازم کر لیا اور اس فن کے حصول کے لیے انتہا درجہ کی جدو جہد کی، حتیٰ کہ اس فن میں اپنے ہم عصروں سے فائق ہو گئے۔

اس بارے میں ایک جگہ لکھتے ہیں:

ولما انتهينا من الصلاة على قاضى القضاة بدرالدين العينى وفرغنا من دفنه بجامع الازهر قال لى البدر البغدادى الحنبلى خلالك البر فبض واصفر فلم ارد عليه وارسلت اليه بعد عودى الى منزلى ورقة بخط العينى هذا يسالنى فيه عن اشياء سئل عنها فى التاريخ من بعض الاعيان ويعتذر هو

جب ہم ''جامع ازہر'' میں قاضی القضاۃ بدرالدین عینی (رحمہ اللہ) کے نماز جنازہ اور تدفین سے فارغ ہوئے تو بدرالدین بغدادی حنبلی نے مجھے کہا: تیرے لیے میدان خالی ہو گیا اب تو انڈے دے اور زردی کر! میں نے انہیں کوئی جواب نہیں دیا۔ اپنے گھر واپس لوٹنے کے بعد میں نے ان کی طرف علامہ عینی رحمہ اللہ کے ہاتھ کا لکھا ہوا ایک ورقہ بھیجا اس ورقہ میں انہوں نے مجھ سے

عن الاجابة بكبر سنه وتشتت ذهنه ثم بسط القول فى المدح والثناء علىّ فقال وقد صار المعول عليك الآن فى هذا الشان وانت فارس ميدانه واستاذزمانه فاشكر الله علىٰ ذلك

(النجوم الزاهرة فى اخبار مصر والقاهرة: ج ۱۶ص:۱۱۔ مطبوعہ الھیئۃ المصریۃ العامۃ للکتاب)

ایسی چیزیں تاریخ کے متعلق پوچھی تھیں جو بعض اعیان سے پوچھی گئیں تھیں۔ وہ بڑھاپے اور ذہن کے منتشر ہونے کی وجہ سے خود جواب دینے سے معذرت کرنے لگے پھر انہوں نے (یعنی علامہ بدرالدین عینی رحمہ اللہ یا علامہ بدرالدین بغدادی حنبلی نے) میرے بارے میں تفصیل کے ساتھ کلمات تحسین کہے اور فرمایا: اب اس فن میں تجھ پر اعتماد ہے اور تم ہی اس میدان کے شاہ سوار اور استاذ زمانہ ہو اس پر تم اللہ تعالیٰ کا شکر بجالاؤ۔

میں کہتا ہوں ان کی تاریخ میں اس قدر مہارت کے باوجود'' علامہ شمس الدین سخاوی رحمہ اللہ'' نے ان کی کتاب ''الصناعات'' کے کئی مقامات پر تنقید کی ہے۔ آپ نے ان اساتذہ سے کسب فیض کیا:

شمس الدین رومی ، علاؤالدین رومی ، ابن ضیاء مکی ، تقی الدین شمنی اور تقی الدین مقریزی رحمہم اللہ۔ اور آپ نے علم تاریخ ، حدیث اور فقہ علامہ بدرالدین عینی رحمہ اللہ سے پڑھی۔ آپ کئی کتابوں کے مصنف ہیں۔ جن میں سے سرفہرست آپ کی کتاب '' النجوم الزاهرة فى اخبار مصر و القاهرة '' ہے۔

وفات:

پانچ ذوالحج ۸۷۴ھ میں آپ کی وفات ہوئی۔ رحمہ اللہ۔

(الضوء اللامع: (ملخصاً) ج ۱۰ص ۲۷۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان)

۷: نورالدین علی بن احمد بن علی بن خلیفہ دکماوی منوفی، قاہری، شافعی المعروف ''اخی حذیفہ'':

آپ مصر کے نواحی علاقہ ''دکما'' میں ۸۱۴ھ میں پیدا ہوئے۔ پھر قاہرہ منتقل ہو گئے۔ آپ نے ان اساتذہ اور شیوخ سے کسب فیض کیا:

علامہ قایانی، علامہ ونائی، شیخ شرف الدین سبکی، علامہ محلی، امین الدین اقصرائی، شیخ بوتیجی، علامہ تقی الدین شمنی اور شیخ الاسلام حافظ ابن حجر عسقلانی وغیرہ رحمہم اللہ۔ آپ نے علامہ عینی رحمہ اللہ کو لازم کرلیا اور ان سے بخاری شریف کی شرح (عمدۃ القاری) اور ''شرح مقامات حریری'' وغیرہ پڑھیں۔ آپ بہت سارے علوم کے ماہر تھے مثلاً معانی، بیان، بدیع، فقہ، حساب ، حدیث، نحو، لغۃ۔ آپ نے راہ خدا میں جہاد کے لیے غازیوں کے ساتھ ۸۶۴ھ میں ''قبرس'' کی طرف سفر کیا۔ آپ نے ''جامع حاکم'' اور ''مدرسہ بیبرسیہ'' میں تدریس کے فرائض سرانجام دیئے۔

وفات:

چھ صفر ۸۹۰ھ میں آپ کی وفات ہوئی۔ رحمہ اللہ۔

(الضوء اللامع: (ملخصاً) ج۵ ص۱۵۴ مطبوعہ دلدالکتب العلمیہ بیروت لبنان)

۸: نجم الدین محمد بن عبداللہ بن عبدالرحمٰن دمشقی، زرعی شافعی المعروف ''ابن قاضی عجلون'':

آپ بائیس ربیع الاول ۸۳۱ھ میں دمشق میں پیدا ہوئے۔ آپ نے ان شیوخ سے اخذ علم کیا:

ابن قاضی شہبہ، شیخ ونائی، علاؤالدین قلقشندی، علامہ بوتیجی، محقق علی الاطلاق علامہ ابن ہمام اور شیخ الاسلام حافظ ابن حجر عسقلانی وغیرہ رحمہم اللہ۔ علامہ بدرالدین عینی سے آپ کی کتاب ''شرح شواہد'' پڑھی۔ آپ کے بھی بے شمار تلامذہ ہیں جن میں سرفہرست ''علامہ سخاوی رحمہ اللہ'' ہیں۔ آپ عالم، امام، متقن، حجۃ، مضبوط حافظہ والے، عمدہ سوچ اور فکر والے، کامل العقل اور عمدہ لکھاری تھے۔ آپ نے ان مدارس میں مختلف فنون میں تدریس فرمائی:

دارالعدل ، جامع ابن طولون، مدرسہ حجازیہ، مدرسہ باسطیہ، مدرسہ شامیۃ الجوانیہ، مدرسہ عزیزیہ، مدرسہ تابکیہ، مدرسہ فلکیہ، مدرسہ جامع اموی، مدرسہ دولعیہ اور مدرسہ خاتونیہ۔ آپ کی بے شمار تصانیف ہیں۔

وفات:

دس شوال ۸۷۶ھ میں آپ کی وفات ہوئی۔ رحمہ اللہ۔

(الضوء اللامع: (ملخصاً) ج۸ ص۸۱ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان)

۹: شمس الدین محمد بن محمد بن احمد قلیوبی قاہری، شافعی المعروف ''حجازی'':

آپ نے ان شیوخ سے استفادہ فرمایا:

علامہ ولی الدین عراقی، نورالدین ادمی، ابن جزری، ابن مجدی اور ابن کویک وغیرہ رحمہم اللہ۔ علامہ بدرالدین عینی رحمہ اللہ سے آپ نے ان کی کتاب ''شرح شواہد'' پڑھی اور اپنی تحقیق کے ساتھ بہت ساری اشیاء کی اس میں اصلاح کرائی اور مؤلف کی حیات ہی میں یہ کتاب پڑھاتے رہے۔ آپ امام، عالم، فاضل، فرائض وحساب اور عربیۃ کے ماہر، امر بالمعروف سے لگاؤ رکھنے والے اور طلباء کو علم دین سمجھانے پر ہر وقت حریص رہنے والے شخص تھے۔ آپ بہت ساری کتب کے مصنف ہیں۔

وفات:

ماہ جمادی الاخری ۸۴۹ھ میں آپ کی وفات ہوئی۔ رحمہ اللہ۔

(الضوء اللامع: (ملخصاً) ج۹ ص۴۶ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان)

۱۰: ابو حامد محمد بن خلیل بن یوسف بن علی بلبیسی، مقدسی، شافعی نزیل قاہرہ:

''رملہ'' میں ماہ رمضان ۸۱۹ھ میں آپ کی پیدائش ہوئی۔ بچپن میں ہی قرآن مجید حفظ کیا۔ آپ نے ان اساتذہ وشیوخ سے استفادہ کیا:

زین الدین ماہر، عبدالسلام مقدسی، سراج الدین رومی، ابن المصری، عائشہ حنبلیہ، علاؤالدین کرمانی اور شیخ الاسلام حافظ ابن حجر عسقلانی وغیرہ۔ رحمہم اللہ۔ آپ نے علامہ بدرالدین عینی رحمہ اللہ سے ان کی کتاب ''شرح شواہد'' پڑھی آپ نے انہیں اجازت بھی دی اور کئی مرتبہ تحریری طور پر ان کے بارے میں کلمات تحسین بھی ثبت فرمائے۔ آپ کئی کتب کے مصنف ہیں۔

وفات:

اکیس صفر ۸۸۸ھ میں آپ کی وفات ہوئی۔ رحمہ اللہ۔

(الضوء اللامع: (ملخصاً) ج۷ ص۲۰۶ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان)

۱۱: شہاب الدین احمد بن اسد بن عبد الواحد بن احمد امیوطی سکندری قاہری شافعی المعروف ''ابن اسد'':

آپ نے علامہ بدرالدین عینی رحمہ اللہ سے ان کی اپنی کئی تصانیف پڑھیں جن میں سے ''شرح شواہد'' بھی ہے امام سخاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''انہوں نے علامہ عینی رحمہ اللہ کی تاریخ (عقد الجمان فی تاریخ اہل الزمان) پر ذیل لکھنا شروع کیا تھا۔

وفات:

۸۷۲ھ میں آپ کی وفات ہوئی۔ رحمہ اللہ۔

(الضوء اللامع: (ملخصاً) ج ۱ ص ۱۸۸ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان)

۱۲: احمد بن نوکار شہابی ناصری:

انہوں نے علامہ عینی رحمہ اللہ سے چند کتب کا سماع کیا۔ آپ نے ۸۵۲ھ میں حج بیت اللہ کیا۔ ان کا ترجمہ اور تذکرہ صرف امام سخاوی رحمہ اللہ نے کیا اور ان کی تاریخ وفات ذکر نہیں کی۔

(الضوء اللامع: (ملخصاً) ج ۲ ص ۲۱۲ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان)

۱۳: شہاب الدین احمد بن یوسف بن عمر بن یوسف طوخی قاہری ازہری مالکی:

۸۱۸ھ میں پیدا ہوئے۔ آپ نے علامہ بدرالدین عینی رحمہ اللہ سے چند کتب کا سماع کیا۔

وفات:

۸۹۸ھ میں آپ کی وفات ہوئی۔ رحمہ اللہ۔

(الضوء اللامع: (ملخصاً) ج ۲ ص ۲۲۰ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان)

۱۴: شہاب الدین احمد بن یونس بن سعید حمیری قسطنطینی مالکی نزیل الحرمین المعروف ''ابن یونس''

۸۱۳ھ میں پیدا ہوئے۔ اور ۸۷۸ھ میں وفات پائی۔ آپ نے بھی علامہ عینی رحمہ اللہ سے استفادہ کیا۔

(الضوء اللامع: (ملخصاً) ج ۲ ص ۲۲۲ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان)

۱۵: ارغون شاہ بیدموی ظاہری برقوق:

آپ نے علامہ بدرالدین عینی رحمہ اللہ سے ''صحیحین'' اور ''مصابیح السنہ'' کا سماع کیا۔ ۸۰۲ھ میں آپ کی وفات ہوئی۔

(الضوء اللامع: (ملخصاً) ج ۲ ص ۲۳۸ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان)

۱۶: بدرالدین حسن بن قلقیلہ حسنی حنفی:

آپ علامہ بدرالدین عینی رحمہ اللہ کے مدرسہ کے ''امام'' بھی تھے اور کئی کتابوں کا آپ سے سماع بھی کیا۔ تقریباً ۸۶۰ میں وفات پائی۔

(الضوء اللامع: (ملخصاً) ج ۳ ص ۱۱۸ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

۱۷: ابوالوفاء خلیل بن ابراہیم بن عبداللہ صالحی حنفی:

آپ نے بھی علامہ بدرالدین عینی رحمہ اللہ سے کئی کتابوں کا استفادہ کیا۔ ''شیخ نجم الدین غزی'' کہتے ہیں: ''آپ ۹۰۷ھ میں بقید حیات تھے۔

(الکواکب السائرۃ باعیان المائۃ العاشرہ: (ملخصاً) ج ۱ ص ۱۹۲ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

۱۸: شرف الدین عبدالحق بن محمد بن عبدالحق سنباطی قاہری شافعی:

۸۴۲ھ میں پیدا ہوئے۔ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں ''مجاورۃ'' کی۔ علامہ بدرالدین عینی رحمہ اللہ نے انہیں تدریس کی اجازت مرحمت فرمائی۔ ۹۳۱ھ میں وفات پائی ''الکواکب السائرۃ'' میں ''شیخ غزی'' نے تفصیلاً ان کے حالات تحریر فرمائے ہیں۔ فانظرہ ھناک!

(الکواکب السائرۃ: (ملخصاً) ج ۱ ص ۲۲۲ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان)

19: زین الدین عبدالرحمٰن بن سلیمان بن داؤد بن عیاذ منہلی قاہری شافعی:

آپ نے علامہ بدرالدین عینی رحمہ اللہ سے سماع کیا۔۸۲۹ھ میں پیدا ہوئے۔اور ۸۸۵ھ میں وفات پائی۔

(الضوء اللامع:(ملخصاً) ج۴ص۷۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان)

۲۰: سیف الدین عبدالرحمٰن بن یحییٰ بن یوسف صیرامی قاہری حنفی:

علامہ بدرالدین عینی رحمہ اللہ نے انہیں حدیث پڑھانے کی اجازت عطا فرمائی۔

۸۱۳ھ میں پیدا ہوئے۔اور ۸۸۰ھ میں وفات پائی۔

(الضوء اللامع:(ملخصاً) ج۴ص۱۴۱ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان)

۲۱: زین الدین عبدالرحیم بن غلام اللہ بن محمد منشاوی مصری قاہری حنفی:

آپ نے کئی مرتبہ علامہ بدرالدین عینی رحمہ اللہ سے سماع کیا۔

۸۲۸ھ میں پیدا ہوئے۔اور ۸۹۶ھ میں وفات پائی۔

(الضوء اللامع (ملخصاً) ج۴ص۱۶۲ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان)

۲۲: ابوالفضل عبدالرحیم بن محمد بن محمد قاہری شافعی المعروف ''ابن الاوجاقی'':

آپ نے حج کیا اور کئی مرتبہ حرم پاک کی ''مجاورت'' کی، آپ نے علامہ بدرالدین عینی رحمہ اللہ سے کسب فیض کیا، ان کی سن وفات معلوم نہیں ہو سکی۔

(الضوء اللامع (ملخصاً) ج۴ص۶۶ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان)

۲۳: شرف الدین ابوالقاسم عبدالعزیز بن احمد بن محمد ہاشمی عقیلی نویری مکی شافعی:

مکہ میں ۸۴۸ھ میں پیدا ہوئے۔حافظ ابن حجر عسقلانی اور علامہ بدرالدین عینی رحمہما اللہ نے ۸۵۰ھ میں انہیں اجازت حدیث سے نوازا۔ان کی سن وفات معلوم نہیں ہو سکی۔

(الضوء اللامع (ملخصاً) ج۴ص۱۸۸ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان)

۲۴: عبدالغنی بن عبداللہ بن ابوبکر بن ظہیرہ قرشی زبیدی مکی شافعی:

علامہ بدرالدین عینی رحمہ اللہ سمیت کئی علماء نے انہیں اجازت حدیث سے نوازا۔

آپ مدینہ منورہ میں مسجد نبوی ﷺ کے ''وسط'' میں ۸۸۶ھ میں فوت ہوئے۔

(الضوء اللامع (ملخصاً) ج۴ص۲۲۱ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان)

۲۵: ابوالبرکات عبدالقادر بن عبدالرحمٰن بن عبدالوارث محیوی مصری دمشقی مالکی المعروف ''ابن عبدالوارث'':

آپ نے علامہ بدرالدین عینی رحمہ اللہ سے حدیث کا سماع کیا اور علامہ عینی رحمہ اللہ نے انہیں اجازت حدیث عطا فرمائی۔آپ نے ''مدرسہ صمصامیہ'' کے وسط میں ۸۷۴ھ میں وفات پائی۔

(الضوء اللامع (ملخصاً) ج۴ص۲۳۷ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان)

۲۶: قاضی حرمین عبدالقادر بن عبداللطیف بن محمد بن احمد حسنی فاسی حنبلی مکی:

۸۴۳ھ میں علامہ بدرالدین عینی رحمہ اللہ اور حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے انہیں اجازت حدیث عطاء فرمائی۔۸۴۲ھ میں آپ پیدا ہوئے۔اور ۸۹۵ھ میں آپ کی وفات ہوئی۔

(الضوء اللامع: (ملخصاً) ج۴ص۲۴۰ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان)

۲۷: عبدالقادر بن عبدالوہاب بن عبدالمؤمن محیوی قرشی مردانی قاہری، شافعی:

آپ ۸۳۶ھ میں پیدا ہوئے، اور علامہ بدرالدین عینی رحمہ اللہ سے حدیث کا سماع کیا۔ان کی سن وفات معلوم نہیں ہو سکی

(الضوء اللامع: (ملخصاً) ج۴ص۲۴۳ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان)

۲۸:فخر الدین عثمان بن ابراہیم بن احمد بن یوسف طرابلسی مدنی حنفی:

۸۵۳ھ میں قاہرہ آئے، وہاں علامہ بدرالدین عینی رحمہ اللہ سمیت علماء کی ایک جماعت سے استفادہ کیا۔

آپ ۸۲۰ھ میں پیدا ہوئے، اور ۸۹۳ھ میں وفات ہوئی۔

(الضوء اللامع: (ملخصاً) ج۵ص۱۱۰ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان)

۲۹:ابوالحسن علاء الدین علی بن ابراہیم الغزی المعروف ''ابن البغیل'':

علامہ بدرالدین عینی رحمہ اللہ نے انہیں اجازت حدیث عطاء فرمائی۔

آپ ۸۲۱ھ میں پیدا ہوئے، اور ۸۹۱ھ میں وفات پائی۔

(الضوء اللامع: (ملخصاً) ج۵ص۱۴۲ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان)

۳۰:نورالدین علی بن احمد بن محمد بن احمد منوفی قاہری شافعی المعروف ابن اخی منوفی:

انہوں نے بھی علامہ بدرالدین عینی رحمہ اللہ سے حدیث کا سماع کیا۔ آپ ۸۲۳ھ میں پیدا ہوئے، اور ۸۸۹ھ میں وفات پائی۔ (الضوء اللامع: (ملخصاً) ج۵ص۱۶۰ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان)

۳۱:نورالدین علی بن احمد بن محمد قاہری حنفی المعروف ''صوفی'':

آپ ۸۲۹ھ میں ''قاہرہ'' میں پیدا ہوئے۔ انہوں نے علامہ بدرالدین عینی رحمہ اللہ سے ان کی اپنی کتاب ''شرح شواہد'' سنی بھی ہے اور پڑھی بھی ہے۔ ان کی سن وفات معلوم نہیں ہوسکی۔

(الضوء اللامع: (ملخصاً) ج۵ص۱۶۹ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان)

۳۲:نورالدین علی بن داؤد بن ابراہیم قاہری جوہری حنفی المعروف ''تزمنتی'':

آپ علامہ بدرالدین عینی رحمہ اللہ کے پاس کئی بار حاضر ہوئے اور کسب فیض کیا۔ آپ کی تاریخ پیدائش ۸۱۹ھ ہے اور آپ کی سن وفات معلوم نہیں ہوسکی۔

(الضوء اللامع: (ملخصاً) ج۵ص۱۹۴ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان)

۳۳:نورالدین علی بن محمد بن محمد بن علی عقیلی نویری مکی، مالکی المعروف ''ابن ابوالیمن'':

آپ نے علامہ عینی رحمہ اللہ سے ان کی اپنی کتاب ''شرح شواہد'' اس قدر بحث، تحقیق اور تدقیق کے ساتھ پڑھی حتیٰ کہ اس کتاب کے پڑھنے والوں کے لئے مرجع بن گئے۔

آپ رحمہ اللہ ۸۱۵ھ میں پیدا ہوئے۔ اور ۸۸۲ھ میں وفات پائی۔

(الضوء اللامع: (ملخصا) ج۶ص۱۲ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان)

۳۴:عمر بن محمد بن علی بن احمد سراج قرشی عقیلی نویری مکی شافعی المعروف ''ابن ابوالیمن'':

ان کو پیدائش والے سال سے ایک سال بعد علامہ بدرالدین عینی اور حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہما اللہ سمیت علماء کی ایک جماعت نے اجازت حدیث عطاء فرمائی۔ آپ رحمہ اللہ ۸۱۵ھ میں پیدا ہوئے اور ۸۸۲ھ میں وفات پائی۔

(الضوء اللامع: (ملخصا) ج۶ص۱۲ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان)

۳۵:عمر بن محمد بن محمد بن فہد قرشی مکی:

ان کو علامہ بدرالدین عینی رحمہ اللہ نے اجازت حدیث عطاء فرمائی۔

آپ ۸۱۲ھ میں پیدا ہوئے، اور ۸۸۵ھ میں وفات ہوئی۔

(الضوء اللامع: (ملخصاً) ج۶ص۱۱۴ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان)

۳۶:ابوالخیر محمد بن احمد بن محمد بن احمد انصاری خزرجی خمیمی قاہری حنفی المعروف ''ابن خمیمی'':

انہوں نے علامہ بدرالدین عینی رحمہ اللہ سے حدیث پاک کا سماع کیا۔ اور ان سے ان کی کتاب ''شرح مجمع البحرین'' پڑھی۔ آپ ۸۳۷ھ میں پیدا ہوئے۔ اور آپکی سن وفات معلوم نہیں ہوسکی۔

(الضوء اللامع: (ملخصاً) ج۷ص۴۶ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان)

۳۷:شمس الدین محمد بن ابوبکر بن محمد سنہوری قاہری شافعی المعروف ''ضانی'':

آپ نے علامہ بدرالدین عینی رحمہ اللہ سے ان کی اپنی کتاب ''شرح شواہد'' پڑھی۔

آپ ۷۹۹ھ میں پیدا ہوئے۔اور ۸۷۴ھ میں وفات پائی۔

(الضوء اللامع: (ملخصاً) ج ۷ ص ۱۷۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان)

۳۸: شمس الدین محمد بن طیبغا قاہری:

انہوں نے علامہ بدرالدین عینی رحمہ اللہ سے حدیث کا سماع کیا۔آپ کی وفات ۸۸۴ھ میں ہوئی۔

(الضوء اللامع: (ملخصاً) ج ۷ ص ۲۴۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان)

۳۹: ابوالفتح محمد بن عبدالرحمٰن بن محمد بن یحییٰ عراقی قمنی قاہری حنفی شاذلی واعظ:

انہوں نے بھی علامہ بدرالدین عینی رحمہ اللہ سے حدیث کا سماع کیا۔

آپ ۸۴۱ھ میں پیدا ہوئے۔اور آپ کی تاریخ وفات معلوم نہیں ہو سکی۔

(الضوء اللامع: (ملخصاً) ج ۸ ص ۳۴ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان)

۴۰: ابوالخیر محمد بن عبدالرحیم بن محمد بن احمد طرابلسی قاہری حنفی المعروف ''ابن طرابلسی'':

آپ نے علامہ بدرالدین عینی رحمہ اللہ سے علم فقہ پڑھی۔۸۱۲ھ میں پیدا ہوئے۔اور ۸۷۳ھ میں وفات پائی۔

(الضوء اللامع: (ملخصاً) ج ۸ ص ۴۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان)

۴۱: شمس الدین محمد بن علی بن حسن قاہری حنفی المعروف ''ابن السقاء'':

آپ علامہ بدرالدین عینی رحمہ اللہ کے داماد بھی ہیں۔اور آپ نے ان کی کتاب ''شرح شواہد'' اور ''شرح بخاری'' پڑھی، اور سرکاری امور میں آپ کے ساتھ ہاتھ بٹاتے تھے۔۸۶۷ھ میں آپ نے وفات پائی۔

(الضوء اللامع: (ملخصاً) ج ۸ ص ۱۵۴ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان)

۴۲: شمس الدین محمد بن عمر صهیونی کرکی قاہری حنفی:

آپ نے علامہ بدرالدین عینی رحمہ اللہ کو لازم کر لیا تھا اور ان سے خوب مستفید ہوئے۔۸۶۰ھ کے بعد وفات پائی۔

(الضوء اللامع: (ملخصاً) ج ۸ ص ۲۳۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان)

۴۳: بدرالدین محمد بن محمد بن اسماعیل عمری ونائی قاہری شافعی:

آپ ۸۲۹ میں پیدا ہوئے۔آپ نے علامہ بدرالدین عینی، حافظ ابن حجر عسقلانی اور علامہ ابن ہمام رحمہم اللہ کے علاوہ کئی جید علماء کرام سے استفادہ فرمایا۔

(الضوء اللامع: (ملخصاً) ج ۹ ص ۴۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان)

۴۴: کمال الدین محمد بن محمد بن عبدالرحمٰن بن علی قاہری شافعی:

آپ نے علامہ بدرالدین عینی رحمہ اللہ سے ''شرح شواہد'' کا سماع کیا۔۸۶۴ھ میں وفات پائی۔

(الضوء اللامع: (ملخصاً) ج ۹ ص ۸۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان)

۴۵: زین الدین محمد بن محمد بن علی بن ابوبکر بن عبدالمحسن دجوی قاہری شافعی:

۸۲۹ھ میں پیدا ہوئے، اور ۸۹۱ھ میں وفات پائی۔آپ نے علامہ بدرالدین عینی رحمہ اللہ کو لازم کیا اور ان سے ''تصریف العزی'' پڑھی۔

(بدر الدین العینی و اثرہ فی علم الحدیث: ص ۱۶۲ مطبوعہ دار البشائر الاسلامیہ بیروت)

۴۶: محمد بن محمد ابوعبداللہ عقیلی نویری مکی مالکی:

۸۴۱ھ میں پیدا ہوئے، اور ۸۷۳ھ میں وفات پائی۔علامہ بدرالدین عینی رحمہ اللہ اور حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہما اللہ نے انہیں اجازت حدیث عطا فرمائی۔

(الضوء اللامع: (ملخصاً) ج ۹ ص ۲۱۴ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان)

۴۷: ابوالمکارم محمد بن محمد بن محمد بن حسین بن ظہیرہ قرشی قاہری مکی شافعی:

آپ نے علامہ بدرالدین عینی رحمہ اللہ سے کسب فیض کیا۔''تقریب ختم شرح بخاری (عمدۃ القاری)'' کے حاضرین میں یہ موجود تھے۔اور وہ دن بڑا مشہور دن تھا۔۸۲۴ھ میں پیدا ہوئے، اور ۸۹۱ھ میں وفات پائی۔

(الضوء اللامع: (ملخصاً) ج ۹ ص ۲۴۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان)

۴۸: ابو المعالی نجم الدین محمد بن نجم الدین بن ظہیرہ:

۸۴۶ھ میں پیدا ہوئے۔ شیخ الاسلام حافظ ابن حجر عسقلانی اور حافظ بدرالدین عینی رحمہما اللہ نے انہیں اجازت حدیث عنایت فرمائی۔ ان کی سن وفات معلوم نہیں ہو سکی۔

(الضوء اللامع: (ملخصاً) ج۹ص۲۴۴ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان)

۴۹: صلاح الدین محمد بن محمد بن یوسف بن سعید طرابلسی قاہری حنفی:

آپ نے علامہ بدرالدین عینی رحمہ اللہ سے سماع حدیث کیا۔

ان کی ولادت ۸۳۳ھ میں ہے اور ان کی تاریخ وفات معلوم نہیں ہو سکی۔

(الضوء اللامع: (ملخصاً) ج۱۰ص۲۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان)

۵۰: بدرالدین محمود بن عبید اللہ بن عوض بن محمد اردبیلی شروانی قاہری حنفی المعروف "ابن عبید اللہ":

انہوں نے بھی علامہ بدرالدین عینی رحمہ اللہ سے کسب فیض کیا۔

۷۹۴ھ میں ان کی ولادت ہے اور ۸۷۵ھ میں ان کی وفات ہوئی۔

(الضوء اللامع: (ملخصاً) ج۱۰ص۱۲۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان)

۵۱: افضل الدین ابو الفضل محمود بن عمر بن منصور قاہری حنفی:

آپ علامہ بدرالدین عینی رحمہ اللہ کے شاگرد ہونے کے ساتھ ساتھ اپنے استاذ کی اجازت اور تقرری سے ان کے مدرسہ کے "خطیب" بھی تھے۔ ۸۶۵ھ میں وفات پائی۔

(الضوء اللامع: (ملخصاً) ج۷ص۱۳۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان)

۵۲: زین الدین یوسف بن محمد بن عبد اللہ شار مساحی قاہری کتبی شافعی:

آپ نے علامہ بدرالدین عینی رحمہ اللہ کے سامنے زانوئے تلمذ طے فرمائے۔ ان کی تاریخ وفات معلوم نہیں ہو سکی۔

(الضوء اللامع: (ملخصاً) ج۱۰ص۳۰۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان)

۵۳: شرف الدین یونس بن علی بن خلیل بن منکلی بغا، حنفی:

۸۲۱ھ میں پیدا ہوئے۔ آپ بھی علامہ مترجم ممدوح رحمہ اللہ کے تلمیذ ہیں۔ ان کی بھی تاریخ وفات معلوم نہیں ہو سکی۔

(الضوء اللامع: (ملخصاً) ج۱۰ص۳۱۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان)

۵۴: زین الدین ابوبکر بن اسحاق بن خالد کختاوی حلبی قاہری حنفی المعروف "باکیر":

انہوں نے علامہ بدرالدین عینی رحمہ اللہ سے "کختا" اور "عین تاب" میں "علم صرف" پڑھا۔ ۷۷۰ھ میں ان کی پیدائش، اور ۸۴۷ھ میں وفات ہے۔

(الضوء اللامع: (ملخصاً) ج۱۱ص۲۴ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان)

۵۵: فخر الدین ابوبکر بن علی بن ظہیرہ قرشی مکی شافعی:

علامہ مترجم ممدوح رحمہ اللہ نے انہیں اجازت حدیث عطا فرمائی۔ ۸۳۸ھ میں ان کی ولادت اور ۸۸۹ھ میں وفات ہے

(الضوء اللامع: (ملخصاً) ج۱۱ص۵۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان)

۵۶: ابوبکر بن محمد بن محمد ہاشمی عقیلی نویری مکی شافعی:

علامہ بدرالدین عینی رحمہ اللہ اور حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ کے علاوہ کئی علماء سے مجاز تھے۔

۸۴۶ھ میں ان کی پیدائش اور ۸۹۳ھ میں وفات ہے۔

(الضوء اللامع: (ملخصاً) ج۱۰ص۷۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان)

"شیخ صالح یوسف معتوق" لکھتے ہیں:

میں نے "اسماء الرجال" کی کتابوں میں جتنا تتبع کیا ہے مجھے علامہ بدرالدین عینی رحمہ اللہ کے تلامذہ اتنے ہی ملے ہیں۔ ہاں! علامہ زاہد الکوثری رحمہ اللہ نے "مقدمہ عمدۃ القاری" میں کچھ اور لوگوں کا بھی اضافہ کیا ہے، مگر میں تصریحاً ان کے تلمیذ ہونے پر مطلع نہیں ہو سکا، لیکن قوی امکان ہے کہ وہ آپکے تلامذہ ہوں، کیونکہ وہ آپ کے ہم عصر

ہیں۔ میں کہتا ہوں جن لوگوں کو علامہ زاہد کوثری نے علامہ عینی رحمہ اللہ کا تلمیذ قرار دیا ہے، ان میں سے کچھ کا تذکرہ ہمیں ملا ہے اور کچھ کا نہیں مل سکا۔

۵۷: ابراہیم بن خضر المعروف ''برھان الدین'':

ان کا تذکرہ ''الضوء اللامع'' میں موجود ہے۔

(الضوء اللامع: ج۱ص ۳۶ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان)

۵۸: ابراہیم بن علی بن احمد قرشی:

ان کا تذکرہ ہمیں نہیں مل سکا۔

۵۹: علامہ قاسم بن قطلو بغا حنفی:

بہت بڑے علامہ، فہامہ اور محدث وقت تھے۔ ان کی کتاب ''التصحیح والترجیح للقدوری'' اور ''کتاب الثقات'' مطبوع ہیں۔ آپ ۸۷۹ھ میں فوت ہوئے۔

(الضوء اللامع: ج۶ص ۱۶۷ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان)

نوٹ:

امام سخاوی رحمہ اللہ نے ان کے نہایت طویل حالات تحریر کیے ہیں۔

۶۰: محمد بن اسماعیل بن کسبائی حنفی:

ان کا تذکرہ ہمیں نہیں مل سکا۔

۶۱: کمال الدین محمد بن محمد بن حسن شمنی مالکی:

۸۲۱ھ میں ان کی وفات ہے۔

(الضوء اللامع: ج۹ص ۶۶ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان)

۶۲: قطب الدین محمد بن محمد بن عبداللہ خیضری:

المتوفی ۸۹۴ھ بہت بڑے محدث ہیں۔ ان کا تحقیقی رسالہ ''جزء فی عدم صحة ما نقل عن بلال بن رباح من ابداله الشین فی الاذان سینا'' مطبوعہ ہے۔

(الضوء اللامع: (ملخصاً) ج۹ص ۱۰۴ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان)

۶۳: بدرالدین محمد بن محمد بن عبدالمنعم بغدادی حنبلی:

المتوفی ۸۵۷ھ۔

(الضوء اللامع: (ملخصاً) ج۹ص ۱۱۶ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان)

۶۴: ابوالفتح محمد بن محمد علی عوفی:

المتوفی ۹۰۶ھ۔

۶۵: محمد بن ابوبکر صالحی المشہور ابن زریق:

المتوفی ۹۰۰ھ۔

(بدرالدین العینی واثرہ فی علم الحدیث: ص ۱۴۵ تا ۱۶۵ مطبوعہ دارالبشائر الاسلامیہ بیروت)

''شیخ صالح یوسف معتوق'' لکھتے ہیں:

اس کے بعد علامہ زاہد کوثری نے کہا: کہ شیخ المشائخ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ بھی علامہ بدرالدین عینی رحمہ اللہ سے اجازۃ عامہ کے ساتھ روایت کرتے ہیں، لیکن ان سے کچھ پڑھا نہیں کیونکہ ابھی بہت چھوٹے تھے۔ لیکن ''شیخ احمد رافع حسینی طہطاوی'' نے شیخ زاہد کوثری کی اس رائے کو مسترد کیا ہے اور کہا ہے کہ ہم نے اپنی ثبت ''ارشاد المستفید'' کے آخر میں بیان کیا ہے کہ: علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ اجازۃ عامہ پر اعتبار کرتے ہیں نہ اس طرح روایت کرتے ہیں۔ اور ان کی ثبت ''زاد المسیر'' ہمارے پاس موجود ہے۔ اور یہ کتاب کتب حدیثیہ وغیرہ کی اسناد سے بھری پڑی ہے۔ اس میں انہوں نے علامہ بدرالدین عینی رحمہ اللہ اور حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ سے روایت حدیث، بلکہ کسی

بھی کتاب کی روایت کا تذکرہ تک نہیں کیا۔ ہاں! یہ لکھا ہے کہ شیخ ابن ہشام کی نحو میں کتاب ''مغنی اللبیب'' حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ سے اجازۃ عامہ کے ساتھ روایت کی ہے۔ اور اس کے علاوہ ایک ''حدیث مسلسل بالحفاظ'' روایت کی ہے۔ اور آخر میں فرمایا: حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ سے اس حدیث کے علاوہ میں نے کوئی حدیث روایت نہیں کی۔ ''تدریب الراوی'' میں خود انہوں نے اس بات کی تصریح فرمائی ہے۔

میں کہتا ہوں: ''شیخ صالح'' کہتے ہیں علامہ کوثری رحمہ اللہ کی تائید میں مجھے شیخ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ کا اپنا قول مل گیا۔ چنانچہ ''بغیۃ الوعاۃ'' میں کہتے ہیں:

مجھے علامہ بدرالدین عینی رحمہ اللہ نے اجازۃ عامہ دی ہے۔

(بغیۃ الوعاۃ فی طبقات اللغویین والنحاۃ: ج۲ص۳۹۷ مطبوعہ مطبعہ عیسی البابی حلبی قاہرہ)

(بدرالدین العینی واثرہ فی علم الحدیث: ص۱۶۵تا۱۶۶مطبوعہ دارالبشائرالاسلامیہ بیروت)

آخر میں ہم اللہ رب العزت کی بارگاہ میں دعا کرتے ہیں کہ اللہ رب العزت شیخ الاسلام علامہ بدرالدین عینی رحمہ اللہ سمیت آپ کے تمام ''اساتذہ'' اور آپ کے تمام ''تلامذہ'' کے درجات بلند فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

پانچواں باب:

علامہ عینی رحمہ اللہ کے متعلق علماء ومشائخ وسلاطین کے کلمات تحسین:

میں کہتا ہوں: جو شخص بھی اس امام کی تصنیفات و تالیفات کی طرف ایک مرتبہ سرسری نظر ڈالتا ہے وہ داد دیے بغیر نہیں رہ سکتا۔

امام شمس الدین سخاوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

وکان اماماً عالماً علامة عارفاً بالتصریف والعربیة وغیرھا حافظا للتاریخ واللغة کثیر الاستعمال لها مشارکاً فی الفنون لا یمل من المطالعة والکتابة

(الضوء اللامع فی الاعیان القرن التاسع: ج ۱۰ ص ۱۲۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان)

آپ امام، عالم، علامہ، علم صرف وعربیۃ وغیرہ کے عارف، تاریخ ولغت کے حافظ (اپنی تصنیفات و تالیفات میں) لغت کو کثرت سے استعمال کرنے والے، تمام فنون میں برابر شرکت رکھنے والے تھے آپ کتب بینی اور کتابیں لکھنے سے بالکل نہیں تھکتے تھے۔

شیخ ابن ایاس الحنفی لکھتے ہیں:

کان علامة نادرة فی عصرہ عالماً فاضلا له عدة مصنفات جلیلة وکان حسن المذاکرة جید النظم صحیح النقل فی التواریخ وکان ریساً حشما

(بدائع الزھور و وقائع الدھور: ج ۲ ص ۲۹۲ مطبوعہ الھیئۃ المصریۃ العامۃ قاہرہ)

آپ اپنے زمانے کے بے مثال عالم، فاضل اور علامہ تھے آپ کی بے شمار لا جواب تصانیف ہیں۔ آپ مسائل میں اچھے طریقے سے گفتگو فرمانے والے (اور تصنیفات و تالیفات کو) خوبصورت ترتیب دینے والے تھے۔ تاریخ میں صحیح باتیں (یا حوالہ جات) نقل کرنے والے بارعب اور سردار ان قوم میں سے تھے۔

شیخ ابوالمعالی الحسینی لکھتے ہیں:

هو الامام العالم العلامة الحافظ المتقن المنفرد بالرواية و الدراية حجة الله على المعاندين وآية الكبرٰى على المبتدعين

(غایۃ الامانی فی الردعلی النبهانی: ج ۲ص ۱۱۸طبع بیروت)

آپ (علامہ بدرالدین عینی رحمہ اللہ) امام، عالم، علامہ، مضبوط، حافظ (قرآن وحدیث)، علم روایت و درایت میں بے مثال اور دشمنوں کے خلاف اللہ تعالیٰ کی دلیل اور بدعتیوں پر اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نشانی تھے۔

آگے لکھتے ہیں:

وبالجملة كان رحمه الله من مشاهير عصره علماً وزهداً وورعا وله اليد الطولى فى الفقه والحديث وقد اسف المسلمون على فقده

(غایۃ الامانی فی الردعلی النبهانی: ج ۲ص ۱۱۹ مطبوعہ بیروت)

خلاصہ یہ ہے کہ آپ رحمہ اللہ اپنے زمانہ کے ان مشہور علماء میں سے ہیں جو علم وزہداور تقویٰ میں اپنی مثال آپ تھے۔ فقہ اور حدیث میں انہیں مکمل مہارت حاصل تھی۔ ان کے دنیا سے رحلت فرمانے پر مسلمانوں کو شدید دھچکا لگا۔

شیخ ابوالمحاسن یوسف بن تغری بردی لکھتے ہیں:

كان بارعاً فى عدة علوم عالماً بالفقه والاصول والنحو والتصريف واللغة مشاركاً فى غيرها مشاركة حسنة اعجوبة فى التاريخ حلو المحاضرة محظوظاً عندا لملوك الا الملك الظاهر جقمق كثير الاطلاع واسع الباع فى المنقول والمعقول لايستنقصه الا معرض قل ان يذكر علم الا ويشارك فيه مشاركة حسنة

آپ متعدد علوم میں کامل مہاررت رکھنے والے، فقہ، اُصول، نحو، صرف، لغت کے عالم تھےاوران علوم کے علاوہ دیگر علوم وفنون میں احسن طریقہ سے شریک رہے تاریخ میں ان کا کوئی ثانی نہیں تھا۔ اور آپ زبردست قسم کے حاضر جواب تھے۔ بادشاہ ظاہر جقمق کے سوا تمام سلاطین کے ہاں مقبول تھے۔ (اس کا سبب ہم آگے چل کر ضرور بیان کریں گے انشاءاللہ) معقولات ومنقولات میں وسیع دامن رکھنے والے تھے۔ آپ کی عیب جوئی نہیں کریگا مگر تنگ دل، کوئی ایسا علم وفن نہیں ہے مگر یہ اس میں احسن اور عمدہ طریقے سے برابر شریک تھے۔

(المنهل الصافی والمستوفی بالوافی: ج ۸ص ۳۵۳ مخطوط مکۃ المکرمہ)

(بدر الدین العینی واثرہ فی علم الحدیث، ص ۸۲ مطبوعہ دار البشائر الاسلامیہ بیروت)

آپ کے شاگرد رشید علامہ یوسف بن تغری بردی لکھتے ہیں:

العلامة فريد عصره و وحيد دهره عمدة المؤرخين ومقصد الطالبين قاضى القضاة

(شذرات الذهب ج۹ص ۴۱۸ مطبوعہ دارابن کثیر دمشق)

آپ علامہ، یگانہ روزگار، یکتائے زمانہ، مؤرخین کے ستون، طلباء کے جائے مقصد، قاضی القضاۃ ہیں۔

نیز علامہ ابن تغری "النجوم الزاهرة فى اخبار مصر والقاهرة" میں لکھتے ہیں:

كان اماماً فقيهاً اصولياً نحوياً لغوياً بارعاً فى علوم كثيرة وافتى و درس سنين وصنف التصانيف المفيدة النافعة و كتب التاريخ وصنف فيه مصنفات كثيرة

(النجوم الزاهرة ج ۱۵ص ۲۸۷ مطبوعہ الهیئۃ المصریۃ العامۃ للکتاب)

آپ امام، فقیہ، اصولی، نحوی، لغوی اور بہت سارے علوم میں کامل مہارت رکھنے والے تھے، آپ نے کئی سال فتویٰ نویسی اور تدریس فرمائی، مفید اور نفع بخش تصانیف تحریر فرمائیں۔ آپ نے تاریخ میں بھی کئی کتب تصنیف فرمائیں۔

"علامہ ابن خطیب الناصریہ" نے اپنی تاریخ میں کہا:

هو امام عالم فاضل مشارك فى علوم وعنده حشمة ومروئة

(التبر المسبوک فی ذیل السلوک للسخاوی: ص ۳۷۸ مطبوعہ الامیریہ قاہرہ)

آپ امام، عالم، فاضل اور کئی علوم میں مشارکت تامہ رکھنے والے بارعب اور وجاہت و دبدبہ رکھنے والے سنجیدہ مزاج شخص تھے۔

عمر رضا کحالہ لکھتے ہیں:

فقیه اصولی مفسر محدث مؤرخ لغوی نحوی بیانی ناظم عروضی فصیح باللغتین العربیة والترکیة

(معجم المؤلفین: ج۱۲ص۱۵۰ مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت)

آپ فقیہ، اصولی، مفسر، محدث، مؤرخ، لغوی، نحوی، بیانی (علم بیان میں مہارت رکھنے والے)، نظم گو، علم عروض کے ماہر، عربی اور ترکی دونوں لغتوں پر کامل دسترس رکھنے والے تھے۔

متاخرین علماء میں سے علامہ غلام رسول سعیدی حفظہ اللہ ایک جگہ لکھتے ہیں:

علامہ ابن حجر رحمہ اللہ کی بہ نسبت علامہ عینی رحمہ اللہ کی احادیث پر بہت گہری نظر ہے اور علم میں ان کا مرتبہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ سے کہیں زیادہ ہے۔ (نعمۃ الباری: ج۱ص۵۳۲ مطبوعہ لاہور)

علامہ زاہد الکوثری ''مقدمہ عمدۃ القاری'' میں لکھتے ہیں:

هو الامام العلامة الكبير الحافظ البارع بلا نكير شيخ حفاظ عصره الفقيه الناقد الورع المعمر عالم البلاد المصريه ومؤرخها الاكبر قاضي القضاة وشيخ الاسلام بدر الدين ابو محمد محمود بن احمد بن موسىٰ بن احمد بن الحسين بن يو سف بن محمود الحلبي الاصل العينتابي المولد والمنشاء ثم القاهري الدار والوفاة المعروف بالبدر العيني امام عصره في المنقول والمعقول ووحيد دهره في الفروع والاصول امتاز بين اكابر العلماء الذين وفقوا لكثرة التاليف بسعة

بہت بڑے امام، علامہ بلا انکار، کمال مہارت رکھنے والے، حافظ، اپنے زمانہ کے حفاظ کے استاذ، فقیہ، نقاد، پرہیزگار، بزرگ، مصر کے علاقوں کے عالم اور عظیم مؤرخ، قاضی القضاۃ شیخ الاسلام بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد بن موسیٰ بن احمد ابن الحسین بن یوسف بن محمود اصلاً حلبی، عینتاب میں پیدائش، قاہرہ میں گھر تھا اور وہیں وفات ہوئی، المشہور بدرالدین عینی، اپنے زمانہ میں معقولات و منقولات کے امام، فروع واصول میں یکتائے زمانہ ان اکابر علماء کے درمیان درجہ ممتاز رکھتے ہیں جنہیں

العلم وجودة البحث وحسن الترصيف حتىٰ ملأ خزائن العلم في العالم بمصنفاته الجليلة في الحديث والفقه والتاريخ والعربية وغيرها تتناقلها العلماء عصراً بعد عصر وتشهد لمؤلفها الجليل بالبراعة والفخر ولا تزال آثاره الكبيرة ومؤلفاته المبسوطة ذخراً خالداً وتراثا فياضاً تتداولها ايدي رواد التحقيق من العلماء يستجلو ابانوارها عن وجوه ابحاثهم الظلماء

(مقدمہ عمدۃ القاری للکوثری: ج۱ص۵ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان)

حسن ترتیب، عمدہ بحث مباحثہ اور وسعت علم کے ساتھ ساتھ کثرۃ تصانیف کی بھی توفیق نصیب ہوئی حتیٰ کہ انہوں نے حدیث، فقہ، تاریخ، عربیۃ وغیرہ علوم میں اپنی عمدہ اور جلیل القدر تصنیفات سے جہان کو علم کے خزانوں سے بھر دیا اور بعد میں یکے بعد دیگر آنے والے علماء ان تصانیف اور تالیفات کو ایک دوسرے سے نقل کرتے آئے، اور ان عظیم مؤلفات و مصنفات کے لیے مہارت اور قابل فخر ہونے کی گواہی دیتے رہے۔ اور ان کے آثار کثیرہ اور لمبی لمبی مؤلفات ہمیشہ ذخیرہ اور فیض تقسیم کرنے والی وراثت بن کر رہیں، جنہیں تحقیق کے پیاسے علماء کے ہاتھوں نے انہیں ایک دوسرے سے حاصل کیا تا کہ وہ ان چمکتی دمکتی مؤلفات و مصنفات کے ذریعے اپنی تاریکی ابحاث کے چہروں سے پردہ اٹھا سکیں۔

سرعتِ کتابت:

علامہ شمس الدین سخاوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

وصنف الكثير بحيث لا اعلم بعد شيخنا اكثر تصانيف منه وقلمه اجود من تقريره وكتابته طريقة حسنة مع السرعه حتى استفيض عنه انه كتب

آپ نے بہت ساری کتب تصنیف فرمائی ہیں۔ اپنے شیخ (حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ) کے بعد میں نہیں جانتا کہ کسی نے ان سے زیادہ کتب

القدوری فی لیلة بل سمع ذالك منه العز الحنبلی وكذا قال المقریزی انه كتب الحاوی فی لیلة اشتهر اسمه وبعد صیته مع لطف العشرة والتواضع

(الضوء اللامع للسخاوی: ج ١٠ ص ١٣٣ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان)

تصنیف کی ہوں ان کا قلم ان کی تقریر سے زیادہ اچھا تھا اور ان کی تحریر خوبصورت اور تیز تھی حتیٰ کہ یہ بات تواتر کے ساتھ آپ سے منقول ہے کہ آپ نے ''مختصر القدوری'' ایک رات میں لکھی ہے۔ بلکہ یہ چیز علامہ عزالدین حنبلی نے خود ان سے سنی ہے اسی طرح شیخ تقی الدین مقریزی نے کہا کہ انہوں نے (علامہ عینی رحمہ اللہ) ''الحاوی القدسی'' (دو جلدوں میں فقہ کی کتاب ہے) ایک رات میں لکھی ہے، آپ کا نام مشہور ہے اور آپ کی شہرت دور دراز تک پھیلی ہوئی ہے اس کے ساتھ ساتھ آپ مہربان دوست اور انتہائی عاجزی وانکساری والے تھے۔

علامہ عینی رحمہ اللہ کے ایک استاذ کے آپ کے متعلق شاندار کلمات تحسین:

علامہ بدرالدین عینی رحمہ اللہ کے استاذ ''شیخ جمال الدین ملطی رحمہ اللہ'' اپنے اس شاگرد کی قابلیت کو دیکھ کر داد دیئے بغیر نہ رہ سکے، چنانچہ آنے والی عبارت خود علامہ عینی رحمہ اللہ نے اپنی تاریخ میں ذکر کی ہے، اور آپ کے شاگرد ''ابن ایاس'' نے اسے نقل کیا ہے، ہم اس عبارت کا ترجمہ کر کے لکھ دیتے ہیں:

تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جو بے پناہ انعامات سے نوازنے والا اور بے پایاں احسان فرمانے والا ہے اور درود وسلام نازل ہوں اس عظمت والے رسول پر جنہیں سبع مثانی اور قرآن مجید عطا کیا گیا (آگے چل کر لکھتے ہیں)

میرے پیارے بیٹے ذہین وفطین، علم کے فاضل، کامل، انتہائی باعزت، فقہاء کے سرمایہ افتخار، مدرسین کے فخر، علماء کی زینت، اسلام اور مسلمانوں کے چودھویں کے چاند ''محمود بن شیخ عالم قاضی شہاب الدین احمد حنفی مرحوم'' اللہ تعالیٰ ان سے اور ان کے بیٹے سے اپنی چھپی مہربانی کے ساتھ معاملہ فرمائے۔ علوم شرعیہ اور فنون ادبیہ میں جب یہ

ظاہر ہوئے، حتیٰ کہ اپنے ساتھیوں کے درمیان ایسے ہوئے جیسے ستاروں کے جھرمٹ میں چودھویں کا چاند، اور یہ اپنے ہم زمانہ لوگوں سے علوم کی کئی انواع کے ساتھ مزین ہونے کی وجہ سے ممتاز ہیں، کیونکہ یہ علوم وفضائل کے اسالیب میں اپنی طبیعت کے قوی، اور اپنے ذہن کے صاف ہونے کی وجہ سے فائق ہیں، اور یہ اچھے اخلاق اور وسائل کے ساتھ مزین ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں مکروہ اور گھٹیا کاموں سے محفوظ رکھے۔ خواہشات باطلہ سے دور ہو کر میں نے انہیں فتوی نویسی اور رشد وہدایت ظاہر کرنے کی کھلی اجازت دی ہے۔ جس شخص نے مشکل احکام شرعیہ میں ان کی طرف رجوع کیا اس نے ایسے ہدایت دینے والے کی طرف رجوع کیا جو اس کی حق وصواب کی طرف راہ نمائی کرے گا اور اسے شک کے گڑھوں میں گرنے سے روک دے گا۔

والمامول منه ان لا یتخطی اقوال السلف وان یحمل التقوی فی سلوكه زاداً والنظر فی فتاویٰ السلف عماداً

(نزہۃ النفوس والابدان: ج ٢ ص ١٢١ مطبوعہ مطبعہ دارالکتب بیروت)

مجھے ان سے امید ہے کہ یہ سلف صالحین کے اقوال پس پشت نہیں ڈالیں گے اور یہ بھی امید ہے کہ یہ اپنے اس راستہ میں تقویٰ کو زادراہ اور سلف صالحین کے فتاویٰ میں غور وفکر کو اپنا اعتماد بنائیں گے۔

بادشاہ وقت کی گواہی:

بادشاہ اشرف برسبائی مجمع عام میں برملا کہتے تھے:

لولا القاضی العینی ما حسن اسلامنا ولا عرفنا كیف نسیر فی المملكة

اگر قاضی بدرالدین (عینی رحمہ اللہ) نہ ہوتے تو نہ ہم اچھے طریقے سے مسلمان ہوتے اور نہ ہی ہمیں بادشاہت اور حکومت چلانے کا پتہ ہوتا۔

(بدرالدین العینی واثرہ فی علم الحدیث: ص ٧٨ مطبوعہ دار البشائر الاسلامیہ بیروت)

ایک اور جگہ کہا:

لولا العینتابی ما كنا مسلمین (ایضاً)

اگر عینتابی (علامہ بدرالدین عینی رحمہ اللہ) نہ ہوتے تو ہم مسلمان نہ ہوتے۔

سیدی امام الاولیاء علامہ عبدالوہاب شعرانی رحمہ اللہ ایک جگہ لکھتے ہیں:

وحضره الشيخ جلال الدين البلقيني رضى الله عنه يوماً فى الميعاد فسمع تفسير الشيخ رضى الله عنه للقرآن فقال و الله لقد طالعت اربعين تفسيرا للقرآن مارأيت فيها شيئاً من هذه الفوائد التى ذكرها سيدى الشيخ محمد و كذلك كان يحضره شيخ الاسلام البلقينى وشيخ الاسلام العينى الحنفى وشيخ الاسلام البساطى المالكى وغيرهم

(الطبقات الکبریٰ :ص. ۴۱۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان)

ان (شیخ شمس الدین الحنفی رضی اللہ عنہ) کے پاس شیخ جلال الدین البلقینی ایک مقررہ وعدہ والے دن حاضر ہوئے تو شیخ (شمس الدین الحنفی رحمہ اللہ) کی قرآن مجید کی تفسیر کا سماع کیا اور فرمایا اللہ کی قسم! میں نے قرآن مجید کی چالیس تفسیروں کا مطالعہ کیا ہے میں نے ان میں وہ فوائد نہیں دیکھے جو فوائد سیدی شیخ محمد (شمس الدین الحنفی) نے ذکر کیے ہیں۔ اسی طرح ان (شیخ شمس الدین الحنفی رحمہ اللہ) کی خدمت میں یہ علماء بھی حاضر ہوا کرتے تھے:
شیخ الاسلام بلقینی، شیخ الاسلام علامہ بدرالدین عینی حنفی اور شیخ الاسلام بساطی مالکی رحمہم اللہ تعالیٰ۔

نیز عارف باللہ سیّدی شعرانی رحمہ اللہ ایک اور مقام پر لکھتے ہیں:

وقد ذكر شيخ الاسلام العينى فى التاريخ الكبير۔۔۔۔

(الطبقات الکبریٰ ص ۴۱۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

شیخ الاسلام (بدرالدین) عینی نے اپنی "تاریخ کبیر" (عقد الجمان فی تاریخ اہل الزمان) میں ذکر کیا ہے کہ۔۔۔۔۔

ایک اور عالم کی آپ کے حق میں گواہی

"السیرۃ المؤیدیہ" مصنفہ "شیخ محمد بن ناھض" پر تقریظ لکھنے کے لیے شیخ محمد بن ناھض کے شاگرد علامہ بدرالدین عینی رحمہ اللہ سے یوں دست بستہ گویا ہوئے:

يا قاضى بدرالدين يا وجه الرضا : طابت بك السكان فى الا وطان

قرّظ لسيرة شيخنا وامامنا : يا صاحب التاريخ بالسلطان

(اے قاضی بدرالدین! اے رضائے (الٰہی) کے چہرے (والے) تمہاری وجہ سے وطنوں میں باشندے پر سکون ہیں۔ ہمارے شیخ اور امام کی سیرۃ (میں لکھی ہوئی کتاب) پر تقریظ لکھ دیجئے اے بادشاہوں جیسی تاریخ والے (یعنی بادشاہوں کی طرح آفاق میں شہرت رکھنے والے)

(الذیل علی رفع الاصر للسخاوی:ص ۳۳۸ مطبوعہ الدار المصریۃ القاہرہ)

شیخ نواجی شاعر نے کہا:

لقد حزت يا قاضى القضاة مناقبا : يقصر عنها منطقى و بيانى

واثنى عليك الناس شرقاوغربا : فلا زلت محموداً بكل لسانى

(اے قاضی القضاۃ! تمہارے اندر ایسے مناقب جمع ہیں جن سے میری گفتگو اور بیان قاصر ہیں۔ مشرق و مغرب کے لوگوں نے تمہاری تعریف کی ہے۔ تم ہر ایک کی زبان پر ہمیشہ قابل تعریف رہے (محمود آپ کا نام بھی ہے۔ اس شعر میں جو لطافت ہے وہ مخفی نہیں ہے)

(بدرالدین العینی واثرہ فی علم الحدیث:ص ۸۳ مطبوعہ دار البشائر الاسلامیہ بیروت)

حلیہ مبارکہ:

حافظ بدرالدین عینی رحمہ اللہ گندم گوں رنگ، چھوٹے قد اور لمبی داڑھی والے شخص تھے۔

(بدرالدین العینی وجهوده فی علوم الحدیث: ص۸۹ مطبوعہ دارالنوادر بیروت)

(اعلام النبلاء للشیخ محمد راغب: ج۵ص۲۴۶ مطبوعہ دارالقلم العربی حلب)

(مقدمہ عمدة القاری للکوثری: ج۱ص۱۴ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

علامہ عینی رحمہ اللہ کی قوت حفظ اور وسعت علمی:

آپ کی قوت حفظ وذکاوت اور وسعت علمی کا چہ چہ چارسو پھیلا ہوا تھا۔ یہی وجہ ہے سلاطین وقت اور حکمران بھی آپ سے استفادہ کے لیے حاضر ہوتے۔

علامہ ابن تغری بردی لکھتے ہیں:

کان الاشرف یسئل العینی کثیراً عن امور دینه وعما یحتاج الیه من العبادات فیجیبه القاضی بدرالدین بعبارة تقرب من فهمه

بادشاہ اشرف برسبائی، علامہ بدر الدین عینی رحمہ اللہ سے بہت دفعہ اپنے دینی امور اور ضروری عبادتوں کے متعلق سوال کرتا رہتا، قاضی بدرالدین عینی رحمہ اللہ عام فہم الفاظ میں اسے جواب دیتے اور سمجھاتے تھے۔

(النجوم الزاہرۃ فی ملوک مصر والقاہرۃ: ج۱۶ص۱۰۹مطبوعہ دار الہیئۃ المصریۃ العامۃ قاہرہ)

میں کہتا ہوں: آپ انتہائی وسیع المطالعہ اور دقت نظر والے شخص تھے، اپنی خداداد صلاحیت سے ایسے ایسے مسائل کا استخراج کیا ہے جس سے متقدمین ومتاخرین علماء کی کتابیں خالی نظر آتی ہیں۔ آپ کی لاجواب اور مشہور زمانہ تالیف ''عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری'' اس پر عادل وشاہد ہے جیسا کہ آگے چل کر ہم (ان شاء اللہ) بمع مثالیں ذکر کریں گے۔

چھٹا باب:۔

علامہ بدرالدین عینی رحمہ اللہ کے ہم عصر لوگوں سے تعلقات۔

دو طرح کے لوگوں سے آپ کے تعلقات تھے:

ا: حکمران وسلاطین سے تعلقات

۲: ہم عصر علماء سے تعلقات

ہم اولاً حکمران وسلاطین سے آپ کے تعلقات کو تفصیلاً ذکر کرتے ہیں۔اس کے بعد ہم عصر علماء سے آپ کے تعلقات کو بیان کریں گے۔ان شاء اللہ۔

ا: حکمران وسلاطین سے تعلقات:

علامہ بدرالدین عینی رحمہ اللہ کے بارے میں تذکرہ لکھنے والے کے لیے لازمی ہے کہ وہ آپ کے سلاطین و حکمرانوں سے تعلقات کو ہرگز نہ بھولے، کیونکہ آپ کا ان کے ساتھ کافی عرصہ واسطہ پڑا رہا، آپ انہیں پڑھاتے بھی رہے، اوران کے مشیران خاص میں بھی تھے۔لیکن آپ نے ان کے حکومتی امور میں قطعاً دخل اندازی نہیں فرمائی۔

نو بادشاہوں سے تعلقات

علامہ بدرالدین عینی رحمہ اللہ کا ''مصر'' میں نو بادشاہوں کے ساتھ تعلق رہا۔ان کے نام درجہ ذیل ہیں:

ا: بادشاہ ظاہر برقوق ان کے ساتھ ۷۸۴ھ سے ۸۰۱ھ تک تعلق رہا۔

۲: بادشاہ ابوالسعادات فرج بن برقوق ۸۰۱ھ سے ۸۰۷ھ تک۔

۳: بادشاہ منصور بن برقوق ۸۰۸ھ سے ۸۱۵ھ تک۔

۴: بادشاہ مؤید شیخ المحمودی ۸۱۵ھ سے ۸۲۳ھ تک۔

۵: بادشاہ ططر ان کے ساتھ صرف ۸۲۳ھ ایک سال تعلق رہا۔

۶: بادشاہ صالح محمد بن ططر ۸۲۳ھ سے ۸۲۴ھ تک۔

۷: بادشاہ اشرف برسبائی ۸۲۵ھ سے ۸۴۱ھ تک۔

۸: عزیز الدین یوسف بن اشرف برسبائی ۸۴۱ھ سے ۸۴۲ھ تک۔

۹: بادشاہ ظاہر جقمق اس کے ساتھ ۸۴۲ھ سے لے کر ۸۵۵ھ تک وقت گزرا۔

اور ۸۵۵ھ علامہ بدرالدین عینی رحمہ اللہ کا تاریخ وصال ہے۔

سب سے آخری ''بادشاہ جقمق'' آپ کا انتہائی سخت مخالف تھا۔ تفصیل آگے چل کر ان شاء اللہ بیان کریں گے۔

اس زمانہ کے علماء کی یہ عادت تھی کہ جب بادشاہ مسند بادشاہت پر جلوہ افروز ہوتا تو وہ انہیں تحائف اور ہدیے پیش کرتے، زیادہ تر وہ تحفہ ایسی کتاب تحریر کر کے دیتے جو بادشاہ کی سیرۃ اور مختلف پند و نصائح پر مشتمل ہوتی، اس زمانے کے کئی علماء نے سلاطین کے تذکروں میں مؤلفات تحریر کیں، ہمارے مترجم ممدوح علامہ بدرالدین عینی رحمہ اللہ نے بھی جس طرح ''بادشاہ ططر'' اور ''بادشاہ اشرف برسبائی'' کی سیرۃ میں کتابیں تصنیف فرمائیں، ایسے ہی ''بادشاہ مؤید'' کی سیرۃ میں بھی نظم اور نثر دونوں انداز میں کتاب تصنیف فرمائی۔

بادشاہ ظاہر برقوق کے ساتھ تعلقات

سب سے پہلے جس بادشاہ کے ساتھ آپ کا تعلق اور اتصال استوار ہوا وہ ''بادشاہ ظاہر برقوق'' تھے۔ اس تعلق کا اشارہ علامہ عینی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ''العلم الھیب فی شرح الکلم الطیب'' میں کیا ہے۔

چنانچہ آپ لکھتے ہیں:

بادشاہ مؤید کے ساتھ تعلقات

پھر اسی طرح ''مؤید بادشاہ'' کے ساتھ عمدہ اور حسین پیرائے میں تعلق استوار رہا، یہاں تک کہ اس نے جب ''مدرسہ مؤیدیہ'' کا افتتاح کیا تو آپ کو مدرسہ مؤیدیہ کا ''صدر مدرس'' اور ''شیخ الحدیث'' کے منصب پر فائز کر دیا، پھر بعد میں ۸۲۳ھ میں اس نے آپ کو ''روم'' کے علاقوں کی طرف اپنا نائب اور قاصد بھی بنا کر بھیجا۔

(نزھۃ النفوس والا بدان: ج۲ ص۴۶۹ مطبوعہ مطبعہ دار الکتب بیروت)

بادشاہ ظاہر ططر کے ساتھ تعلقات

جب ''بادشاہ ظاہر ططر'' سلطنت مصر پر فائز ہوا تو اس نے آپ کی عزت و تکریم کو چار چاند لگا دیے۔ لیکن ان کی مدت حکومت انتہائی کم رہی۔

بادشاہ اشرف کے ساتھ تعلقات

ان کے بعد ''بادشاہ اشرف'' نے جب حکومت سنبھالی تو اس نے آتے ہی آپ کو ''عہدہ قضاء'' پر فائز کر دیا، اور اپنے دیگر وزیروں کے ساتھ ساتھ آپ کو بھی سفر پہ ساتھ لے جاتا۔ ایک مرتبہ ''شہر امد'' آپ کو ساتھ لے گیا پھر وہاں سے ''قلعہ بیرہ'' لے گیا، جب ''قلعہ بیرہ'' پہنچے تو علامہ بدرالدین عینی رحمہ اللہ ان سے الگ ہو کر ''شہر حلب'' میں اقامت پذیر ہو گئے، پھر جب بادشاہ ''قلعہ بیرہ'' سے واپس لوٹا تو وہ آپ کو پھر ''مصر'' کی طرف لے آیا ''بادشاہ

(سند کے روای) عبداللہ بن ابوبکر بن محمد بن عمرو بن حزم بن زید بن لوازن ابو محمد۔ کچھ اہل علم نے ابو بکر کہا ہے۔ انصاری مدنی ہیں: انہوں نے حضرت انس بن مالک، حضرت عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہما کے علاوہ کئی مشائخ سے حدیث کا سماع کیا، امام ابن معین نے کہا یہ ثقہ ہیں۔ ابوحاتم نے کہا یہ صالح ہیں۔ بخاری اور مسلم نے ان کی روایت کو ذکر کیا ہے۔ ان سے زہری، مالک بن انس، ثوری اور ابن عیینہ رضی اللہ عنہم کے علاوہ کئی لوگوں نے حدیث روایت کی ہے۔ ابن سعد نے کہا: یہ ثقہ، کثرت سے حدیث بیان کرنے والے اور عالم تھے۔ ۱۳۵ھ میں ستر سال کی عمر میں ان کی وفات ہوئی۔ ان کے پیچھے ان کی اولاد نہیں تھی۔ محدثین کی ایک جماعت کے علاوہ ان سے حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے بھی حدیث کی روایت لی ہے حدیث پاک میں آیا ''ومن مس الذکر'' اس کی اصل عبارت یوں ہے ''یکون الوضوء من مس الذکر'' (یعنی ذکر کو چھونے سے وضو ہے۔ حدیث میں آیا ہے ''ماعلمت ذاک'' (یعنی میں ذکر کو چھونے سے وضو کے وجوب کو نہیں جانتا)۔ اس حدیث سے امام شافعی اور امام احمد رحمہما اللہ نے اس پر استدلال کیا کہ مس ذکر سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ یہی مذہب امام اوزاعی، ور امام اسحٰق رحمہما اللہ کا ہے۔ مگر حضرت امام شافعی رحمہ اللہ کی رائے یہ ہے کہ وضو اس وقت ٹوٹے گا جب ہتھیلی کے باطنی حصہ سے ذکر چھوا جائے۔ امام مالک نے فرمایا: صرف کسی بڑے شخص کا ذکر چھونے سے وضو ٹوٹتا ہے۔ اس حدیث کو ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ رحمہم اللہ نے بھی روایت کیا ہے۔ اور ترمذی نے کہا: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ اور اس باب میں ان صحابہ کرام سے بھی روایت ہے: حدیث میں موجود مروان کا ذکر: مروان بن حکم بن ابوالعاص بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف بن قصی ابوعبدالملک یا ابوالقاسم یا ابوالحکم۔ یہ ہجرت کے دو سال بعد پیدا ہوئے۔ حضرت امام بخاری رحمہ اللہ نے حدیث حدیبیہ مسور بن مخرمہ کے ساتھ مقرون کر کے اس سے روایت لی ہے۔ نبی علیہ الصلاۃ والسلام سے اس کا سماع صحیح نہیں ہے۔ اس سے اس کے بیٹے عبد الملک کے علاوہ عروہ بن زبیر، علی بن حسین (امام باقر) اور کئی مشائخ نے حدیث روایت کی ہے۔ تریسٹھ سال کی عمر میں ۶۵ھ میں اس کی وفات ہے۔ امام ابوداود، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے اس کی روایت کو اپنی سنن میں ذکر کیا ہے۔ حدیث میں موجود بسرۃ بنت صفوان رضی اللہ عنہا کا تذکرہ: بسرہ بنت صفوان بن نوفل بن اسد بن عبدالعزی بن قصی قرشیہ اسدیہ۔ یہ مروان بن حکم کی خالہ اور عبدالملک بن مروان کی نانی ہیں۔ یہ ورقہ بن نوفل کی بھتیجی اور ماں کی طرف

سے عقبہ بن ابی معیط کی بہن ہیں۔ ان سے عبداللہ بن عمرو اور عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے علاوہ مروان بن حکم نے بھی حدیث روایت کی ہے۔ ابوداود، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ رحمہم اللہ نے ان کی روایت کو ذکر کیا ہے۔ حضرت ام حبیبہ، حضرت ابوایوب، حضرت ابوہریرہ، حضرت اروی بنت انیس، حضرت عائشہ، حضرت جابر، حضرت زید بن خالد اور حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہم۔ محمد بن اسماعیل (بخاری) نے کہا: یہ حدیث اس باب میں سب سے صحیح حدیث ہے۔ اور ان لوگوں نے کچھ دیگر احادیث سے بھی استدلال کیا ہے، جن کا ہم ذکر کریں گے۔ اس حدیث کا جواب کئی وجوہ سے ہے۔ پہلی وجہ: یہ حدیث ان متعدد صحابہ کرام سے روایت کردہ حدیث کی روایت کے مخالف ہے: حضرت عمر، حضرت علی، حضرت ابن مسعود، حضرت ابن عباس، حضرت زید بن ثابت، حضرت عمران بن حصین، حضرت حذیفہ بن یمان، حضرت ابوالدرداء، حضرت عمار بن یاسر، حضرت سعد بن ابی وقاص اور حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہم کے علاوہ سعید بن مسیب، سعید بن جبیر، ابراہیم نخعی، ربیعہ بن عبدالرحمٰن اور سفیان ثوری رضی اللہ عنہم۔ ان سب نے حدیث مذکور کے مخالف روایت کیا ہے۔ دوسری وجہ: یہ واقعہ جب مروان بن حکم کے دور میں رونما ہوا تو اس نے اس وقت موجود صحابہ کرام سے مشاورت کی، تو انہوں نے کہا: ہم ایسی خاتون جسکے بارے میں ہم نہیں جانتے کہ وہ سچ کہہ رہی ہیں یا جھوٹ؟ کی وجہ سے اپنے رب کی کتاب اور اپنے نبی کی سنت کو ہرگز نہیں چھوڑ سکتے۔

تیسری وجہ: یہ حدیث عموم بلویٰ سے متعلق خبر واحد ہے سو اگر ثابت ہوتی تو ضرور مشہور ہوتی۔

چوتھی وجہ: اگر اس حدیث کے ثبوت کو مان لیں تو یہ فقط ہاتھوں کو دھونے پر محمول ہوگی۔ کیونکہ صحابہ کرام پتھروں کے ساتھ استنجاء کرتے تھے نہ کہ پانی سے۔ اور جب وہ ذکر کو ہاتھ سے چھوتے تو ہاتھ ملوث ہو جاتے بالخصوص گرمی کے دنوں میں۔ اس لیے ہاتھوں کو دھونے کا حکم دیا گیا۔ سوال: شیخ ابن حبان نے کہا کہ حدیث میں موجود لفظ ''وضوء'' سے مراد ہاتھوں کو دھونا نہیں ہے۔ اگرچہ عرب ہاتھ دھونے کو بھی ''وضوء'' سے تعبیر کرتے ہیں، اس پر دلیل وہ حدیث ہے جو ہمیں باسند بیان کی گئی ہے: از عروہ بن زبیر از مروان از بسرہ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے اپنی شرمگاہ کو چھوا، اسے چاہیے کہ وہ نماز جیسا وضو کرے۔ نیز ایک اور سند سے مروی ہے از عروہ بن زبیر از مروان از بسرہ ان کا بیان ہے کہ: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص اپنی شرمگاہ کو چھوئے تو اسے چاہیے کہ وہ

وضو کا اعادہ کرے۔ اور اعادہ نماز کے وضو جیسے وضو کا ہوتا ہے۔ جواب: ہم (احناف) کہتے ہیں امام طحاوی رحمہ اللہ حدیث کے بہت بڑے امام ہیں۔ انہوں نے سند اول سے حدیث مذکور کو کمزور قرار دیا ہے۔ اور انہوں نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عیینہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ انہوں نے متعدد مشائخ کو گن گن کر بتایا کہ یہ مشائخ اس حدیث کو نہیں پہنچانتے۔ اور جسے ہم دیکھیں کہ وہ اس حدیث کو مشائخ سے روایت کر رہا ہے، ہم اس کے ساتھ تحریہ کرتے۔ اور ان مشائخ میں سے عبداللہ بن ابوبکر بن محمد بن حزم کا ذکر کیا۔ پھر اس حدیث کو امام اوزاعی کے طریق سے روایت کیا، انہوں نے کہا مجھے زہری نے خبر دی انہوں نے کہا: مجھے ابوبکر بن محمد بن حزم نے حدیث بیان کی۔ امام طحاوی رحمہ اللہ نے فرمایا: اس حدیث کا ضعیف اور منقطع ہونا ثابت ہوگیا۔ اور پہلی سند کے ساتھ امام مالک رضی اللہ عنہ نے ''موطا'' میں اس حدیث کو روایت کیا اور امام شافعی رضی اللہ عنہ کی ''مسند'' میں بھی یہ حدیث سند اول سے مروی ہے۔ اور امام شافعی رحمہ اللہ کے طریق سے امام بیہقی رحمہ اللہ نے روایت کیا۔ امام طحاوی رحمہ اللہ نے فرمایا حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنھما کے علاوہ ہم کسی کو نہیں جانتے کہ کسی نے ذکر کو چھونے سے وضو کے واجب ہونے کا فتوی دیا ہو۔ اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی اس بارے میں متعدد اصحاب رسول اللہ ﷺ نے مخالفت کی ہے۔

مخالفین کے کچھ دیگر دلائل: اور جن احادیث سے مخالفین نے استدلال کیا، ان میں سے ایک وہ حدیث بھی ہے جسے ابن حبان نے اپنی صحیح میں از یزید بن عبدالملک اور نافع بن ابی نعیم قاری از مقبری از ابوہریرہ روایت کیا، ان کا بیان ہے کہ: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کوئی اپنی شرمگاہ کی طرف ہاتھ پہنچائے، ہاتھ اور شرمگاہ کے درمیان کوئی رکاوٹ یا پردہ (کپڑا وغیرہ) نہ ہو تو اسے چاہیے کہ وہ وضو کرے۔ اس حدیث کو حاکم نے مستدرک میں بافادہ تصحیح، احمد نے مسند میں، طبرانی نے معجم میں، دار قطنی اور بیہقی نے اپنی سنن میں روایت کیا ہے۔ بیہقی کے الفاظ یہ ہیں: ''جو اپنے ہاتھ کو شرمگاہ کی طرف پہنچائے اس کے آگے کوئی رکاوٹ حائل نہ ہو تو اس پر نماز کے وضو جیسا وضو لازم ہے''۔ اس کے بعد امام بیہقی نے کہا: یزید بن عبدالملک کے بارے میں محدثین نے کلام (جرح) کیا ہے۔ پھر امام احمد بن حنبل سے سند کے ساتھ روایت کیا کہ:

ان سے پوچھا گیا (یزید بن عبدالملک کے بارے میں)۔ تو آپ نے فرمایا: ''وہ اہل مدینہ کے شیخ ہیں، ان میں کوئی

حرج نہیں ہے''۔ ہم (احناف) کہتے ہیں: علماء نے اس پر شدید جرح کی ہے۔ چنانچہ ابوزرعہ نے کہا: ''یہ حدیث میں کمزور ہے'' اور ان کے بارے میں سنگین الفاظ کہے۔ نسائی نے کہا ''متروک الحدیث'' ہے۔ ساجی نے کہا ''ضعیف اور منکر الحدیث ہے اور آخر عمر میں اختلاط کا شکار ہوگیا تھا''۔ اس کے بعد امام بیہقی رحمہ اللہ نے کہا: امام شافعی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''افضاء بالید'' ہاتھ کے باطنی حصہ سے ہوگا ہم (احناف) کہتے ہیں ''محلی'' میں مذکور ہے کہ امام شافعی رضی اللہ عنہ کے اس قول پر قرآن، حدیث، اجماع، قیاس اور رائے صحیح سے کوئی دلیل نہیں ہے اور نہ ہی آثار (صحابہ و تابعین) میں صحیح ثابت ہے۔ اور اگر یہ قول کسی حدیث سے ثابت بھی ہو جائے تو پھر ''افضاء'' جیسے ہاتھ کے ظاہر سے ہوتا ہے ایسے ہی ہاتھ کے باطن سے بھی ہوتا ہے۔

مخالفین کی ایک اور دلیل: ان کی ایک اور دلیل وہ حدیث بھی ہے جسے ابن ماجہ نے اپنی ''سنن'' میں از ہیثم بن جمیل روایت کیا ہے انہوں نے کہا: ہمیں علاء بن حارث نے حدیث بیان کی از مکحول از عنبسہ بن ابوسفیان از ام حبیبہ انہوں نے رسول کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: جو اپنی شرمگاہ کو ہاتھ لگائے اسے چاہیے کہ وہ وضو کرے۔ (ہم کہتے ہیں) امام ترمذی نے اپنی کتاب میں کہا: محمد بن اسماعیل بخاری نے کہا: مکحول کا عنبسہ بن ابوسفیان سے سماع ثابت نہیں ہے۔ اس حدیث مذکور کے علاوہ، یہ سند یوں ہے:

''مکحول از کوئی شخص از عنبسہ'' گویا امام بخاری رحمہ اللہ کے نزدیک یہ حدیث صحیح نہیں ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے فرمایا: سب سے صحیح ترین جو حدیث میں نے اس بارے میں سنی ہے وہ علاء بن حارث از مکحول از عنبسہ بن سفیان از ام حبیبہ رضی اللہ عنھم ہے۔ امام ترمذی کی یہ عبارت گذشتہ عبارت جہاں کہا کہ: ''امام بخاری نے فرمایا: اس باب میں سب سے صحیح ترین حدیث حضرت بسرۃ رضی اللہ عنہا کی حدیث ہے'' اس کے مخالف ہے، اور اس کا ذکر پیچھے گزر چکا ہے۔ امام طحاوی رحمہ اللہ نے ''شرح معانی الآثار'' میں حضرت ابومسہر سے سند کے ساتھ روایت کیا، انہوں نے کہا مکحول نے عنبسہ سے کچھ بھی نہیں سنا۔ امام طحاوی رحمہ اللہ نے فرمایا: یہ لوگ (ائمہ شوافع) حضرت ابومسہر کے قول کو بطور حجت مانتے ہیں۔ اب حدیث کا مدار انقطاع پر ہوگیا، اور وہ منقطع حدیث سے استدلال نہیں کرتے۔

مخالفین کی ایک اور دلیل: ایک وہ حدیث ہے جسے ابن ماجہ نے از اسحق بن ابی فروہ از زہری از عبدالرحمن بن عبدالقاری

ازابوایوب روایت کیاان کا بیان ہے کہ، میں نے رسول کریم ﷺ کوفرماتے ہوئے سنا ''جوشخص اپنی شرمگاہ کوچھوئے اسے چاہیے کہ وہ وضوکرے''۔

ہم (احناف) کہتے ہیں: یہ حدیث ضعیف ہے۔ کیونکہ حدیث میں مذکور راوی اسحٰق بالاتفاق ''متہم بالکذب'' ہے۔ کچھ اہل علم نے انہیں متہم قرار دیا۔ مخالفین کی ایک اور دلیل: ایک اور دلیل وہ حدیث ہے جسے ابن ماجہ ہی نے ازعبداللہ بن نافع بن ابی ذئب ازعقبہ بن عبدالرحمٰن ازمحمد بن عبدالرحمٰن بن ثوبان از جابر بن عبداللہ روایت کیا ان کا بیان ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ''جب تم میں سے کوئی اپنے ذکر کو چھوئے اس پر وضو لازم ہے''۔ اور امام بیہقی نے اپنی سنن میں امام شافعی کے طریق سے ازعبداللہ بن نافع سند مذکور کے ساتھ روایت کیا۔ اور ان کے الفاظ یہ ہیں ''جب تم میں سے کوئی اپنا ہاتھ اپنی شرمگاہ کی طرف پہنچائے اسے چاہیے کہ وضوکرے'' پھر امام شافعی رحمہ اللہ نے کہا ''میں نے ابن نافع کے علاوہ حفاظ محدثین کی ایک جماعت سے سنا وہ اس حدیث کو روایت کرتے ہیں لیکن اس میں حضرت جابر کا ذکر نہیں کرتے۔ امام طحاوی رحمہ اللہ نے ''شرح معانی الآثار'' میں کہا: اس حدیث کو حفاظ محدثین نے از ابن ابی ذئب روایت کیا اور انہوں نے اس کو مرسلاً روایت کیا اور اس میں انہوں حضرت جابر کا ذکر نہیں کیا، لہٰذا حدیث ارسال کی طرف لوٹ آئی اور یہ (مخالفین) حدیث مرسل سے استدلال نہیں کرتے۔ مخالفین کی ایک اور دلیل: ایک اور دلیل وہ حدیث ہے جسے امام احمد رحمہ اللہ نے اپنی ''مسند'' میں اور بیہقی نے اپنی ''سنن'' میں بقیہ بن ولید سے روایت کیا۔ انہوں نے کہا: مجھے محمد بن ولید زبیدی نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا مجھے حدیث بیان کی عمرو بن شعیب نے از والدخود از جدخود ان کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ''جو مرد اپنی شرمگاہ کو چھوئے اس کو چاہیے کہ وہ وضو کرے اور جو عورت اپنی شرمگاہ کو چھوئے اسے چاہیے کہ وضوکرے''۔ ہم (احناف) کہتے ہیں: عمرو بن شعیب سے روایت کرنے والا راوی اگر ثقہ ہو تو اس کی حدیث قابل استدلال ہوتی ہے، اور اگر ثقہ نہ ہو تو اس کی حدیث قابل استدلال نہیں ہوتی۔ اور جہاں تک ان کی حدیث ''از والدخود از جدخود'' کا تعلق ہے، تو اس بارے میں محدثین نے اس وجہ سے جرح کی ہے کیونکہ وہ اپنے دادا (عبداللہ بن عمرو بن العاص) کے صحیفہ سے حدیث بیان کرتے ہیں۔

علماء کہتے ہیں، انہوں نے بذات خود چند احادیث روایت کیں۔ پھر انہوں نے صحیفہ سے احادیث روایت کرنا

شروع کردیں۔ حافظ جمال الدین مزی نے کہا: عمرو بن شعیب کی حدیث تین وجوہ پر آتی ہے۔

وجہ اول: ''عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ''۔ یہ سند بہتر ہے۔

وجہ دوم: ''عمرو بن شعیب عن ابیہ عن عبداللہ بن عمرو''۔

وجہ سوم: ''عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ عن عبداللہ بن عمرو''۔ امام طحاوی نے کہا یہ صدقہ ضعیف راوی ہیں۔

مخالفین کی ایک اور دلیل: وہ حدیث ہے جسے امام احمد نے اپنی ''مسند'' میں از ابن اسحاق روایت کیا کہا ''مجھے حدیث بیان کی مسلم زہری نے از عروہ بن زبیر از زید بن خالد جہنی'' یہ کہتے ہیں میں نے رسول اکرم ﷺ کوفرماتے ہوئے سنا ''جوشخص اپنی شرمگاہ کو چھوئے اسے چاہیے کہ وہ وضوکرے''۔ اس حدیث کو امام طحاوی نے بھی روایت کیا، اور کہا یہ غلط ہے۔ کیونکہ عروہ سے جب مروان نے ''مس ذکر'' کے بارے میں پوچھا، تو انہوں نے جواب میں کہا ''اس میں وضو نہیں ہے'' تو مروان نے کہا مجھے بسرہ نے از نبی اکرم ﷺ خبردی ہے کہ ''اس میں وضو ہے'' اس پر حضرت عروہ نے اسے کہا: ''میں نے یہ نہیں سنا'' حتیٰ کہ مروان نے بسرہ کی طرف پولیس والا بھیجا تو حضرت بسرہ نے اسے خبر دے دی، اور یہ واقعہ حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ کی وفات کے (کئی عرصہ) جتنا اللہ تعالیٰ نے چاہا، بعد میں ہوا۔ تو کیسے جائز ہے حضرت عروہ کا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر اس حدیث کا انکار کرنا جو آپ کو حضرت زید بن خالد رضی اللہ عنہ نے بیان کی؟ یہ بات درست ہے نہ صحیح ہے مخالفین کی ایک اور دلیل: وہ حدیث ہے جسے دارقطنی نے اپنی ''سنن'' میں از عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن عمر بن حفص عمری از ہشام بن عروہ از والدخود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا یہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''ان لوگوں کے لیے ہلاکت ہےجو اپنی شرم گاہوں کو چھوتے ہیں پھر نماز پڑھتے ہیں اور وضو نہیں کرتے'' حضرت عائشہ نے عرض کی: میرے ماں باپ آپ پر قربان جائیں یہ حکم تو مردوں کے لیے ہے، عورتوں کے بارے میں کیا حکم ہے؟ ارشاد فرمایا ''جب تم (عورتوں) میں سے کوئی اپنی شرم گاہ کو چھوئے اسے چاہیے کہ وہ بھی نماز جیسا وضوکرے''

ہم (احناف) کہتے ہیں: یہ حدیث راوی عبدالرحمٰن کی وجہ سے معلول ہے۔ امام احمد نے فرمایا ''یہ بہت بڑا جھوٹا تھا'' نسائی، ابوحاتم اور ابوزرعہ نے کہا ''یہ متروک الحدیث ہے'' ابوحاتم نے ساتھ یہ بھی اضافہ کیا کہ ''یہ جھوٹ بولتا

تھا'' نیز جوابو یعلی موصلی نے اپنی ''مسند'' میں حدیث روایت کی وہ اس حدیث کے معارض بھی ہے۔ انہوں نے کہا: ہمیں حدیث بیان کی جراح بن مخلد نے انہوں نے کہا ہمیں عمر بن یونس یمامی نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا ہمیں مفضل بن ایوب نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا مجھے حسین بن اورع نے حدیث بیان کی از والدخود از یوسف بن عبداللہ حمیری انہوں نے کہا'' میں اور میرے ساتھ چند لوگ تھے ہم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے، ہم نے ان سے وہ مرد جو اپنی شرمگاہ کو چھوئے اور وہ عورت جو اپنی شرمگاہ کو چھوئے کے بارے میں سوال کیا، تو انہوں نے کہا ''میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا'' مجھے اس بات کی کوئی پرواہ نہیں کہ میں اپنی شرمگاہ کو چھوؤں یا نہ چھوؤں'' (یعنی دونوں صورتوں میں میرا وضو نہیں ٹوٹے گا)

۶۴: مغانی الاخیار فی شرح اسامی رجال معانی الاثار:

اس کتاب کو علامہ عینی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ''نخب الافکار فی شرح شرح معانی الاثار'' (جس کا تذکرہ آگے آرہا ہے) کے لیے بطور مقدمہ کے تحریر فرمایا تھا۔ بعد میں یہ کتاب مستقل کتاب کی شکل اختیار کر گئی۔ یاد رہے !اس کتاب کو علامہ عینی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ''مبانی الاخبار'' اور ''نخب الافکار'' کے بعد تالیف فرمایا ہے۔ اور یہ کتاب بحمد اللہ تین جلدوں میں مطبوع ہے۔ ''مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکہ مکرمہ'' نے اسے شائع کیا ہے۔ (محقق العصر مفتی محمد خان قادری حفظ اللہ کے کتب خانہ میں موجود ہے، علاوہ ازیں جامعہ نظامیہ رضویہ لوہاری گیٹ لاہور میں بھی اس کا نسخہ موجود ہے۔ لیکن میرے خیال کے مطابق اس نسخہ میں بہت زیادہ کمی بیشی کی گئی ہے۔ واللہ اعلم)۔ کتاب کے شروع میں علامہ عینی رحمہ اللہ نے تقریباً دو ورقہ میں عظیم الشان مقدمہ تحریر فرمایا اور اس میں ذکر کیا کہ:

''میں شرح معانی الاثار میں موجود راویوں سے متعلق مشکلات اور معضلات کو آسان پیرایہ میں بیان کرونگا۔ اس کے بعد رجال کی تخریج کرتے ہیں اور بات کو ''ڈنکے کی چوٹ'' پر بیان کرتے ہیں کہ احناف کا استدلال قرآن مجید کے بعد حدیث اور خبر سے شروع ہوتا ہے، اور احناف کا مذہب ہر مشکل مسئلہ کے حل میں حدیث نبوی ﷺ ہے۔ ایسا کیوں نہ ہو؟ حالانکہ احناف خبر واحد کو قیاس پر مقدم کرتے ہیں۔ اس کے بعد علامہ عینی رحمہ اللہ نے کتاب ھذا کی ترتیب میں اپنا منہج بیان کیا ہے۔ آپ لکھتے ہیں:

وجعلت کتاب الرجال علی مقدمة وخمسة عشر کتاباً اما المقدمة ففی ذکر نبذة من سیرة النبی ﷺ علی طریق الایجاز اذالکتاب لم یوضع لذالك ولكن لا تخلو بر کته عن ذالك

میں نے ''کتاب الرجال'' (مغانی الاخیار) کو ایک مقدمہ اور پندرہ کتابوں میں ترتیب دیا ہے جہاں تک مقدمہ کا تعلق ہے تو وہ بطریق اختصار سیرۃ نبی ﷺ کے ذکر میں ہے کیونکہ یہ کتاب سیرۃ نبی ﷺ کے لیے نہیں لکھی گئی لیکن یہ کتاب اس کی برکت سے خالی بھی نہیں ہونی چاہیے۔

نوٹ:

اس کتاب پر مزید تبصرہ آگے چل کر کریں گے۔ یہاں ہم گذشتہ عبارت پر سردست تبصرہ لازمی سمجھتے ہیں۔ علامہ عینی رحمہ اللہ نے یہ لکھ کر ''میری کتاب حضور ﷺ کی سیرت طیبہ کی برکت سے خالی نہ ہو'' اہل سنت و جماعت کے عقیدہ صادقہ کی ترجمانی کی ہے۔ اس کے علاوہ کئی کتب کے مختلف مقامات پر اہل سنت و جماعت کے عقائد کی ترجمانی کی ہے۔ ان میں سے چند مثالیں ملاحظہ ہوں:

حضور علیہ الصلاۃ والسلام نور ہیں اور اول الخلق ہیں: آپ لکھتے ہیں:

اول ما خلق الله نور محمد ﷺ

سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے سیدنا محمد ﷺ کے نور کو پیدا فرمایا ہے۔

(عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری: ج ۱۵ص ۱۵۰ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان)

ایک اور مقام پر امام مالک رضی اللہ عنہ کے تذکرہ میں لکھتے ہیں:

ودفن بالبقیع وزرنا قبرہ غیر مرة نسئال الله العودة

(عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری: ج ۱ص ۴۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان)

حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ جنت البقیع میں مدفون ہیں ہم نے آپ کی قبر کی کئی بار زیارت کی ہے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سوال کرتے ہیں کہ ہمیں ایک بار پھر زیارت کا موقع دے۔

ایک اور جگہ لکھتے ہیں:

میں علامہ جلال الدین قونوی کی قبر پر حاضری کے لیے اسپیشل شہر ''قونیہ'' گیا ہوں۔

(کشف القناع المرنی مخطوط)

(بدرالدین العینی واثرہ فی علم الحدیث: ص ۶۴ مطبوعہ دارالبشائر الاسلامیہ بیروت)

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی قبر کے پاس دعا قبول ہوتی ہے:

آپ لکھتے ہیں:

فقبرہ قریب من سورھا معروف الی الیوم معظم فیستسقون بہ فیسقون

(عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری: ج ۲ ص ۴۲۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان)

ان (حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ) کی قبر اس (قسطنطنیہ) کی سرحد کے قریب معروف ہے، اس کی آج تک تعظیم وتکریم کی جاتی ہے، لوگ وہاں بارش کی طلب کے لیے دعا کرتے ہیں تو وہاں بارش ہو جاتی ہے۔

تحفظ ناموس رسالت:

نبی اکرم ﷺ کے تمام فضلات طاہر ہیں:

علامہ عینی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

سید عالم ﷺ کا پیشاب مبارک اور آپ کے تمام فضلات طاہر اور پاک ہیں۔

(عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری ج ۳ ص ۱۱۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان)

روایت ''تلک الغرانیق العلیٰ'' کا رد شدید:

اس سے پہلے تمہیداً بطریق اختصار اس روایت کا پس منظر ذکر کرتے ہیں:

''صحیح مسلم شریف'' میں ہے نبی اکرم ﷺ نے ''سورۃ والنجم'' میں آیت سجدہ کی تلاوت فرمائی۔ آپ ﷺ کے پاس جتنے لوگ تھے ان سب نے سجدہ کیا۔ سوائے ایک بوڑھے شخص کے اس نے مٹی کی ایک مٹھی بھر کر اپنی پیشانی

سے لگائی اور کہا مجھے یہی کافی ہے۔

(صحیح مسلم)

اس موقع پر مشرکین نے جو سجدہ کیا اس کی وجہ میں ایک روایت پیش کی جاتی ہے کہ: ''حضور ﷺ نے جب ''ومنوۃ الثالثۃ الاخریٰ'' کی تلاوت کی تو شیطان نے آکر تلاوت میں خود یہ الفاظ ملا دیے یا آپ کی زبان سے جاری کرا دیے۔

وانھن لھن الغرانیق العلیٰ : وان شفاعتھن لھی التی ترتجی

(یہ عنان بلند بانگ : ان کی شفاعت کی توقع اور امید کی جاتی ہے۔)

یہ سن کر مشرکین خوش ہوئے اور سجدہ کر لیا بعد میں سیدنا جبریل علیہ السلام نے آکر عرض کی'' آپ نے وہ چیز تلاوت کی جس کو میں لے کر آیا نہ اللہ تعالیٰ نے اس کو نازل کیا۔ آپ ﷺ رنجیدہ ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی تسلی کے لیے یہ آیت نازل فرمائی۔

وما ارسلنا من قبلك من رسول ولا نبی الا اذا تمنی القی الشیطن فی امنیتہ فینسخ اللہ ما یلقی الشیطن ثم یحکم اللہ ایاتہ واللہ علیم حکیم

(سورۃ الحج ۵۲)

اور ہم نے آپ سے پہلے کوئی رسول اور نبی نہیں بھیجا مگر جب انہوں نے تمنا کی تو شیطان نے اس تمنا میں خلل ڈال دیا تو اللہ تعالیٰ شیطان کے وساوس کو منسوخ فرما دیتا ہے پھر اپنی آیتوں کو مضبوط بناتا ہے اور اللہ جاننے والا اور حکمت والا ہے۔

یہ واقعہ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے مفصلاً بیان کیا ہے۔

(تفسیر ابن کثیر: ج ۳ ص ۲۵۳ مطبوعہ میر محمد کتب خانہ کراچی)

تمام محققین ائمہ نے اس روایت کو شدت کے ساتھ باطل قرار دیا ہے۔

بعد از تمہید:

علامہ بدرالدین عینی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

فانه قد قامت الحجة واجتمعت الامة على عصمته ﷺ ونزاهته عن مثل هذه الرذيلة وحاشاه عن ان تجرى على قلبه اولسانه شيء من ذالك لا عمداً ولا سهواً اويكون للشيطان عليه سبيل اوان يتقول على الله عزوجل لا عمداً ولا سهواً والنظر والعرف ايضاً يحيلان ذالك و لووقع لارتد كثير ممن اسلم ولم ينقل ذالك ولا كان يخفى على من كان بحضرته من المسلمين

(عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری: ج ۱۹ص ۹۵ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان)

اس قسم کے گھٹیا واقعہ سے نبی ﷺ کی عصمت اور پاکیزگی پر دلیل قائم ہے۔ اور اس پر امت کا اجماع ہے کہ آپ ﷺ اس سے بری ہیں کہ آپ ﷺ کے دل انور یا زبان مبارک پر ایسی کوئی چیز جاری ہو عمداً نہ سہواً، یا شیطان کسی طرح سے آپ پر کوئی راہ نکال سکے یا آپ اللہ تعالیٰ کی طرف کوئی غلط بات منسوب کریں عمداً نہ سہواً۔ عقلاً اور عرفاً بھی یہ واقعہ محال ہے۔ اگر اس طرح کا واقعہ رونما ہوتا تو کئی مسلمان مرتد ہو جاتے حالانکہ ایسا ہرگز منقول نہیں ہے۔ اور آپ ﷺ کے پاس جو مسلمان تھے ان سے یہ واقعہ مخفی اور پوشیدہ نہ رہتا۔

مفصلاً اس عبارت کو دوبارہ ''عمدۃ القاری'' کی مباحث میں ہم انشاء اللہ ذکر کریں گے۔ یاد رہے اس کے علاوہ آپ کی مختلف کتب میں اس قسم کے سینکڑوں حوالہ جات مفصلاً و مدللاً موجود ہیں۔ ہم نے طوالت کے خدشہ سے ترک کردیے ہیں۔ ''وما ذكرنا فيه كفاية لمن له دراية''

والحمد لله رب العلمين

امدم برسر مطلب!

مغانی الاخیار میں موجود مؤلف رحمہ اللہ کی پندرہ کتب کی تفصیل:

پہلی کتاب:

راویان صحابہ کرام کے تذکرہ میں ہے۔ رضی اللہ عنہم۔

دوسری کتاب:

ان کی کنیتوں کے بیان میں۔

تیسری کتاب:

ان روایوں کے بیان میں جو باپ یا دادو غیرہ کی طرف منسوب ہیں۔

چوتھی کتاب:

خواتین راویوں کے بیان میں ہے۔ رضی اللہ عنہن۔

پانچویں کتاب:

خواتین صحابہ کی کنیتوں کے بیان میں ہے۔

چھٹی کتاب:

''محمدین'' روایوں کے بیان میں ہے۔

ساتویں کتاب:

تابعین وغیرہ روایوں کے بیان میں ہے۔

آٹھویں کتاب:

ان تابعین کی کنیتوں کے بیان میں ہے۔

نویں کتاب:

وہ تابعین جو اپنے باپ یا دادو غیرہ کی طرف منسوب ہیں، ان کے بیان میں ہے۔

دسویں کتاب:

مبہمات کے بیان میں ہے۔

گیارہویں کتاب:

ان لوگوں کے بیان میں ہے جو قبائل اور بلدان کی طرف منسوب ہیں۔

بارہویں کتاب:

ان لوگوں کی نسبتوں کے بیان میں ہے، جو پیشوں کی طرف منسوب ہیں۔

تیرہویں کتاب:

القاب کے بیان میں ہے۔

چودہویں کتاب:

تابعیات وغیرہ خواتین کے بیان میں ہے۔

پندرہوں کتاب:

ان خواتین کی کنیتوں کے بیان میں ہے۔

اس کے آخر میں علامہ عینی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

یہ جس طریقہ پر میں چلا ہوں، مجھ سے پہلے بہت کم لوگ ہی ایسے طریقے پر چلے ہیں، بلکہ مجھ سے پہلے اس طریقہ پر کوئی نہیں چلا اور نہ اس راہ کے کوئی قریب آیا۔

(مقدمہ مغانی الاخیار: ج ا مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکہ مکرمہ)

(بدر الدین العینی واثرہ فی علم الحدیث)

علامہ عینی رحمہ اللہ نے اپنی اس کتاب میں فن جرح وتعدیل کے حوالہ سے کثیر مصادر پر اعتماد کیا ہے۔جن میں سے چند کتب یہ ہیں۔

ا: میزان الاعتدال للذہبی۔
۲: کتاب الثقات للعجلی۔

۳: کتاب الثقات لابن حبان۔
۴: تاریخ خلیفہ بن خیاط۔
۵: الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم۔
۶: الادب المفرد للبخاری۔
۷: کتاب القراءۃ خلف الامام للبخاری۔
۸: التاریخ الکبیر للبخاری۔
۹ تہذیب الکمال للمزی۔
۱۰: الطبقات الکبریٰ لابن سعد۔
۱۱: المراسیل لابی داود۔
۱۲: تاریخ دمشق الکبیر لابن عساکر۔
۱۳: اسد الغابۃ لابن الاثیر۔
۱۴: الاستیعاب لابن عبد البر۔
۱۵: معرفۃ الصحابۃ لابن مندہ۔
۱۶: کتاب المغازی للواقدی۔
۱۷: طبقات ابن صاعد۔
۱۸: معرفۃ الصحابۃ لابی نعیم۔
۱۹: صحاح ستہ۔
۲۰: سنن (لاتعداد)۔
۲۱: مسانید (بے شمار)۔

اوراس کے علاوہ سینکڑوں مصادر ہیں جن کا احاطہ ناممکن ہے۔مزید کچھ کا ذکر ہم ''عمدۃ القاری'' کے تذکرہ

میں کریں گے۔ان شاء اللہ تعالیٰ۔

اور جہاں تک اس کتاب میں موجود تراجم کی کیفیت کی بات ہے، تو وہ شخصیات کے اعتبار سے مختلف ہیں مثلاً امام شافعی رحمہ اللہ کا تذکرہ ایک ورقہ میں ہے۔اور امام مالک اور امام احمد رحمہما اللہ کا تذکرہ ایک ایک صفحہ میں ہے ،جبکہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا تذکرہ سات اوراق میں ہے۔علامہ عینی رحمہ اللہ تراجم اور تذکرہ میں قطعاً تعصب کا شکار نہیں ہوئے۔اس کی زندہ مثال آپ درج ذیل مثال میں ملاحظہ کیجیے۔

امام شافعی رحمہ اللہ کے تذکرہ میں لکھتے ہیں:

الدين والورع من الائمة الاربعة فانهم اركان الدين المحمدى ونصرة الشرع الاحمدى لله فيهم سرخفى وامر مرضى حيث يجرى دينه على مذاهبهم فمن تكلم فيهم بسوء فهو زنديق او مجنون فالمجنون يداوى والزنديق يقتل ومناقب الشافعى كثيرة بسطنا القول فيها فى تاريخنا الكبير

آپ (امام شافعی رحمہ اللہ) دین دار، متقی، پرہیزگار اور ائمہ اربعہ میں سے ایک ہیں۔پس بے شک ائمہ اربعہ دین محمدی ﷺ کے ستون اور شرع احمدی ﷺ کے مددگار ہیں ان کی ذات میں اللہ رب العزت کا مخفی راز اور خوش آئند امر ہے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنا دین ان کے مذاہب پر جاری فرمایا ہے۔جو شخص ان کی ذات کے بارے میں بری بات کہے وہ زندیق ہے یا مجنون ہے۔اور مجنوں کا علاج کیا جاتا ہے،جبکہ زندیق کو ہلاک کیا جاتا ہے۔اور امام شافعی رحمہ اللہ کے کثیر مناقب ہیں۔ہم نے اپنی بڑی تاریخ (عقد الجمان فی تاریخ اہل الزمان) میں مفصلاً بیان کیے ہیں۔

(مغانی الاخیار مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکہ مکرمہ)

(بدرالدین العینی واثرہ فی علم الحدیث مطبوعہ بیروت)

میرا ارادہ تھا کہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا جتنا تذکرہ علامہ عینی رحمہ اللہ نے ”مغانی الاخیار“ میں لکھا ہے وہ مکمل عربی متن مع ترجمہ یہاں لکھ دوں، لیکن بعد میں میرے احباب کے مشورہ کی وجہ سے میری رائے بدل گئی کیونکہ انہوں نے کہا یہ کتاب (یعنی راقم الحروف کی کتاب ھذا) اس موضوع کے لیے نہیں ہے۔میں نے ان کے

اس مشورہ کو قبول کرلیا اور ان شاء اللہ اگر اللہ تعالیٰ نے توفیق دی تو اس پر مستقل کام کیا جائے گا“ والا عمال بالنیات

”یاد رہے! رجال طحاوی پر جیسے علامہ عینی رحمہ اللہ کی تصنیف ہے ایسے ہی علامہ ابن ہمام رحمہ اللہ کے شاگرد رشید علامہ قاسم بن قطلوبغا رحمہ اللہ کی تصنیف بھی ہے۔انظر:

(الضوء اللامع: ج۶ ص۱۶۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان)

۶۵: مبانی الاخبار فی شرح شرح معانی الآثار:

یہ شرح حضرت امام ابوجعفر احمد بن محمد بن سلامہ الطحاوی المتوفی ۳۲۱ھ کی تصنیف مبارک ”شرح معانی الآثار“ کی مفصل اور مطول شرح ہے۔لیکن یہ تا حال غیر مطبوع ہے۔

ڈاکٹر صالح لکھتے ہیں:

اس کا ایک نسخہ ناقصہ بخط مؤلف دار الکتب المصریہ میں موجود ہے۔جس کا نمبر یہ ہے ”۴۹۲ حدیث“

اسلوب شرح:

علامہ عینی رحمہ اللہ اس شرح میں طویل مقدمہ لکھنے کے بعد کتاب کی شرح میں شروع ہوگئے، پھر سب سے پہلے ”بسملہ“ اور ”حمدلہ“ کی طویل ترین شرح فرمائی بعد ازاں ایک ورقہ میں لفظ ”شیخ“ پر بحث کی اس کے بعد لفظ ”سند“، ”حدیث“ اسی طرح ”رسول“، ”نبی“ اور ان کے درمیان تفصیلی فرق بیان کرنے کے بعد سیدنا رسول اللہ ﷺ پر درود وسلام پڑھنے کا مطلب اور اس کا حکم بالتفصیل والتطویل ذکر فرمایا، اس کے بعد ”ترجمۃ الباب“ کی شرح اور اس باب کا ماقبل باب سے تعلق اور دوسرے باب کو پہلے باب سے مؤخر کرنے کی وجہ ذکر کرتے ہیں۔متن کو ”قال احمد رحمہ اللہ“ کہہ کر سند بمع حدیث ذکر کرتے ہیں اور ”احمد“ سے مراد حضرت امام طحاوی رحمہ اللہ ہیں شرح کو ”قال محمود عفی اللہ عنہ“ کہہ کر ذکر کرتے ہیں۔اور ”محمود“ سے مراد ان کی اپنی ذات ہے۔پھر اپنی گفتگو کو کئی انواع پر تقسیم کرتے ہیں۔

پہلی قسم:

روایان حدیث کے بیان میں۔

دوسری قسم:

حدیث ھذا کی تخریج کے بیان میں۔

تیسری قسم:

صحت وضعف کے اعتبار سے حدیث کے حکم کے بیان میں۔

چوتھی قسم:

لغت حدیث کے بیان میں۔

پانچویں قسم:

اعراب حدیث کے بیان میں۔

چھٹی قسم:

حدیث مبارک سے مستنبط مسائل کے بیان میں۔

ساتویں قسم:

اس حدیث کو پہلی حدیث سے مؤخر کرنے کی وجہ کے بیان میں۔

نیز اس شرح میں یہ خصوصیات سرفہرست ہیں۔

۱: اسماء اور الفاظ کا ضبط بالحروف کا اہتمام کیا گیا۔

۲: حدیث کی سند کے ہر راوی کا مفصل تذکرہ۔

۳: ہر حدیث کی ان کتب سے تخریج:

صحاح ستہ، سنن دار قطنی، سنن بیہقی ، معاجیم ثلاثہ للطبرانی، مسند احمد، موطا مالک ومحمد، مصنف ابن ابی شیبہ، مصنف عبد الرزاق، صحیح ابن حبان، مستدرک حاکم، مسند بزار، مسند طیالسی، مسند ابن ابی اسامہ، کتاب الاحکام عبد الحق اشبیلی رحمھم اللہ وغیرہ۔

۴: باب مذکور میں دیگر ان احادیث کا ذکر جنہیں امام طحاوی رحمہ اللہ ذکر نہیں کرتے۔

۵: مفصلاً ومطولاً حدیث کے احکام کا بیان۔

۶: ہر باب میں ائمہ مذاہب اربعہ وغیرھم کا بیان۔

۷: صحابہ کرام، تابعین عظام اور باقی فقہاء کرام کی آراء کا مع الدلائل بیان۔

۸: مخالفین کا رد شدید اور مذہب احناف کی تقریر۔

۹: مشکل مقامات کا اعتراض وجواب کے انداز میں ''فان قیل''، ''قلت'' کے ساتھ شافی ووافی حل۔

۱۰: امام طحاوی رحمہ اللہ کے قول ''وقال قوم'' یا ''ذھب آخرون'' کی مراد کا تفصیلی بیان۔

۱۱: کبھی کبھی کسی حدیث کی شرح کو دوسری جگہ ''مستقصی'' ذکر کرنے کو مؤخر کردیتے ہیں۔

۱۲: جب کسی حدیث کی شرح کئی بار گذر جائے تو وہاں صرف روایان حدیث کے احوال پر اکتفا کرتے ہیں۔

یاد رہے کئی مقامات شرح سے خالی ہیں، وہاں بیاض ہے۔ راقم کا غالب گمان یہی ہے کہ یہ نساخ شرح کے کارنامے ہیں۔ واللہ اعلم۔

(بدر الدین العینی واثرہ فی علم الحدیث: ص۱۹۳ تا ۱۹۵ مطبوعہ دار البشائر الاسلامیہ بیروت لبنان)

ہم اس شرح سے ایک حدیث مبارک کی شرح بمع عربی متن ذکر کردیتے ہیں، جس سے آپ کو خود بخود اس بات کا اندازہ ہوجائے گا کہ علامہ عینی رحمہ اللہ کا کس قدر وسیع مطالعہ اور وسیع علم تھا۔

علامہ عینی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں:

قال احمد رحمه الله:

حدثنا محمد بن خزيمة بن راشد ا حمرى قال حدثنا الحجاج بن منهال قال حدثنا حماد بن سلمة عن محمد بن اسحاق عن عبيد الله بن عبدالرحمن عن ابى سعيد الخدرى رضى الله عنه ان رسول الله ﷺ كان يتوضأ من بئر بضاعة فقيل يارسول الله انه تلقى فيه الجيف والمحايض فقال ان الماء لا ينجس

احمد (امام طحاوی) رحمہ اللہ نے فرمایا: ہمیں محمد بن خزیمہ بن راشد بصری نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا ہمیں حجاج بن منہال نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا ہمیں حماد بن سلمہ نے حدیث بیان کی از محمد بن اسحاق از عبیداللہ بن عبدالرحمٰن از حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ ان کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ "بضاعہ کنویں" سے وضو فرمایا کرتے تھے۔ آپ سے کہا گیا یا رسول اللہ ﷺ اس کنویں میں مردار اور حیض کے کپڑے ڈالے جاتے ہیں۔ تو آپ نے فرمایا: پانی پلید نہیں ہوتا

اس کے بعد علامہ عینی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

" قال محمود عفى الله عنه۔

الكلام فى هذا الحديث على انواع

الاول: محمد بن خزيمة بن راشد البصرى احد مشائخ الطحاوى روى عنه حين قدم مصروذكره ابن يونس وقال وكان ثقة توفى فى الاسكندرية سنة ست وسبعين ومائتين الثانى: الحجاج بن منهال الانماطى ابو محمد البصرى وهو ممن روى لهم الجماعة ثقة فاضل۔ الثالث: حماد بن سلمة بن دينار ابو سلمة البصرى ثقة كبير استشهد به البخارى وقيل روى له حديثاً واحداً وروى له فى كتاب القراءة خلف الامام وروى له الباقون الرابع: محمد بن اسحق بن يسار المدنى ابو بكر استشهد به البخارى فى الصحيح وروى له فى كتاب القراءة خلف الامام وروى له مسلم فى المتابعات واحتج به الباقون الخامس: عبيدالله بن عبدالرحمن بن رافع الانصارى العدوى وقيل عبيد الله بن عبدالله بن رافع بن

خديج وقيل عبيدالله بن عبدالله بن رافع وقيل انهما اثنان وثقه ابن حبان روى له ابو داود والترمذى والنسائى السادس: ابو سعيد الخدرى واسمه سعد بن مالك مشهور باسمه وكنيته وقد مرت تراجمهم مستوفاة

النوع الثانى: ان هذا الحديث اخرجه ابو داود والترمذى والنسائى وقال ابو داؤد حدثنا ابن العلاء والحسن بن على۔۔۔ ثم ساق روايات ابى داود والترمذى والنسائى للحديث ثم قال ورواه احمد ايضاً فى مسنده۔۔۔وساق رواية احمد وقال ورواه الدار قطنى ايضاً فى سننه وقال حدثنا۔۔۔ چوتھا راوى: ابوبكرمحمد بن اسحاق بن يسار مدنى۔ وساق الحديث بروايت الدار قطنى ثم قال ورواه ايضاً الحافظ ابوبكر البزار فى سننه فقال۔۔۔ وساق الحديث ورواه ابو يعلى ايضاً فى مسنده وقال حدثنا۔۔۔ وساق الحديث ورواه البيهقى ايضاً فى سننه وقال اخبرنا۔۔۔ وساق الحديثه النوع الثالث: فى حكم هذا الحديث قال الامام احمد :هو صحيح قال الذهبى فى المهذب فى اختصار سنن البيهقى عقيب هذاالحديث، قلت اخرجه ابو داود والنسائى والترمذى وحسنه، وقال احمد بن حنبل صحيح انتهى۔ وقال الترمذى : هذ احديث حسن وقال ابو الحسن بن القطان : ضعيف وامره اذا بين تبين ضعف الحديث لا حسنه وذلك ان مداره على ابى اسامة عن محمد بن كعب وابى سعيد فقوم يقولون عبيدالله بن عبدالله بن رافع بن خديج وقوم يقولون عبدالله بن عبدالله بن رافع بن خديج وله طريق اخر من رواية ابى اسحاق عن سليط بن ايوب واختلف على ابى اسحاق فى الواسطة التى بين سليط وابى سعيد فقوم يقولون عبيدالله بن عبدالرحمن بن رافع وقوم يقولون عبدالله بن عبدالرحمن بن رافع وقوم يقولون عن عبدالرحمن بن رافع فتحصل فى هذا الرجل الراوى له عن ابى سعيد خمسة اقوال عبد الله بن عبدالله بن رافع وعبيدالله بن عبدالله بن رافع وعبدالله بن عبدالرحمن بن رافع وعبيدالله بن عبدالرحمن بن رافع وعبدالرحمن بن رافع وكيف ما كان فهو لا يعرف له حال ولا عين انتهى وقال المنذرى وتكلم فيه بعضهم وذكر ابو محمد بن حاتم فى كتاب

المراسيل عن ابيه قال محمد بن اسحق بن يسار بينه وبين سليط رجل قلت المرجع فى هذا الى قول الامام احمد انه صحيح لان كل شيء حكم به احمد اوعلى بن المدينى او يحيىٰ بن معين وامثالهم من الائمة من تصحيح خبر اورده او تعديل راوٍ او جرحه فاليهم المرجع فى ذلك "اذا قالت حذام فصدقوها" فان القول ما قالت حذام واما حكم الترمذى عليه بانه حسن فجاء على ما قرره فى الحسن ولا اعتراض عليه فيه فان عبيدالله بن عبدالله بن رافع بن خديج عرف بروايته[ه] عن ابى سعيد ورواية محمد بن كعب وسليط بن ايوب عنه فارتفعت بذالك عنه الجهالة العينية واما تضعيف ابن القطان بجهالة الوسايط بين سليط بن ايوب وابى سعيدفتعارضه رواية سليط عن عبدالرحمن بن ابى سعيد وليست مما ذكره فليس هذا عبدالرحمن هذا مجهولاً روى له الجماعة الا البخارى ومطر ف بن طريف روى له الجماعة كلهم وخالد بن ابى نوف اخرج له النسائى والطحاوى وحديث النسائى هذا عن ابن عباس العنبرى وقد مرالحديث — وحديث الطحاوى هذا ياتى عن قريب هو الحديث الثالث من اول الباب وقال ابن عساكر فى اسناده مجهول قلت الجهالة التى اشاراليها ابن عساكر هى فى ابن ابى سعيد من هو وقد تبين انه عبدالرحمن فى رواية الحافظ الامام ابى الفتح القشيرى من رواية مطرف بن طريف عن خالد بن ابى نوف عن سليط بن ايوب عن عبدالرحمن بن ابى سعيد الخدرى عن ابيه وقال الحافظ ابو الفتح لما اخرج عبدالله بن منده هذا الحديث من رواية محمد بن كعب القرظى عن عبيدالله بن عبدالله بن رافع قال وهذا اسنادٌ مشهور واخرجه ابو داود والنسائى وتركه البخارى ومسلم لا ختلاف فى اسناده رواه ابن ابى ذئب عن الثقة عنده عن عبدالله بن عبدالرحمن عن ابى سعيد ثم قال بعد ذلك فان كان عبيدالله بن عبدالرحمن بن رافع هذا هوالانصارى الذى روى عن جابر بن عبدالله فقد روى عنه هشام بن عروة وهو رجل مشهور فى اهل المدينة وعبدالله بن رافع بن خديج مشهو ر وعبدالله ابنه مجهول فهذا حديث معلول برواية عبيدالله بن عبدالله بن رافع انتهى واما قول ابن القطان ان الخمسة الذين رووه عن ابى سعيد مجاهيل وقد وثق ابن حبان عبيدالله بن عبدالله بن

رافع الذى اخرجه الترمذى من طريقه وكناه ابا الفضل وكذلك وثق ايضاً عبيدالله بن عبدالرحمن على ما ذكرناه سالفاً وعقد لهما ترجمتين وهما فى كتاب البخارى واحد بل الخمسة المذكورون عند ابن القطان واحد عند البخارى فما احق الحديث بان يكون صحيحاً ولا سيما وقد صححه الامام احمد وله طريق حسن من غير رواية ابى سعيد من رواية سهل بن سعد قال قاسم بن اصبغ ثنا ابو على عبد الصمد بن ابى سكينة الحلبى بحلب، ثنا عبدا لعزيز بن ابى حازم عن ابيه عن سهل بن سعد قالو ا يا رسول الله ﷺ انك تتوضأ من بئر بضاعة وفيها ما ينجى الناس والمحايض والجيف فقال رسول الله ﷺ (الماء لا ينجسه شيء)قال قاسم هذا من احسن شيء فى بئر بضاعة وقال ابن حزم فى كتاب الايصال عبدالصمد بن ابى سكينة ثقة مشهور روى عن ابى عبدالله الحاكم وقول ابن القطان فى تضعيفه مرجوح لما ذكرناه، واكثر ما فيه انه جهل من عرفه غيره واذا صح من طريق لا يضره ان يروى من طريق اخرىٰ غير صحيحة فالضعيف لا يعل الصحيح۔ النوع الرابع: فى لغات هذا الحديث:

قوله (يتوضأ)من توضأ توضئاً على وزن تفعل وثلاثيه وضوء على وزن فعل بضم العين وقال الجوهرى الوضائة الحسن والنظافة تقول منه وضؤ الرجل صار وضيئاً وتوضأت للصلاة ولا تقل توضئت وبعضهم يقول الوضوء بالفتح الماء الذى يتوضأ به والوضوء ايضاً مصدر من توضأت للصلاة مثل الولوغ والقبول قال اليزيدى الوضوء بالضم المصدر وحكى عن ابى عمر و بن العلاء القبول بالفتح مصدر ولم اسمع غيره ويقال الولوغ والقبول مفتوحان مصدران شاذان وما سواهما من المصادر مبنى على الضم قوله(بئر بضاعة)ذكر الجوهرى البئر فى فصل الباء بعدها الهمزة من باب الراء فقال البئر جمعها فى القلة ابؤ ر وابار بهمز بعد الباء ومن العرب من يقلب الهمزة فيقول آبار فاذا كثرت فهى البيار وقد بأرت بئراً والبؤرة الحفرة وقال ابو زيد بأرت ابئر باراً حفرت بؤرة يطبخ فيها وهى الارة والبئيرة على فعيلة الذخيرة وقال احمد بن فارس فى باب الباء والالف بأرت الشيء اذا حفرته والبئر معروفة وبأرت بؤرة حفرت ومن اسمائها الركية والجب والقليب ولكن الجب والقليب البئر التى لم تطو وجمع

الركية ركي وجمع الجب جباب وجبيبة والبضاعة بضم الباء هو المشهور وقال الجوهري الضم والكسر
وبعدها ضاد معجمة وعينها مهملة وقال ابن الاثير في النهاية هي بئر معروفة بالمدينة والمحفوظ ضم
الباء واجاز بعضهم كسرها وحكى بعضهم بالصاد المهملة وقال المنذري بئر بضاعة دار لبني ساعدة
بالمدينة وبئرها معلوم وبها مال من اموال اهل المدينة وقال بعض شراح الهدايه بئر بضاعة بئر
بالمدينة قديمة ماؤها يجري في البساتين۔ ثم شرح العيني قوله (يلقى فيها) فنقل كلام
الجوهري۔ ثم شرح بعد (والمحايض) ونقل كلام ابن الاثير والجوهري۔ ثم ضبط كلمة (لا
ينجس) ونقل كلام الجوهري وصاحب دستور اللغة النوع الخامس: وتكلم فيه عن اعراب الحديث
ونكاته

النوع السادس: فيما يتعلق بالمعاني والبيان ويبين في هذا النوع الاعتراضات فمثلاً يقول ما حكم
الالف واللام في قوله (ان الماء قلت كذا۔ فان قيل فماذا يلزم اذا جعلناها للاستغراق قلت كذا
۔ النوع السابع: في وجه استنباط الحكم من هذا الحديث اعلم ان الظاهرية استدلوا بظاهر هذا
الحديث وامثاله في ان الماء لا ينجس بوقوع النجاسة فيه اصلاً سواء كان جارياً اوراكداً كان قليلاً
او كثيراً تغير لونه او طعمه اوريحه اولم يتغير كذا حكى عنهم صاحب البدائع وقال ابن حزم في
المحلى وممن روى عنه القول بمثل قولنا ان الماء لا ينجسه شيء عائشة ام المؤمنين وعمر بن الخطاب
وعبدالله بن مسعود وابن عباس والحسن بن علي بن ابي طالب و ميمونة ام المؤمنين وابو هريرة وابو
حذيفة رضي الله عنهم والاسود بن يزيد وعبدالرحمن اخوه۔ الخ۔ واستدل بهذا الحديث ايضاً
مالك بان الماء لا ينجس بوقوع النجاسة وان كان قليلاً ما لم يتغير احد اوصافه وقال الشيخ محي الدين
واعلم ان حديث بئر بضاعة لا يخالف حديث القلتين لان ماءها كان فوق القلتين۔ ثم ذكر العيني
قول الاحناف نقلاً عن الامام محمد في كتاب الاشربة وذكر احكام المياه قليله وكثيره ثم قال
ومستندات اصحابنا في هذا الباب كثيرة منها مارواه ابو هريرة (نهى ان يبول الرجل في الماء الدائم

اوالراكد ثم يتوضأ منه) ومنها ما رواه من قوله عليه السلام (اذا استيقظ احدكم من منامه فلا يغمس
يده في الاناء حتى يغسلها فان احدكم لا يدري اين باتت يده) ومنها ولوغ الكلب وستتكلم على هذه
الاحاديث بوجوهها عند انتهائنا الى مواضعها ان شاء الله۔ واما الجواب عن هذا الحديث ان ماء بئر
بضاعة كان جارياً في البساتين وذكر عن عائشة رضي الله عنها انها كانت قناة ولها منفذ الى بساتينهم
ويسقى منها خمسة بساتين اوسبعة وقال الواقدي كان ماؤها جارياً ولم يكن كذا وقال الخطابي قد
يتوهم من سمع حديث ابي سعيد ان هذا كان منهم عادة وانهم كانو يأتون هذا الفعل قصداً وتعمداً
وهذا مالا يجوز ان يظن بذمي بل وثني فضلاً عن مسلم ولم يزل من عادة الناس قديماً وحديثاً
مسلمهم وكافرهم تنزيه المياه فكيف يظن باعلى طبقات الدين وافضل جماعة المسلمين والماء
ببلادهم اعز والحاجة اليه امس ان يكون صنيعهم به هكذا وقد لعن رسول الله ﷺ من تغوط من
موارد الماء ومشارعه فكيف بمن اتخذ عيون الماء ومنابعه رصداً للانجاس ومطرحاً للاقذار مثل هذا
الظن لا يليق بهم ولا يجوز فيهم وانما كان من اجل ان هذه البئر موضعها في حدور الارض وان
السيول كانت تكسح هذه الاقذار من الطرق والافنية فتحملها فتلقيها فيه وكان الماء لكثرته لا يؤثر
فيه وقوع هذه الاشياء ولا تغيره فسالوا رسول الله ﷺ عن شانها ليعلموا احكمها في الطهارة والنجاسة
فكان من جوابه لهم ان الماء لا ينجسه شيء يريد الكثير الذي صفته صفة هذه البئر في غزارته لان
السؤال انما وقع عنها نفسها فخرج الجواب عليها قلت فهذا ينادي باعلى صوته في غزارته ان اللام في
قوله (ان الماء) للعهد كما قررناه فحينئذ ليس للظاهرية ولا لمالك حجة فيه ويكون الحديث معمولاً به
عندنا ايضاً على ما قال الطحاوي۔ ثم اخذ العيني في تحديد بئر بضاعة وبيان عمقه النوع الثامن:
من احاديث الباب التي فاتته
منها ما رواه الطبراني في معجمة الاوسط۔ وساق الحديث ورواه البزار عن عمر بن علي وهذا هو
الحديث الذي قال الترمذي وفي الباب عن ابن عباس وعائشة فهذا حديث عائشة واما حديث ابن

عباس ففی مصنف ابن ابی شیبة ـــــ وذکر الحدیث۔ "

محمود (علامہ عینی) عفی اللہ عنہ کہتے ہیں:

اس حدیث میں کئی انواع پر گفتگو ہے۔

پہلی نوع: (راویان حدیث کا ذکر) پہلا راوی: محمد بن خزیمہ بن راشد بصری۔ امام طحاوی رحمہ اللہ کے استاذ ہیں۔ جب یہ مصر آئے تب امام طحاوی رحمہ اللہ نے ان سے حدیث کی روایت لی، ابن یونس نے ان کا (اپنی تاریخ میں) ذکر کیا اور کہا یہ ثقہ راوی ہیں۔ شہر اسکندریہ میں ۲۷۶ھ میں ان کی وفات ہوئی۔ دوسرا راوی: ابومحمد حجاج بن منہال انماطی بصری۔ یہ ان راویان حدیث میں سے ہیں جن سے محدثین کی ایک جماعت نے حدیث کی روایت لی۔ یہ ثقہ اور فاضل راوی ہیں۔ تیسرا راوی: ابوسلمہ حماد بن سلمہ بن دینار بصری۔ یہ ثقہ اور بہت بڑے مرتبہ والے راوی تھے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے ان سے استشہاد کیا ہے۔ کچھ اہل علم نے کہا: ان سے امام بخاری رحمہ اللہ نے ایک حدیث کی روایت (صحیح بخاری میں) لی ہے۔ اور امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ''کتاب القراءۃ خلف الامام'' میں ان سے روایت لی ہے۔ اور باقی محدثین نے ان سے روایت لی ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے صحیح بخاری میں ان سے استشہاد کیا ہے۔ اور کتاب ''القراءۃ خلف الامام'' میں ان سے روایت لی ہے۔ امام مسلم رحمہ اللہ نے متابعات میں ان کی روایت ذکر کی ہے۔ اور باقی محدثین نے ان کی حدیث سے استدلال کیا ہے۔ پانچواں راوی: عبید اللہ بن عبدالرحمٰن بن رافع انصاری عدوی۔ کچھ اہل علم نے کہا یہ عبید اللہ بن عبداللہ بن رافع بن خدیج ہیں دیگر اہل علم نے کہا یہ عبداللہ بن عبداللہ بن رافع بن خدیج ہیں، بعض اہل علم نے کہا یہ دو (الگ الگ) ہیں ابن حبان نے ان کی توثیق کی ہے۔ امام ابوداود، امام ترمذی، امام نسائی رحمھم اللہ نے ان سے حدیث کی روایت لی ہے

چھٹا راوی: سیدنا ابوسعید سعد بن مالک بن سنان الخدری رضی اللہ عنہ۔ یہ اپنے نام اور کنیت دونوں میں مشہور ہیں۔ ان سب راویوں کا مفصلاً تذکرہ گزر چکا ہے۔ دوسری نوع: (تخریج حدیث) اس حدیث کو امام ابوداود، امام ترمذی اور امام نسائی رحمھم اللہ نے روایت کیا ہے۔ امام ابوداؤد نے کہا: ہمیں ابن علاء اور حسن بن علی نے حدیث بیان کی (اس کے بعد علامہ عینی رحمہ اللہ نے ان تینوں کی روایات بمع متن ذکر کیں پھر فرمایا)۔ اس حدیث کو امام احمد نے اپنی مسند

میں روایت کیا ہے (پھر ان کی روایت مع متن ذکر کیں پھر فرمایا) دار قطنی نے بھی اپنی سنن میں اس حدیث کو روایت کیا ہے اور کہا ہمیں حدیث بیان کی (پھر ان کی روایات مع متن ذکر کی پھر کہا) اور اس حدیث کو حافظ ابوبکر بزار نے اپنی سنن میں روایت کیا ہے اور کہا (اس کے بعد ان کی مروی حدیث کا ذکر کیا پھر فرمایا) ابویعلی نے بھی اپنی مسند میں اس حدیث کو روایت کیا ہے اور کہا ہمیں حدیث بیان کی (اس کے بعد ان کی مروی حدیث کا ذکر کیا پھر فرمایا) اور اس حدیث کو بیہقی نے بھی اپنی سنن میں روایت کیا اور کہا ہمیں حدیث بیان کی (اس کے بعد علامہ عینی رحمہ اللہ نے ان کی مروی حدیث کا ذکر فرمایا)۔ تیسری نوع: اس حدیث کے حکم کے بیان میں ہے۔ امام احمد نے فرمایا یہ حدیث صحیح ہے۔ امام ذہبی نے ''المہذب فی اختصار سنن البیھقی'' میں اس حدیث کے بعد کہا، میں کہتا ہوں: اس حدیث کو ابوداود، نسائی اور ترمذی نے روایت کیا ہے اور ترمذی نے اس حدیث کو حسن قرار دیا ہے اور امام احمد بن حنبل نے فرمایا یہ حدیث صحیح ہے۔ امام ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن ہے۔ ابوالحسن بن قطان نے کہا یہ حدیث ضعیف ہے، اس کا معاملہ اگر کھولا جائے تو حدیث کا ضعیف ہونا ظاہر ہوگا نہ کہ حسن ہونا، اس لیے کہ اس کا مدار ابواسامہ از محمد بن کعب وابوسعید پر ہے، کچھ اہل علم یوں کہتے ہیں: عبید اللہ بن عبداللہ بن رافع بن خدیج اور دیگر اہل علم یوں کہتے ہیں: عبداللہ بن عبداللہ بن رافع بن خدیج، یہ حدیث ابواسحاق از سلیط بن ایوب کی روایت کے ساتھ دوسرے طریق سے بھی مروی ہے، سلیط اور ابوسعید کے درمیان والے واسطے میں ابواسحٰق پر اختلاف ہے۔ ایک قوم کہتی ہے عبید اللہ بن عبدالرحمٰن بن رافع، ایک اور قوم یوں کہتی ہے عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن رافع، اور ایک قوم یوں کہتی ہے از عبدالرحمٰن بن رافع، لہذا حضرت ابو سعید سے اس حدیث کو روایت کرنے والے شخص کے بارے میں پانچ قول پائے گئے۔ جن کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱: عبداللہ بن عبداللہ بن رافع۔

۲: عبید اللہ بن عبداللہ بن رافع۔

۳: عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن رافع۔

۴: عبید اللہ بن عبدالرحمٰن بن رافع۔

۵: عبدالرحمٰن بن رافع۔

یہ شخص کیسے بھی ہو اس کا حال معلوم ہے نہ عین۔ (لہذا یہ حدیث ضعیف ہے)

علامہ منذری نے کہا: اس حدیث میں کچھ اہل علم نے کلام کیا ہے۔ اور ابو محمد حاتم نے ''کتاب المراسیل'' میں اپنے والد کے حوالہ سے ذکر کرتے ہوئے کہا کہ محمد بن اسحاق بن یسار اور سلیط کے درمیان ایک اور راوی ہے۔ میں کہتا ہوں: اس بارے میں ترجیح امام احمد رحمہ اللہ کے قول کو ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے، کیونکہ ہر وہ چیز جس کے بارے میں امام احمد یا علی بن مدینی یا یحییٰ بن معین یا ان کے ہم پلہ ائمہ حدیث جس خبر اور حدیث کی تصحیح یا تردید کر دیں یا کسی راوی کی تعدیل یا اس پر جرح کریں تو اعتبار اور رجوع انہی کے قول کی طرف ہوتا ہے۔ جب حذام بات کہے تو اس کی تصدیق کرو! کیونکہ بات وہی ہے جو حذام نے کہی۔ (یہ ایک شعر کا حصہ ہے) رہا امام ترمذی رحمہ اللہ کا اس حدیث پر حسن کا حکم لگانا، تو یہ حکم ان کی حدیث حسن کے بارے میں تقریر۔ (تعریف) کے مطابق ہے، اور اس بارے میں ان پر کوئی اعتراض بھی نہیں ہے، کیونکہ عبید اللہ بن عبد اللہ بن رافع بن خدیج کی حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت معروف ہے۔ اور اسی طرح محمد بن کعب اور سلیط بن ایوب کی بھی حضرت ابو سعید سے روایت مشہور و معروف ہے۔ اس اعتبار سے ان سے جہالۃ عینیہ ختم ہو گئی۔ اور ابن القطان کا حدیث کو کمزور قرار دینا ان واسطوں کے مجہول ہونے کی وجہ سے جو سلیط بن ایوب اور حضرت ابو سعید کے درمیان ہیں تو سلیط از عبد الرحمٰن بن ابو سعید کی روایت ان کی اس تضعیف کے معارض ہے۔ اور یہ روایت ان (پانچ راویوں کے ناموں والی جسے ابن قطان نے جمع کیا ہے) میں سے نہیں ہے، جسے انہوں نے ذکر کیا ہے، لہذا یہ عبد الرحمٰن وہ عبد الرحمٰن نہیں جو مجہول ہے۔ بخاری کے علاوہ ایک جماعت نے ان سے روایت لی ہے۔ اور مطرف بن طریف سے ایک جماعت نے حدیث کی روایت لی ہے اور خالد بن ابی نوف سے نسائی اور طحاوی نے روایت لی ہے اور نسائی کی یہ حدیث ابن عباس عنبری (صحیح عباس عنبری ہے، کما فی تذکرۃ الحفاظ والتھذیب'') سے مروی ہے۔ اور وہ گزر چکی ہے اور طحاوی کی یہ حدیث پہلے باب کی تیسری حدیث ہے اور عنقریب آرہی ہے۔ محدث ابن عساکر نے کہا: اس حدیث کی سند میں ایک مجہول راوی ہے۔ میں کہتا ہوں (علامہ عینی رحمہ اللہ): جس جہالت کی طرف ابن عساکر نے اشارہ کیا ہے وہ ابن ابو سعید میں ہے کہ: یہ کون ہیں؟ حافظ امام ابو الفتح قشیری از روایت مطرف بن طریف از خالد بن ابی نوف از سلیط بن ایوب از عبد الرحمٰن بن ابو سعید الخدری از

والد خود کی روایت میں یہ واضح ہو چکا ہے کہ یہ عبد الرحمٰن ہیں۔'' حافظ ابو الفتح نے کہا جب عبد اللہ بن مندہ نے اس حدیث کو محمد بن کعب قرظی از عبید اللہ بن عبد اللہ کی روایت سے روایت کیا تو کہا یہ سند مشہور ہے اور اس حدیث کو ''ابو داود'' اور ''نسائی'' نے بھی روایت کیا۔ لیکن ''بخاری و مسلم'' نے اس کی سند میں اختلاف کی وجہ سے اسے ترک کر دیا۔ اس حدیث کو ابن ابی ذئب نے اپنے نزدیک ثقہ سے از عبد اللہ بن عبد الرحمٰن از ابو سعید روایت کیا ہے۔ پھر اس کے بعد انہوں نے کہا اگر یہ عبید اللہ بن عبد الرحمٰن بن رافع وہ انصاری ہیں جو جابر بن عبد اللہ سے روایت کرتے ہیں تو ان سے ہشام بن عروہ نے روایت کی ہے۔ اور یہ اہل مدینہ میں مشہور و معروف ہیں۔ اور عبد اللہ بن رافع بن خدیج مشہور ہیں اور عبید اللہ کا بیٹا مجہول ہے تو یہ حدیث عبید اللہ بن عبد اللہ بن رافع کی روایت کے ساتھ معلول ہے۔ اور ابن القطان کا یہ کہنا کہ وہ پانچ راوی جنہوں نے اس حدیث کو حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا وہ سب مجہول ہیں تو (جواب) یہ ہے کہ عبید اللہ بن عبد اللہ بن رافع جس کے طریق سے ترمذی نے اس حدیث کو روایت کیا ہے اور ابو الفضل اس کی کنیت بیان کی ہے، ابن حبان نے اس کی توثیق کی ہے۔ اسی طرح عبید اللہ بن عبد الرحمٰن جن کا ذکر ہم نے ابھی کیا ہے ان کی بھی ابن حبان نے توثیق کی ہے اور ان دونوں کے تذکرہ کے لیے الگ الگ باب باندھا ہے۔ بخاری کی کتاب ''التاریخ الکبیر'' میں ان دونوں کو ایک شمار کیا گیا ہے۔ بلکہ ابن القطان نے جن کو پانچ قرار دیا ہے بخاری کے ہاں یہ ایک ہی شخص ہے۔ (جب ایسی بات ہے) تو حدیث کے صحیح ہونے میں کیا رکاوٹ ہے؟ بالخصوص جبکہ امام احمد نے بھی اس کو صحیح قرار دیا ہے۔ نیز یہ حدیث حضرت سہل بن سعد کی روایت کے ساتھ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت کے علاوہ ایک اور سند حسن کے ساتھ بھی مروی ہے۔ قاسم بن اصبغ نے کہا ہمیں ابو علی عبد الصمد بن ابو سکینہ حلبی نے حلب میں حدیث بیان کی انہوں کہا ہمیں عبد العزیز بن ابو حازم نے حدیث بیان کی از والد خود از سہل بن سعد ان کا بیان ہے کہ صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ ''بضاعہ کنویں'' سے وضو فرماتے ہیں حالانکہ اس میں لوگوں کے پاخانے، حیض کے کپڑے اور مردار ڈالے جاتے ہیں۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: پانی کو کوئی چیز پلید نہیں کرتی۔ قاسم ابن اصبغ نے کہا: ''بئر بضاعہ'' کے بارے میں یہ حدیث سب سے بہترین ہے۔

شیخ ابن حزم نے ''کتاب الایصال'' میں کہا: عبد الصمد بن ابوسکینہ ثقہ اور مشہور روای ہیں۔ انہوں نے ابو عبداللہ حاکم سے حدیث روایت کی ہے۔ ''ابن القطان کا اس حدیث کو ضعیف قرار دینے کے متعلق قول'' ہماری ذکر کردہ تفصیل کی وجہ سے مرجوح اور نا قابل استدلال ہے، زیادہ سے زیادہ اس میں یہ تھا کہ انہوں نے ان روایوں کو مجہول قرار دیا جنہیں ان کے علاوہ دیگر محدثین نے معروف قرار دیا ہے، جب یہ حدیث ایک طریق سے صحیح ثابت ہے تو غیر صحیح طریق سے اس کا مروی ہونا مضر نہیں ہوگا، لہذا ضعیف حدیث صحیح حدیث کو معلول نہیں کرسکتی چوتھی نوع: اس حدیث کی لغات کے بیان میں ہے۔ حدیث مبارک میں موجود لفظ ''یتوضأ'' یہ ''توضأ، توضؤ'' بروزن تفعل سے مشتق ہے، اس کا ثلاثی ''وضوٴ'' بروزن فعل عین کلمہ کے پیش کے ساتھ ہے۔ جوہری نے کہا'' الوضاءة'' کا معنی حسن اور ستھرائی ہے، اس لیے کہ تو کہتا ہے ''وضوٴ الرجل'' یعنی وہ مرد حسین اور صاف ستھرا ہوگیا، اسی طرح تو کہتا ہے ''توضأت للصلاة'' یوں مت کہے ''توضنت'' (شاید یہ لفظ ''وضنت'' ہے) کچھ اہل علم کہتے ہیں ''الوضوء'' واو کے اوپر زبر کے ساتھ وہ پانی ہے جس سے وضو کیا جاتا ہے، اور ''الوضوء'' ''توضأت للصلاة'' سے مصدر بھی ہے جیسے ''الولوغ'' اور ''القبول''۔ شیخ یزیدی نے کہا ''الوضوء'' واو کے پیش کے ساتھ مصدر ہے، شیخ ابوعمرو بن علاؤ الدین سے منقول ہے ''القبول'' قاف کے اوپر زبر کے ساتھ مصدر ہے۔ یزیدی نے کہا یہ میں نے ان کے علاوہ اور کسی سے نہیں سنا، اور کہا جاتا ہے ''الولوغ'' اور ''القبول'' پہلے حرف کے اوپر زبر کے ساتھ دونوں شاذ مصدر ہیں۔ ان کے علاوہ باقی تمام (اس وزن کے) مصادر مبنی علی الضم ہیں۔ حدیث مبارک میں ایک لفظ ''بئر بضاعہ'' آیا، ''البئر'' کو جوہری نے باب الراء کی فصل ہمزہ کے بعد ''باء'' میں ذکر کیا ہے اور کہا ''البئر'' کی جمع قلت ''ابؤر'' اور ''آبار'' ہمزہ کے بعد ''باء'' کے ساتھ ہے، کیونکہ عرب میں سے کچھ لوگ ہمزہ کو قلب کرتے ہیں اور ''آبار'' کہتے ہیں۔ اس کی جمع کثرت ''بئار'' آتی ہے۔ یہ بطور گردان ''قد بأرت بئراً'' (تا آخر) بھی استعمال ہوتا ہے۔ ''البؤرة'' کا معنی ہے ''کھودنا''۔ ابو زید نے کہا ''بأرت ابأر بأراً'' کا معنی ہے: میں نے آتش دان کو کھودا (یا بھڑکایا) ''بؤرة'' کا معنی ہے: پکا ہوا گوشت ''بئیرة'' بروزن فعیلۃ کا معنی ''ذخیرہ'' ہے۔ شیخ احمد بن فارس نے ''باب الباء و الالف'' میں کہا ''بئرت الشی'' اس وقت کہا جاتا ہے جب تم اس کو کھودو۔ اور ''بئر'' کا معنی معروف ہے (بمعنی کنواں) اور ''بئرت بؤرة''

کا معنی کھودنا (یا بھڑکانا ہے) اس کے اور چند نام یہ ہیں: ''الرکیہ''، ''الجب'' ''القلیب''
لیکن ''قلیب'' اور ''جب'' اس کنویں کو کہا جاتا ہے جس کا پتھروں سے منہ مکمل نہ بنا ہو۔
''الرکیة'' کی جمع ''رکی'' آتی ہے۔ اور ''الجب'' کی جمع ''جباب'' اور ''جبیة'' آتی ہے۔ البضاعة۔ باء کے پیش کے ساتھ مشہور ہے۔ جوہری نے کہا پیش اور نیچے زیر کے ساتھ اور اس کے بعد نقطہ والی ضاد اور بغیر نقطہ والی عین ہے۔
شیخ ابن اثیر نے ''نھایہ'' میں کہا: یہ مدینہ منورہ میں مشہور و معروف کنواں ہے۔ اور محفوظ ''باء'' کے پیش کے ساتھ ہے۔ کچھ اہل علم نے ''باء'' کے نیچے زیر پڑھنے کو بھی جائز قرار دیا ہے۔ بعض نے اس کو بغیر نقطہ کے ''صاد'' کے ساتھ بھی نقل کیا ہے۔ علامہ منذری نے کہا: ''بئر بضاعہ'' مدینہ منورہ میں قبیلہ ''بنو ساعدہ'' کا گھر (حویلی) تھا اور انکا کنوا ں وہاں مشہور و معروف تھا اور یہاں پر بھی اہل مدینہ کے اموال میں سے کچھ مال تھا۔ کچھ شارحین ''ہدایہ'' نے کہا: ''بئر بضاعہ'' مدینہ منورہ میں قدیم کنواں تھا جس کا پانی باغات میں جاری تھا۔ (اس کے بعد علامہ عینی رحمہ اللہ نے حدیث پاک کے الفاظ ''یلقی فیھا'' کی شرح کی اور اس بارے میں امام جوہری کی گفتگو نقل کی۔ پھر اس کے بعد لفظ ''المحایض'' کی شرح کی اور اس کے بارے میں ''شیخ ابن الاثیر'' اور ''جوہری'' کی گفتگو نقل کی۔ پھر لفظ ''لاینجس'' کا ضبط ذکر کیا، اور اس سلسلہ میں جوہری اور صاحب ''دستور اللغة'' کی گفتگو نقل فرمائی پانچویں نوع:
(اس نوع میں آپ نے حدیث کا اعراب بمع نکات مفصلاً و مطولاً بیان کیا ہے۔)
چھٹی نوع: (اس نوع میں آپ نے علم معانی اور بیان سے متعلق گفتگو فرمائی ہے۔ اور اس نوع میں اعتراضات بھی ذکر کرتے ہیں، مثلاً حدیث پاک کے لفظ ''ان الماء'' پر الف لام کون سا ہے؟ ''قلت'' کہہ کر جواب دیا۔ پھر اعتراض کرتے ہوئے کہا ''اگر ہم استغراق کا قرار دیتے ہیں تو کیا خرابی آتی ہے اور پھر ''قلت'' کہہ کر اس کا مفصلاً اور مطولاً جواب ذکر فرمایا ہے)۔ (ہمارا ارادہ ان تمام مباحث کو لے آنا تھا مگر شیخ صالح نے اس شرح سے فقط اتنا ہی نقل کیا ہے اور ہم پیچھے عرض کر چکے ہیں کہ یہ شرح مخطوط ہے، شیخ صالح نے وہاں سے اتنا ہی نقل کیا ہے)
ساتویں نوع: اس حدیث سے مستنبط احکام کے بیان میں ہے۔ واضح رہے اس حدیث اور اس جیسی دیگر احادیث کے ظاہر سے استدلال کرتے ہوئے اہل ظواہر نے اس پر استدلال کیا کہ پانی میں نجاست گرنے کی وجہ سے پانی اصلاً

نجس نہیں ہوتا، چاہے پانی جاری ہو یا ٹھہرا ہوا ہو، تھوڑا ہو یا زیادہ، اس کا رنگ، ذائقہ اور بو بدلا ہو یا نہ۔ صاحب "البدائع" نے اسی طرح ان سے نقل کیا ہے۔ ابن حزم نے "المحلی" میں کہا: جن لوگوں سے ہمارے قول کی مثل قول مروی ہے کہ پانی کو کوئی چیز پلید نہیں کرتی وہ چند یہ ہیں: ام المؤمنین حضرت عائشہ، حضرت عمر بن خطاب، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت حسن بن علی بن ابو طالب، ام المؤمنین حضرت میمونہ، حضرت ابو ہریرہ اور حضرت ابو حذیفہ رضی اللہ عنھم کے علاوہ حضرت اسود بن یزید اور ان کے بھائی عبدالرحمٰن بن یزید رحمھما اللہ ۔۔۔ الخ ہیں۔ حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ نے بھی اسی حدیث سے استدلال کرتے ہوئے فرمایا: کہ نجاست کے گرنے کی وجہ سے پانی پلید نہیں ہوتا اگر چہ وہ پانی تھوڑا ہو، جب تک اس کے اوصاف میں سے کوئی وصف نہ بدلے۔ "شیخ محی الدین" نے کہا: واضح رہے کہ حدیث "بئر بضاعہ" حدیث "قلتین" کے مخالف نہیں ہے کیونکہ "بئر بضاعہ" کا پانی قلتین سے زیادہ تھا۔ (اس کے بعد علامہ عینی رحمہ اللہ نے امام محمد رحمہ اللہ کی "کتاب الاشربۃ" سے احناف کا قول نقل کیا اور پانی تھوڑے زیادہ کے تفصیلی احکام ذکر کیے)۔

پھر فرمایا: اس باب میں ہمارے اصحاب (احناف) کے دلائل بہت زیادہ ہیں۔ ایک دلیل وہ حدیث ہے جسے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کیا: کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے پانی میں پیشاب کرنے پھر اسی سے وضو کرنے سے منع فرمایا ہے۔ ایک اور دلیل: انہی سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب کوئی اپنی نیند سے بیدار ہو تو وہ اپنے ہاتھوں کو دھونے سے پہلے برتن میں ہرگز نہ ڈالے کیونکہ وہ نہیں جانتا کہ اس کے ہاتھوں نے رات کہاں گزاری ہے۔ اسی طرح کتے کے چاٹنے سے برتن دھونے کے حکم والی حدیث ہے۔ اور ہم ان شاء اللہ تمام تر وجوہ کے ساتھ آخر میں ان احادیث پر ان کے اپنے اپنے محل میں تفصیلی گفتگو کریں گے۔ اس حدیث کا جواب یہ ہے کہ "بئر بضاعہ" کا پانی باغوں میں جاری تھا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنھا سے مذکور ہے کہ: اس کنویں کی ایک نالی تھی اور اس نالی سے پانی باغوں کی طرف گزر کر جاتا تھا اور اس پانچ یا سات باغوں کو سیراب کیا جاتا تھا۔ "واقدی" نے کہا: اس کنویں کا پانی جاری تھا ٹھہرا ہوا نہیں تھا۔ ایک غیر مشہور اور اہم اعتراض کا جواب: "شیخ خطابی" نے کہا: جو شخص حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کو سنتا ہے اسے اس بات کا وہم پڑ جاتا ہے کہ یہ ان سے عادۃً ایسا

ہوتا تھا (یعنی کنویں میں حیض کے کپڑے ڈالنا، مردار پھینکنا) اور وہ یہ کام جان بوجھ کر کرتے تھے اور ایسا تو کسی ذمی بلکہ بت پرست کے بارے میں بھی گمان کرنا ممکن نہیں چہ جائیکہ کسی مسلمان کے بارے میں یہ گمان کیا جائے، ہمیشہ لوگوں کی یہ عادت چلتی آرہی ہے خواہ وہ مسلمان ہوں یا کافر وہ اپنے پانیوں کو صاف ستھرا رکھتے ہیں تو دین متین کے اعلی طبقات پر فائز اور مسلمانوں کی سب سے افضل جماعت کے بارے میں ایسا گمان کیسے کیا جا سکتا ہے؟ حالانکہ ان کے علاقوں میں پانی کی قلت اور بہت زیادہ ضرورت تھی۔ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی کی گھاٹوں میں پاخانہ کرنے والے پر لعنت فرمائی ہے۔ تو ان لوگوں کا کیا حال ہوگا جو پانی کے چشموں کو نجاست کی گھات بنا ڈالیں؟ اس طرح کا گمان ان جلیل القدر صحابہ کے بارے میں جائز نہیں ہے اور نہ ہی یہ ان کی شان کے لائق ہے۔ بلکہ یہ اس لیے تھا کہ اس کنویں کی جگہ زمین کی ڈھلوان میں تھی اور سیلاب کے پانی ان گندگیوں کو راستوں اور نالیوں سے اٹھا کر کنویں میں پھینک دیتے اور پانی کی کثرت کی وجہ سے ان نجاستوں کی گرنے کے باوجود کنویں میں ذرہ برابر اثر نہیں پڑتا تھا اور نہ ہی کنویں کا پانی تبدیل ہوتا تھا اس لیے صحابہ کرام علیھم الرضوان نے اس کے متعلق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا اور پوچھا تا کہ انہیں اس کی طہارت اور نجاست کے بارے میں خوب علم ہو جائے، تو پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ان کو یہ جواب دینا کہ "پانی کو کوئی چیز پلید نہیں کرتی" اس سے مراد یہ ہے کہ وہ پانی اتنا کثیر ہو جتنا اس کنویں کا ہے کیونکہ سوال صرف اسی کنویں (بئر بضاعہ) کے بارے میں تھا، اس لیے جواب اسی کے بارے میں صادر فرمایا۔ میں کہتا ہوں (علامہ عینی رحمہ اللہ) (امام خطابی کی یہ تشریح) ڈنکے کی چوٹ پر سر عام اعلان کر رہی ہے کہ حدیث میں موجود لفظ "ان الماء" پر الف لام عہد کا ہے جیسا کہ ہم نے تقریر کر دی ہے۔ جب یہ صورتحال ہے تو دریں صورت اہل ظواہر اور امام مالک رحمہ اللہ کی اس حدیث میں (اپنے موقف پر) کوئی حجت نہیں ہے اور یہ حدیث جیسا کہ امام طحاوی رحمہ اللہ نے فرمایا ہمارے مذہب ہی کے مطابق معمول بہ ہے۔ (اس کے بعد علامہ عینی رحمہ اللہ نے "بئر بضاعہ" کی تحدید اور اس کی گہرائی کا ذکر کیا ہے)۔ آٹھویں نوع: اس باب کی ان احادیث کے بیان میں جو امام طحاوی رحمہ اللہ سے رہ گئی ہیں۔

ایک وہ حدیث ہے جسے طبرانی نے "المعجم الاوسط" میں روایت کیا ہے۔ (اس کے بعد علامہ عینی رحمہ اللہ نے وہ حدیث ذکر کی ہے) اور اس حدیث کو بزار نے از عمر بن علی روایت کیا ہے، اور یہ وہ حدیث ہے جس کے بارے میں

امام ترمذی رحمہ اللہ نے فرمایا: اس باب میں حضرت ابن عباس اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہما سے بھی مروی ہے، تو یہ حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا ہے۔ اور جہاں تک حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما کا تعلق ہے تو وہ ''مصنف ابن ابی شیبہ'' میں موجود ہے۔ (اس کے بعد علامہ عینی رحمہ اللہ نے وہ حدیث ذکر کی ہے)

والحمدللہ رب العلمین۔

(بدرالدین العینی واثرہ فی علم الحدیث: ص۱۹۳تا۲۰۴ مطبوعہ دارالبشائرالاسلامیہ بیروت)

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں التجاء ہے کہ یہ کتاب جلداز جلد منظر عام پر آجائے تا کہ اس کا فائدہ عام ہو۔

۶۶۔نخب الافکار فی تنقیح مبانی الاخبار فی شرح شرح معانی الآثار:

یہ کتاب، کتاب سابق سے منتخب ہے، جیسا کہ اس کے عنوان سے واضح ہے۔ تقسیم انواع اور حسن ترتیب میں یہ شرح سابق شرح کے ساتھ منسلک ہے۔ اس شرح کے پڑھنے والے پر یہ عیاں ہو جائے گا کہ یہ شرح سابق شرح سے کئی حصہ دوگنا اور شرح سابق کا غیر ہے۔ یادر ہے یہ شرح شروع سے کچھ ناقص ہے۔ بحمد اللہ یہ شرح مطبوع ہے اولاً بھارت سے پھر قدیمی کتب خانہ کراچی سے اور اب بحمد اللہ مکتبہ دارالنوادر قطر سے پچیس جلدوں میں شاندار صفحات کے ساتھ چھپ چکی ہے۔ بحمد اللہ راقم الحروف نے استاذ العلماء شیخ المشائخ جامع المعقول والمنقول الحافظ القاری احمد رضا سیالوی حفظہ اللہ سے دوران درس طحاوی شریف اس شرح کا خوب مطالعہ کیا تھا۔ بلکہ کئی مقامات پر قبلہ استاذ گرامی زید شرفہ سے خوب مذاکرہ بھی کیا بحمد اللہ خندہ پیشانی سے وہ میری بات کو بغور سنتے تھے۔

"فجزاہ اللہ خیراً فی الدنیا و الآخرۃ"۔

اور اب عرصہ دو سال سے دوران تدریس ''طحاوی شریف'' بھی اس مبارک شرح کا مطالعہ کرتا ہوں۔

والحمد للہ رب العٰلمین۔

۶۷:عمدۃ القاری فی شرح صحیح البخاری:

یہ کتاب علامہ بدرالدین عینی رحمہ اللہ کی عظیم ترین اور مشہور ترین کتابوں میں سے ہے۔ بلکہ ''صحیح بخاری'' کی

تمام شروح سے اجل اور ارفع شرح ہے۔ حضرت مؤلف رحمہ اللہ نے اس شرح کا آغاز ماہ رجب کے آخر میں ۸۲۰ھ میں فرمایا، اور پانچ جمادی الاولیٰ ۸۴۷ھ میں اس سے فراغت حاصل کی۔ جیسا کہ خود آپ نے یہ تاریخ اسی شرح کے آخر میں رقم فرمائی ہے۔ الحمد للہ! یہ بے نظیر اور بے مثال شرح پچیس جلدوں میں مطبوع ہے۔ لیکن خود مؤلف رحمہ اللہ نے اس کو اکیس (۲۱) اجزاء میں تقسیم کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر اور احسان ہے کہ اس نے فقیر راقم الحروف کو بھی اس شرح کے مطالعہ سے نوازا ہے۔ اور راقم الحروف کے ذاتی کتب خانہ میں یہ مبارک شرح اور حافظ العصر ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ کی ''شرح فتح الباری'' دونوں موجود ہیں۔ اول الذکر شرح ''دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان'' کی طبع ہے۔ جبکہ ثانی الذکر ''دار طیبہ للنشر والتوزیع الریاض'' کی طبع ہے۔

والحمد للہ رب العٰلمین اولاً و آخراً و ظاھراً و باطناً۔

علامہ عینی رحمہ اللہ نے اس شرح کی شروعات میں اہمیت سنت اور اہمیت صحیح بخاری سے متعلق مقدمہ لکھا اور اس میں ذکر کیا ہے کہ میں نے ''شرح معانی الآثار'' اور ''سنن ابوداؤد شریف'' کی شرح لکھی ہے۔ اس کے بعد اس ''شرح صحیح بخاری'' کی وجہ تالیف کو ذکر کیا اور اس میں اپنی شرح کی چند خصوصیات کا تفصیلی تذکرہ فرمایا۔ اور دوران شرح لاحق ہونے والی صعوبتیں اور مشکلات بالخصوص حاسدین ومعاندین سے لاحق ہونے والی شدید پریشانیوں کو بیان فرمایا۔ اس کے بعد امام بخاری رحمہ اللہ تک ''صحیح بخاری'' کی اپنی دو سندوں کو ذکر فرمایا۔ پہلی سند بطریق شیخ الاسلام حافظ العصر زین الدین عراقی رحمہ اللہ ذکر فرمائی۔ اور دوسری سند بطریق شیخ الاسلام تقی الدین دجوی رحمہ اللہ ذکر فرمائی۔

اس کے بعد تقریباً دس ایسے فوائد کا ذکر فرمایا جن کا تعلق ''صحیح بخاری شریف'' سے تھا۔ اور انہی فوائد میں مبادی علم حدیث، موضوع، مسائل وغیرہ کا تفصیلی ذکر کیا۔ اس کے بعد ''صحیح بخاری شریف'' کی شرح کو شروع فرمایا، لیکن شرح میں ایک منہج پر نہ رہ سکے۔ چنانچہ جتنی طویل سے طویل تر شرح پہلے چار اجزاء میں فرمائی ہے وہ شرح اس طرح باقی اجزاء میں نظر نہیں آتی۔

اسلوب عمدۃ القاری:

اس شرح میں آپ کا طریقہ کار یہ ہے کہ آپ سب سے پہلے ''حدیث شریف'' کی ''قرآن کریم'' سے مطابقت

بیان کرتے ہیں پھر ''کتاب'' ، ''ترجمۃ الباب'' اور حدیث سابق سے اس کی ''مناسبت'' بیان کرتے ہیں۔ اس کے بعد ''رجال'' پر گفتگو کرتے ہیں اور سب راویوں کی مختصر سوانح لکھتے ہیں۔

اس کے بعد راویوں کے ناموں کا ''ضبط'' بیان کرتے ہیں۔

اس کے بعد ''انساب کا ضبط'' کرتے ہیں۔

اس کے بعد چند ایسے فوائد کا ذکر کرتے ہیں جن کا تعلق راویان حدیث سے ہوتا ہے۔

اس کے بعد ''سند کے لطائف'' کا ذکر کرتے ہیں۔

اس کے بعد ''انواع حدیث'' میں سے اس حدیث کی نوع بیان کرتے ہیں۔

اس کے بعد ''صحیح بخاری شریف'' میں جن ابواب کے تحت وہ ''حدیث مکرر'' آتی ہے ان کا ذکر کرتے ہیں۔

اس کے بعد امام بخاری رحمہ اللہ کے علاوہ جن محدثین نے اپنی تصانیف میں اس حدیث کا اخراج کیا ہے ان کا بیان کرتے ہیں۔

اس کے بعد حدیث کے ''الفاظ میں پائے جانے والے اختلاف'' کا ذکر کرتے ہیں۔

اس کے بعد ''الفاظ حدیث کی لغت'' کا بیان کرتے ہیں۔

پھر اعراب (نحو) کا بیان کرتے ہیں۔

پھر ''صرف'' کا بیان کرتے ہیں۔

پھر ''معانی'' کا بیان کرتے ہیں۔

پھر ''بیان'' کا بیان کرتے ہیں۔

اس کے بعد ''بدیع'' کا بیان کرتے ہیں۔

اور پھر اس کے بعد ''سوالات وجوابات'' کا سلسلہ شروع کرتے ہیں۔

اس کے بعد اس حدیث سے ''مستنبط احکام'' کا بیان کرتے ہیں۔

اور اس کے بعد اس کے تحت ''فقہی مسالک'' کا بیان کرتے ہیں۔

بالخصوص حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا مذہب ڈنکے کی چوٹ پر بیان کرتے ہیں۔ اور جس جس مقام پر دیگر شراح اور بالخصوص حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ سے اگر اختلاف ہو تو اس کا رد کرتے ہیں۔ علامہ عینی رحمہ اللہ حدیث کی شرح کو متعدد اجزاء اور ابحاث میں تقسیم کرتے ہیں اور مبحث سے پہلے اس کی ذیلی سرخی اور عنوان قائم کرتے ہیں جس کی وجہ سے اس کتاب سے استفادہ میں بہت آسانی ہو جاتی ہے۔

عمدۃ القاری کے مصادر ومراجع۔ (اجمالی)

علامہ عینی رحمہ اللہ نے اپنی اس شرح میں ان کتب اور ان ائمہ سے بکثرت نقول ذکر کی ہیں:

''کرمانی شرح صحیح البخاری'' ، ''النھایہ فی غریب الحدیث''، ''جامع الاصول لابن الاثیر'' ، ''الغریبین'' ، ''العباب'' ، ''تہذیب اللغات''، ''اعلام السنن'' ، ''غریب الحدیث'' ، ''تفسیر قرطبی''، ''المفہم شرح صحیح مسلم'' ، ''کتاب العین'' ، ''الصحاح'' ، ''المعارف'' ، ''شرح البخاری لقطب الدین حلبی'' ، ''تحفۃ الاشراف بمعرفۃ الاطراف'' ، ''تفسیر کشاف'' ، ''اساس البلاغۃ'' ''متخرجات'' ، ''مسانید'' ، ''زوائد''۔

اور جن ائمہ سے نقول ذکر کی ہیں وہ چند یہ ہیں۔

ابن تیانی، امام الحرمین، بیہقی، قاضی عیاض، نووی، طحاوی، ابن صلاح ، مازری ، ذہبی ، خطیب بغدادی، ابن کثیر، ابن ماکولا، زجاج ، محمد بن سعد، واقدی ، ابن درید، ابوحاتم، بخاری، کسائی ، ابوحنیفہ دینوری، اصمعی ، تیمی ، مبرد ، ابن مالک ، طیبی ، عراقی ، ابن سکیت ، ابن سیدہ ، حلیمی، سھیلی ، ابن ھشام اور ثعلبی وغیرھم رضی اللہ عنہم اجمعین۔

عمدۃ القاری کے مصادر ومراجع۔ (تفصیلی):

ڈاکٹر ھند کے بقول ''عمدۃ القاری'' کے مصادر مختلف فنون میں نوسوستر (۹۷۰) کتب سے بھی متجاوز ہیں۔

ان مصادر کی تفصیل یوں ہے:

۱۔ تفسیر قرآن کریم اور اسباب نزول کے مصادر۔

۲۔حدیث اوراصول حدیث کے مصادر۔

۳۔علم الرجال کے مصادر۔

۴۔تاریخ وسیر کے مصادر۔

۵۔علم لغۃ کے مصادر۔

۶۔علم نحو کے مصادر۔

۷۔علم صرف کے مصادر۔

۸۔فقہ واصول فقہ کے مصادر۔

۱۔تفسیراوراسباب نزول کے مصادر:

"عمدۃ القاری" میں تقریباً چالیس کتب تفاسیر قرآن کے مصادرومراجع ہیں۔

ان میں سے چند یہ ہیں:

۱۔نوادرالتفسیر: مقاتل بن سلیمان التوفی ۱۵۰ھ۔

۲۔تفسیر عبد بن حمید بن نصر: التوفی ۲۴۹ھ۔

۳۔الجامع لاحکام القرآن (تفسیر طبری): محمد بن جریر الطبری التوفی ۳۱۰ھ۔

۴۔تفسیر ابن مردویہ: احمد بن موسیٰ اصفہانی التوفی ۴۱۰ھ۔

۵۔الکشف والبیان فی تفسیر القرآن (ثعلبی): احمد بن محمد الثعلبی التوفی ۴۲۷ھ۔

۶۔اسباب النزول: علی بن احمد الواحدی التوفی ۴۶۸ھ۔

۷۔التیسیر فی التفسیر: نجم الدین عمر بن محمد نسفی التوفی ۵۳۷ھ۔

۸۔الکشاف عن حقائق التفسیر: جاراللہ محمود زمخشری التوفی ۵۳۸ھ۔

سب سے موخر الذکر تفسیر سے نقول بکثرت موجود ہیں۔اور شارح نے اجتہادات نحویہ میں اکثر مقامات پر اسی تفسیر پر اعتماد کیا ہے۔اس کے علاوہ سینکڑوں تفاسیر ہیں جن کا ذکر ہم نے طوالت کے خدشہ سے ترک کردیا ہے۔

۲۔حدیث اوراصول حدیث کے مصادر:

اس کے تحت آپ نے ان فنون کی کتب پر اعتماد کیا ہے۔

۱۔کتب الروایۃ۔

۲۔کتب العلل۔

۳۔کتب غریب الحدیث۔

۴۔کتب شروح الحدیث۔

کتب الروایۃ:

یہ لاتعداد کتب ہیں ہم ان میں سے چند اہم کا تذکرہ کردیتے ہیں:

۱۔صحیح: امام مسلم بن حجاج التوفی ۲۶۱ھ۔

۲۔المنتقی: عبداللہ بن جارود نیشاپوری التوفی ۳۱۱ھ۔

۳۔صحیح ابن خزیمہ: محمد بن اسحاق نیشاپوری التوفی ۳۱۶ھ۔

۴۔صحیح ابوعوانہ: یعقوب بن اسحاق مھرجانی التوفی ۳۱۶ھ۔

۵۔صحیح ابن حبان: ابوحاتم محمد بن حبان بُستی التوفی ۳۵۴ھ۔

۶۔المستدرک علی الصحیحین: ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ حاکم نیشاپوری التوفی ۴۰۵ھ۔

۷۔الجمع بین الصحیحین: ابوعبداللہ محمد الحمیدی التوفی ۴۸۸ھ۔

۸۔السنن: سعید بن منصور خراسانی التوفی ۲۲۷ھ۔

۹۔السنن: ابوداؤد سلیمان بن اشعث بجستانی التوفی ۲۷۳ھ۔

۱۰۔السنن: محمد بن یزید ابن ماجہ قزوینی التوفی ۲۷۳ھ۔

۱۱۔السنن: ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی التوفی ۲۷۹ھ۔

۱۲۔المسند: ابوبکر احمد بن عمرو بن عبدالخالق بزار المتوفی ۲۹۲ھ۔

۱۳۔ السنن: ابومسلم الکجی ابراہیم بن عبداللہ بصری المتوفی ۲۹۲ھ۔

۱۴۔السنن الکبریٰ: ابوعبدالرحمن احمد بن شعیب نسائی المتوفی ۳۰۳ھ۔

۱۵۔السنن الصغریٰ (المجتبیٰ) : : : : :

۱۶۔السنن: ابوالحسن علی بن احمد بغدادی دارقطنی المتوفی ۳۸۵ھ۔

۱۷۔السنن الکبریٰ: ابوبکر احمد بن حُسین بیہقی المتوفی ۴۵۸ھ۔

۱۸۔المسند: محمد بن ادریس شافعی المتوفی ۲۰۴ھ۔

۱۹۔المسند: عبداللہ بن زبیر مکی حمیدی المتوفی ۲۱۹ھ۔

۲۰۔المسند: مسدد بن مسرھد المتوفی ۲۲۸ھ۔

۲۱۔المسند: اسحاق بن راھویہ المتوفی ۲۳۸ھ۔

۲۲۔المسند: امام احمد بن حنبل المتوفی ۲۴۱ھ۔

۲۳۔المسند: حارث بن ابواسامہ المتوفی ۲۸۲ھ۔

۲۴۔زوائد مسند احمد: عبداللہ بن احمد بن حنبل المتوفی ۲۹۰ھ۔

۲۵۔المسند: احمد بن علی موصلی ابویعلیٰ المتوفی ۳۰۷ھ۔

۲۶۔المسند: ابوالعباس محمد بن اسحاق السراج نیشاپوری المتوفی ۳۱۳ھ۔

۲۷۔المصنف: عبدالرزاق بن ہمام صنعانی یمنی المتوفی ۲۱۱ھ۔

۲۶۔المصنف: ابن ابی شیبہ المتوفی ۲۳۵ھ۔

۲۷۔المستخرج: ابوعوانہ یعقوب بن اسحاق اسفرائینی المتوفی ۳۱۶ھ۔

۲۸۔المستخرج: ابونعیم احمد بن عبداللہ اصفہانی المتوفی ۲۳۵ھ۔

۲۹۔الادب المفرد: محمد بن اسماعیل بخاری المتوفی ۲۵۶ھ۔

۳۰۔المعجم الکبیر: ابوالقاسم سلیمان بن احمد طبرانی المتوفی ۳۶۰ھ۔

۳۱۔المعجم الاوسط: : : : : :

۳۲۔ المعجم الصغیر: : : : ؛

۳۳۔غرائب مالک: دارقطنی المتوفی ۳۸۵ھ۔

۳۴۔الاکلیل: حاکم نیشاپوری المتوفی ۴۰۵ھ۔

۳۵۔شعب الایمان: بیہقی المتوفی ۴۵۸ھ۔

۳۶۔الاطراف: ابومسعود دمشقی

۳۷۔تحفۃ الاشراف بمعرفۃ الاطراف: حافظ جمال الدین مزی المتوفی ۷۴۲ھ۔

کتب علل:

۱۔العلل الکبیر: امام ترمذی المتوفی ۲۷۹ھ۔

۲۔کتاب العلل: ابن ابوحاتم رازی المتوفی ۳۲۷ھ۔

۳۔کتاب العلل: امام دارقطنی المتوفی ۳۸۵ھ۔

۴۔العلل المتناھیۃ فی الاحادیث الواھیۃ: عبدالرحمن ابن الجوزی المتوفی ۵۹۷ھ۔

کتب غریب الحدیث:

۱۔غریب الحدیث: ابوعبید قاسم بن سلام المتوفی ۲۲۴ھ۔

۲۔غریب الحدیث: ابراہیم بن اسحاق حربی المتوفی ۲۸۵ھ۔

۳۔الدلائل: قاسم بن ثابت سرقسطی المتوفی ۳۰۲ھ۔

۴۔الغریبین: ابوعبید احمد بن محمد ہروی المتوفی ۴۰۱ھ۔

۵۔الفائق فی غریب الحدیث: جاراللہ محمود بن عمر زمخشری المتوفی ۵۳۸ھ۔

۶۔مشارق الانوار: قاضی ابوالفضل عیاض مالکی التوفی ۵۴۴ھ۔

۷۔مطالع الانوار علی صحاح الآثار: ابراہیم بن یوسف بن قرقول التوفی ۵۶۹ھ۔

۸۔المغیث: حافظ ابوموسیٰ محمد بن ابوبکر اصفہانی التوفی ۵۸۱ھ۔

۹۔النہایۃ فی غریب الحدیث والاثر: مبارک بن اثیر جزری التوفی ۶۰۶ھ۔

کتب شروح حدیث:

۱۔شرح الموطا: عبدالمالک بن حبیب مالکی التوفی ۲۳۹ھ۔

۲۔معالم السنن (شرح سنن ابوداؤد): ابوسلیمان حمد بن احمد خطابی التوفی ۳۸۸ھ۔

۳۔شرح صحیح البخاری: ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال التوفی ۴۴۹ھ۔

۴۔المفہم لما اشکل من تلخیص کتاب مسلم: ابوالعباس احمد بن عمر قرطبی التوفی ۶۵۶ھ۔

۵۔المنہاج فی شرح صحیح مسلم بن حجاج: ابوزکریا یحیٰی بن شرف نووی التوفی ۶۷۶ھ۔

۶۔شرح صحیح البخاری: قطب الدین عبدالکریم بن عبدالنور حنفی حلبی التوفی ۷۳۵ھ۔

۷۔شرح صحیح البخاری: علاؤالدین بن قلیج مغلطائی مصری حنفی التوفی ۷۲۹ھ۔

۸۔الکواکب الدراری شرح صحیح البخاری: شمس الدین محمد بن یوسف کرمانی التوفی ۷۹۶ھ۔

۹۔شرح سنن الترمذی: حافظ زین الدین عبدالرحیم عراقی التوفی ۸۰۶ھ۔

۱۰۔فتح الباری شرح صحیح البخاری: حافظ العصر احمد بن علی ابن حجر عسقلانی التوفی ۸۵۲ھ۔

۱۱۔مبانی الاخبار:

۱۲۔نخب الافکار:

یہ دونوں کتابیں علامہ عینی رحمہ اللہ کی ''طحاوی شریف'' کی شرحیں ہیں، علامہ عینی نے کئی مقامات پر ان کا حوالہ دیا ہے۔

۳۔ علم اسماء الرجال کے مصادر:

اس علم کے مصادر ''عمدۃ القاری'' میں ساٹھ کتب کے قریب ہیں۔

ان میں سے چند مشہور یہ ہیں۔

۱۔الطبقات الکبریٰ: محمد بن سعد الزہری التوفی ۲۳۰ھ۔

۲۔التاریخ الکبیر: محمد بن اسماعیل بخاری التوفی ۲۵۶ھ۔

۳۔التاریخ الاوسط: ؍ ؍ ؍ ؍

۴۔التاریخ الصغیر: ؍ ؍ ؍ ؍

۵۔المعارف: ابومحمد عبداللہ بن مسلم ابن قتیبہ دینوری التوفی ۲۶۷ھ۔

۶۔معجم الصحابۃ: عبداللہ بن محمد بغوی التوفی ۳۱۷ھ۔

۷۔کتاب الثقات: ابن حبان بُستی التوفی ۳۵۴ھ۔

۸۔الکامل فی ضعفاء الرجال: عبداللہ بن محمد بن عدی جرجانی التوفی ۳۶۵ھ۔

۹۔معرفۃ الصحابۃ: ابوعبداللہ محمد بن اسحاق ابن مندہ التوفی ۳۹۵ھ۔

۱۰۔حلیۃ الاولیاء ومعرفۃ الاصفیاء: ابونعیم احمد بن عبداللہ التوفی ۴۳۰ھ۔

۱۱۔الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب: ابوعمر یوسف بن عبداللہ بن عبدالبر التوفی ۴۶۳ھ۔

۱۲۔معرفۃ الصحابۃ: ابوموسیٰ مدینی التوفی ۵۸۱ھ۔

۱۳۔تہذیب الکمال فی اسماء الرجال: جمال الدین یوسف بن زکی الدین مزی التوفی ۷۴۲ھ۔

۱۴۔تجرید الصحابۃ: حافظ شمس الدین ذہبی التوفی ۷۴۸ھ۔

۱۵۔الکاشف: ؍ ؍ ؍ ؍

۱۶۔مغانی الاخیار: علامہ بدرالدین عینی رحمہ اللہ (خود صاحب ترجمہ) التوفی ۸۵۵ھ۔

۴۔فن تاریخ وسیر کے مصادر:

۱۔کتاب المغازی: محمد بن اسحاق التوفی ۱۵۱ھ۔

۲۔السیرۃ النبویۃ: : : : : : :

۳۔الاکلیل فی الانساب: حسن بن احمد بن ھمدانی یمنی التوفی ۳۳۴ھ۔

۴۔تاریخ اصبھان: ابونعیم اصبھانی التوفی ۴۳۰ھ۔

۵۔دلائل النبوۃ : : : : : : : :

۶۔دلائل النبوۃ: احمد بن حسین بیہقی التوفی ۴۵۸ھ۔

۷۔تاریخ بغداد: ابوبکر احمد بن حُسین خطیب بغدادی التوفی ۴۵۸ھ۔

۸۔تاریخ دمشق الکبیر: ابوالحسن علی بن حسن دمشقی ابن عساکر التوفی ۵۷۱ھ۔

۹۔الروض الانف: ابوالقاسم عبدالرحمٰن سُہیلی التوفی ۵۸۱ھ۔

۵۔فن لغت کے مصادر:

۱۔کتاب العین: خلیل بن احمد فراہیدی التوفی ۱۷۵ھ۔

۲۔کتاب النوادر: محمد بن زیاد المعروف ابن الاعرابی التوفی ۲۳۱ھ۔

۳۔کتاب الفصیح: ابوالعباس احمد بن یحیٰی التوفی ۲۹۱ھ۔

۴۔الجمھرۃ: محمد بن حسن ابن درید التوفی ۳۲۱ھ۔

۵۔الزاھر فی معانی الکلام الذی یستعملہ الناس: محمد بن قاسم انباری التوفی ۳۲۸ھ۔

۶۔تھذیب اللغۃ: ابومنصور محمد بن احمد ازھری التوفی ۳۷۰ھ۔

۷۔صحاح اللغۃ: ابونصر اسماعیل بن حماد جوھری التوفی ۳۹۳۔

۸۔مجمل اللغۃ: ابوالحسن احمد بن فارس التوفی ۳۹۵ھ۔

۹۔المنتھی: ابوالمعانی محمد بن تمیم برمکی التوفی ۴۱۱ھ۔

۱۰۔الجامع: محمد بن جعفر القزاز التوفی ۴۱۲ھ۔

۱۱۔الموعب: ابوغالب تمام بن طالب قرطبی التوفی ۴۳۶ھ۔

۱۲۔المحکم والمحیط الاعظم: علی بن اسماعیل بن سیدہ التوفی ۴۵۸ھ۔

۱۳۔المخصص: : : : : : : : :

۱۴۔الباھر فی اللغۃ: عمر بن محمد بن عدیس التوفی ۵۰۷ھ۔

۱۵۔مجمع الغرائب: عبدالغافر بن اسماعیل فارسی التوفی ۵۲۹ھ۔

۱۶۔الواعی: عبدالحق اشبیلی التوفی ۵۸۲ھ۔

۱۷۔المغرب: ابوالفتح ناصر بن عبدالسید مطرزی التوفی ۶۱۰ھ۔

۱۸۔العُباب الزاخر فی اللغۃ: حسن بن محمد صنعانی التوفی ۶۵۰ھ۔

۶۔علم نحو کے مصادر:

۱۔مغنی اللبیب: ابن ہشام التوفی ۷۶۱ھ۔

۲۔شواھد التوضیح والتصحیح لمشکلات الجامع الصحیح: ابن مالک التوفی ۶۷۲ھ۔

۳۔دیگر فنون کی طرح اس فن میں خود علامہ عینی رحمہ اللہ کی اپنی ذات بہت بڑی مصدر اور مرجع تھی۔

۷۔علم صرف کے مصدر:

پوری "صحیح بخاری" کی احادیث کی صرفی تعلیل بمع اعتراضات وجوابات خود علامہ عینی رحمہ اللہ نے کی ہے۔اس لئے ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ اس علم کا مصدر آپکی اپنی ذات مبارکہ تھی۔

٨۔ فقہ اور اصول فقہ کے مصادر:

ڈاکٹر ھند محمود سحلول کہتی ہیں:

تمام مذاہب کی فقہ کی کتب کے حوالہ جات سے یہ شرح بھری پڑی ہے۔ اور ان کی کتب کی تعداد دو سو (۲۰۰) کے قریب ہے۔

ہم چند مشہور کا ذکر کرتے ہیں۔

۱۔ المدونۃ الکبریٰ: عبدالرحمن بن قاسم مالکی المتوفی ۱۹۱ھ۔

۲۔ کتاب الام: امام محمد بن ادریس شافعی المتوفی ۲۰۴ھ۔

۳۔ مختصر المزنی: اسماعیل بن یحییٰ مزنی المتوفی ۶۲۴ھ۔

۴۔ تھذیب الآثار: ابوجعفر محمد بن جریر طبری المتوفی ۳۱۰ھ۔

۵۔ تجرید القدوری: احمد بن محمد حنفی المتوفی ۴۲۸ھ۔

۶۔ الحاوی الکبیر: قاضی ابوالحسن علی بن محمد ماوردی شافعی المتوفی ۴۵۰ھ۔

۷۔ المحلیٰ بالآثار: ابومحمد علی ابن حزم ظاہری المتوفی ۴۵۶ھ۔

۸۔ المھذب: ابواسحاق ابراہیم بن محمد شیرازی شافعی المتوفی ۴۷۶ھ۔

۹۔ الوسیط: ابوحامد محمد بن محمد غزالی حجۃ الاسلام المتوفی ۵۰۵ھ۔

۱۰۔ جوامع الفقہ: ابونصر احمد بن محمد عتابی حنفی المتوفی ۵۸۶ھ۔

۱۱۔ فتاویٰ قاضی خان: فخر الدین حسن بن منصور اوزجندی المتوفی ۵۹۲ھ۔

۱۲۔ الجواہر المالکیۃ: ابومحمد عبداللہ بن محمد مالکی المتوفی ۶۱۰ھ۔

۱۳۔ المغنی: موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ مقدسی حنبلی المتوفی ۶۲۰ھ۔

۱۴۔ الھدایۃ: شیخ الاسلام علی بن ابوبکر مرغینانی حنفی المتوفی ۵۹۳ھ۔

۱۵۔ الخلاصۃ: ابوزکریا یحییٰ بن شرف نووی المتوفی ۶۷۶ھ۔

۱۶۔ روضۃ الطالبین وعمدۃ المتقین: : : : : : : : :

۱۷۔ المجموع شرح المھذب: : : : : : : : : :

۱۸۔ الامام فی شرح الالمام فی احادیث الاحکام: تقی الدین محمد ابن دقیق العید المتوفی ۷۰۲ھ۔

۱۹۔ التوضیح فی حل غوامض التنقیح: عبیداللہ بن مسعود بن تاج الشریعۃ المتوفی ۷۴۷ھ۔

۲۰۔ التلویح علی التوضیح: سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی المتوفی ۷۹۲ھ۔

۲۱۔ البنایۃ فی شرح الھدایۃ: علامہ بدرالدین عینی رحمہ اللہ (خود صاحب ترجمہ) المتوفی ۸۵۵ھ۔

(البدر العینی وجھودہ فی علوم الحدیث واللغۃ ص ۱۳۳ تا ۱۵۴ مطبوعہ دار النوادر بیروت)

میں کہتا ہوں اس کے علاوہ بھی سینکڑوں مصادر ہیں جن سے ہم نے عمداً کنارا کشی کی ہے۔

"من شاء فلیراجع عمدۃ القاری"

عمدۃ القاری اور فتح الباری کا موازنہ :

حدیث مبارک کی شرح اور تحلیل میں "عمدۃ القاری" ، "فتح الباری" سے کئی درجہ آگے ہے۔

شیخ صالح لکھتے ہیں:

مثلاً "حدیث ھرقل" کی شرح "عمدۃ القاری" میں صفحہ ستتر (۷۷) سے ایک سو ایک (۱۰۱) تک ہے۔ جبکہ "فتح الباری" میں یہ شرح صفحہ اکتیس (۳۱) سے صفحہ پینتالیس (۴۵) تک ہے۔ اور ساتھ یہ بھی کہ "عمدۃ القاری" کا صفحہ "فتح الباری" کے صفحہ سے کہیں بڑا ہے۔ "عمدۃ القاری" میں "کتاب الایمان" کے پہلے باب کی شرح سولہ (۱۶) صفحات پر پھیلی ہوئی ہے، جبکہ "فتح الباری" کی اس باب کی شرح صرف چار (۴) صفحات پر ہے۔ "عمدۃ القاری" میں "کتاب الایمان" کی مکمل شرح تین سو چھبیس (۳۲۶) صفحات پر پھیلی ہوئی ہے، جبکہ "فتح الباری" میں یہ شرح ایک سو سینتیس (۱۳۷) صفحات پر مشتمل ہے۔

یہ فقط چند مثالیں ذکر کی ہیں۔

مزید "عمدۃ القاری" کی خصوصیات درج ذیل ہیں۔

۱: حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ باب کی ساری احادیث ذکر کر کے پھر سب کی شرح میں شروع ہو جاتے ہیں، اور ایک حدیث کو دوسری حدیث سے جدا نہیں کرتے۔ جبکہ "عمدۃ القاری" کا یہ انداز نہیں، بلکہ باب کی ہر حدیث کی الگ الگ شرح کرتے ہیں اور ہر حدیث کو آنے والی حدیث سے جدا کرتے ہیں۔

۲: اگر کوئی شخص کسی ایسی حدیث کو جو "صحیح بخاری" میں ہو اس کو دوسری کتب حدیث سے دیکھنا چاہے تو ہر حدیث کے تحت "عمدۃ القاری" میں اسے "من اخرجہ غیر البخاری" کے عنوان سے وہ حدیث بآسانی مل سکتی ہے۔

لیکن اگر "فتح الباری" سے تلاش کرنا چاہے تو جب تک پوری "فتح الباری" کا مطالعہ نہ کرے تب تک تقریباً اسے مطلوب حدیث نہیں مل سکتی۔

۳: "عمدۃ القاری" میں ہر حدیث کی تفصیلی اور "فتح الباری" سے زیادہ تخریج کی گئی ہے۔ اس پر سینکڑوں مثالیں موجود ہیں۔

مثلاً حدیث مبارک ہے:

"ارءیتم لو ان نهراً بباب احدکم" ـــ (الحدیث)

علامہ عینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "بخاری" کے علاوہ ان لوگوں کا ذکر، جنہوں نے اس حدیث کو روایت کیا ہے۔

اس حدیث کو "امام مسلم" نے کتاب الصلوٰۃ میں از قتیبہ از لیث و بکر بن مضر از ابن الهاد کے طریق سے روایت کیا ہے۔ اور امام ترمذی نے "کتاب الامثال" میں از قتیبہ اس حدیث کو روایت کیا ہے۔ جبکہ امام نسائی نے "کتاب الصلوٰۃ" میں از قتیبہ از فقط لیث کے طریق سے اسی سند کے ساتھ اس حدیث کو روایت کیا ہے۔

علامہ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اس حدیث کو مسلم نے روایت کیا ہے۔ بس اتنا ہی حافظ ابن حجر نے لکھا ہے۔

(عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری۔ ج:۵ص:۲۳۔ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

(فتح الباری شرح صحیح البخاری۔ ج:۲۔ص:۲۸۹۔ مطبوعہ دار طیبہ ریاض)

ایک اور حدیث پاک:

"انه صلی الله علیه وسلم کان یقرء فی الفجر ما بین ستین الی المائة" ـــ (الحدیث)

علامہ عینی فرماتے ہیں: اس حدیث کو امام مسلم نے "صحیح مسلم" میں "از یحییٰ بن حبیب و عبداللہ بن معاذ از والد خود یہ دونوں حضرات شعبہ سے" اس حدیث کو ذکر کیا ہے، اور "از کریب از سوید بن عمرو الکلبی" کے طریق سے بھی روایت کیا ہے۔ اور ابوداؤد نے اپنی "سنن" میں اس حدیث کو "از حفص بن عمر" مکمل اور دوسرے مقام پر کچھ حصہ روایت کیا ہے۔ نسائی نے اپنی "سنن" میں "از محمد بن عبدالاعلیٰ و محمد بن بشار و سوید بن نصر" کے طریق سے اس حدیث کو روایت کیا ہے۔

اور ابن ماجہ نے اپنی "سنن" میں اس حدیث کو "از محمد بن بشار از بندار" کے طریق سے روایت کیا ہے۔

علامہ ابن حجر فرماتے ہیں: اس حدیث کو "مسلم" اور "نسائی" نے بھی روایت کیا ہے۔

حافظ صاحب نے صرف اتنا ہی لکھا ہے۔

(عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری۔ ج:۵ص:۴۰۔مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

(فتح الباری شرح صحیح البخاری۔ ج:۲۔ص:۳۰۵۔مطبوعہ دارطیبہ ریاض)

ایک اور حدیث پاک:

"لو یعلم الناس ما فی النداء"۔۔۔(الحدیث)

علامہ عینی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: اس حدیث کو مسلم نے ''کتاب الصلوٰۃ'' میں، جبکہ ترمذی اور نسائی نے اپنی اپنی ''سنن'' میں روایت کیا ہے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس حدیث کو مسلم نے روایت کیا ہے۔

حافظ صاحب رحمہ اللہ نے ترمذی اور نسائی کی روایت کا ذکر تک نہیں فرمایا۔

(عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری۔ ج:۵ص:۱۸۲۔مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

(فتح الباری شرح صحیح البخاری۔ ج:۲۔ص:۴۲۴۔مطبوعہ دارطیبہ ریاض)

ایک اور حدیث مبارک:

"انه صلی الله علیه وسلم کان یضطجع علیٰ شقه الایمن بعد سنة الفجر"۔۔۔(الحدیث)

علامہ عینی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: اس حدیث کو امام نسائی نے بھی ''کتاب الصلوٰۃ'' میں روایت کیا ہے۔ جبکہ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کی تخریج بحوالہ ''نسائی'' نہیں فرمائی۔

(عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری۔ ج:۵ص:۲۰۵۔مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

(فتح الباری شرح صحیح البخاری۔ ج:۲۔ص:۴۴۴۔مطبوعہ دارطیبہ ریاض)

اور بھی اس طرح کی لاتعداد مثالیں ہیں۔ تفصیل کے لئے ''عمدۃ القاری'' اور ''فتح الباری'' کا مطالعہ فرمائیں۔

''عمدۃ القاری'' کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ علامہ عینی رحمہ اللہ تقریباً ہر حدیث کے بعد یہ ضرور ذکر کرتے ہیں کہ یہ

حدیث دوبارہ ''صحیح بخاری'' میں کہاں کہاں اور کن کن راویوں سے آئی ہے۔ جبکہ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ صرف اتنا کہہ دیتے ہیں ''وسیاتی'' عنقریب آگے آرہی ہے۔

اس کی مثال: حدیث مبارک ہے۔۔۔''الصلاة کفارة''

علامہ عینی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: امام بخاری رحمہ اللہ نے ''کتاب الزکوٰۃ'' میں بھی ''از قتیبہ از جریر'' اس حدیث کو روایت کیا ہے۔ اور کتاب ''علامات النبوۃ'' میں اس حدیث کو ''از عمر بن حفص'' روایت کیا ہے۔ ''الاطراف'' میں امام مزی رحمہ اللہ نے ایسا ہی کہا ہے۔ اور یہ ان کا وہم ہے، کیونکہ عمر بن حفص سے ''کتاب الفتن'' میں یہ حدیث مروی ہے۔ اور ''کتاب الصوم'' میں علی بن عبداللہ سے یہ حدیث مروی ہے۔

(عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری۔ ج:۵ص:۱۲۔مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

جبکہ حافظ ابن حجر العسقلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس حدیث کے فوائد پر گفتگو کتاب ''علامات النبوۃ'' میں ان شاء اللہ آئے گی۔ (فتح الباری شرح صحیح البخاری۔ ج:۲۔ص:۲۸۲۔مطبوعہ دارطیبہ ریاض)

۵: جو حدیث ''بخاری'' کے تفرادات میں سے ہو تو علامہ عینی رحمہ اللہ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں: اس حدیث کی روایت میں ''امام بخاری'' منفرد ہیں۔

جیسے آپ نے ''صحیح بخاری'' کے ''باب تضییع الصلوٰۃ عن وقتها'' کی پہلی حدیث کے بارے میں اسی طرح فرمایا ہے۔

جبکہ ''فتح الباری'' اس خوبی سے خالی ہے۔

(عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری۔ ج:۵ص:۲۴۔مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

(فتح الباری شرح صحیح البخاری۔ ج:۲۔ص:۲۹۰۔مطبوعہ دارطیبہ ریاض)

ڈاکٹر صالح لکھتے ہیں:

استاذ محمد فؤاد عبد الباقی سے ''صحیح بخاری'' کی ترقیم اور استقصاء اطراف میں کئی جگہ خطا ہوگئی ہے۔ اگر وہ ''عمدۃ القاری'' کی تخریج پر اعتماد کرتے تو شاید یہ خطائیں ان سے واقع نہ ہوتیں۔

مثلاً "باب المصلی یناجی ربه عزوجل" میں استاذ فواد عبدالباقی نے حدیث کے اطراف ذکر نہیں کیے۔

لیکن علامہ عینی رحمہ اللہ نے ذکر کئے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں یہ حدیث "باب حك النخامة من المسجد" اور "باب لا یبصق عن یمینه فی الصلوٰة" میں گزر چکی ہے۔

(بدرالدین العینی واثرہ فی علم الحدیث: ص ۲۲۸ مطبوعہ دارالبشائر الاسلامیہ بیروت)

۶: علامہ عینی رحمہ اللہ اپنے سے پہلے "شارحین بخاری" کی اخطاء کی کڑی گرفت کرتے ہیں۔

مثلاً "باب القراءة فی الظهر" کے تحت علامہ عینی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

ای هذا باب فی بیان حکم القراءة فی صلاة الظهر قال الکرمانی الظاهر ان المراد بها بیان قراءة غیر الفاتحة قلت العجب منه کیف یقول ذالك و این الظاهر الذی یدل علیٰ ما قاله بل مراده الرد علیٰ من لا یوجب القراءة فی الظهر و قد ذکرنا ان قوماً منهم سوید بن غفلة والحسن بن صالح و ابراهیم بن علیة و مالك فی روایة قالو ا لا قراءة فی الظهر والعصر

(عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری۔ ج:۶۔ ص:۳۰۔ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

یعنی یہ باب ظہر کی نماز میں قراءۃ کے حکم کے بیان میں ہے، علامہ کرمانی نے کہا ظاہر یہ ہے کہ اس سے مراد سورۃ فاتحہ کی قراءۃ کے علاوہ کا بیان ہے۔ میں (علامہ عینی رحمہ اللہ) کہتا ہوں مجھے ان پر حیرت ہے یہ کیسے کہہ رہے ہیں اور کہاں ہے وہ ظاہر جو ان کی بات پر دلالت کر رہا ہے، بلکہ "امام بخاری رحمہ اللہ" کی مراد ان لوگوں کا رد کرنا ہے جو ظہر کی نماز میں قراءۃ کو (اصلاً) واجب قرار نہیں دیتے، اور ہم نے ذکر کیا ہے کہ ایک قوم (علماء کی جماعت) نے کہا ہے کہ ظہر اور عصر کی نماز میں بالکل قراءۃ نہیں ہے۔ جن میں سے چند یہ ہیں: سوید بن غفلة، حسن بن صالح، ابراہیم بن علیہ اور ایک روایت میں امام مالک رحمہم اللہ بھی ہیں۔

میں کہتا ہوں اس خصوصیت میں حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ بھی علامہ عینی رحمہ اللہ کے ساتھ شریک ہیں۔

فتح الباری کی خصوصیات:

چند اہم امور کی وجہ سے "فتح الباری شریف" بھی "عمدۃ القاری شریف" سے ممتاز ہے۔

۱۔ اصل کتاب کی شرح شروع ہونے سے پہلے ایک ضخیم اور مبسوط مقدمہ ہے۔ جو اب دو جلدوں میں مطبوع ہے۔ "عمدۃ القاری" اس خصوصیت سے خالی ہے۔

۲۔ آغاز شرح سے لے کر تا اختتام ساری شرح ایک ہی نہج اور نسق پر ہے۔ اس کے برعکس "عمدۃ القاری" ایک نہج اور نسق پر نہیں ہے۔

۳۔ شیخ الاسلام حافظ العصر علامہ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ ہر باب کے اختتام پر اس باب سے متعلق احادیث مرفوعہ، موقوفہ، مکررہ، معلقہ اور صحیح مسلم کی حدیث اگر موافق ہو تو اس کی تخریج میں ان سب چیزوں کا ذکر کرتے ہیں۔ "عمدۃ القاری" میں یہ چیز ضرور موجود ہے، مگر اسلوب یہ نہیں۔

۴۔ امانۃ نقل، سلاسۃ عرض، دقۃ تعبیر، حسن تلخیص، وجازۃ (اختصار) قول، مضبوط رائے، اعراب میں قوی احتمال اور وھن و کمزور کا بطلان۔ یہ سب چیزیں "فتح الباری" میں بدرجہ اتم واکمل پائی جاتی ہیں۔

میں کہتا ہوں: سینکڑوں مثالیں ایسی ہیں جس میں "فتح الباری"، "عمدۃ القاری" پر حاوی اور فائق ہے۔ بالخصوص "صحیح بخاری" کی اختتامی احادیث کی شرح میں یہ "عمدۃ القاری" پر بھاری ہے۔

محقق العصر مترجم تفسیر کبیر مفتی محمد خان قادری حفظہ اللہ نے مجھے فرمایا کہ قبلہ شیخ الحدیث علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے:

"فتح الباری کا پلہ بھاری نظر آتا ہے"

واللہ ورسولہ اعلم بالصواب۔

میں کہتا ہوں: حق تو یہ ہے کہ ان دونوں شارحین نے "صحیح بخاری" کی شرح کا حق اور قرض ادا کر دیا ہے۔

"فجزا هما الله خیراً فی الآخرة و افاض علی قبرهما سجال رحمته"

متقدمین ومعاصرین علماء کرام پر رد:

ارشاد الٰہی ہے:

وَفَوْقَ كُلِّ ذِي عِلْمٍ عَلِيمٌ — اور ہر علم والے سے اُوپر ایک علم والا ہے۔

(یوسف:۷۶)

سینکڑوں کی تعداد میں، بحمد اللہ! ہمارے پاس کتب تفسیر، فقہ، حدیث، اصول وغیرہ موجود ہیں جن میں ہمیں یہ کثرت اور تواتر سے ملتا ہے کہ علماء دین متین ایک دوسرے کی رائے سے اختلاف کرتے چلے آرہے ہیں۔ اور یہ کوئی طعن نہیں ہے اور نہ ہی جس کا رد کیا جارہا ہے، اس کی شان میں کمی کا باعث ہے بلکہ رد ہوتا ہی اس پر ہے جس کے پاس علم ہو جاہل پر رد کا ہے کا؟

اس سلسلے میں شیخ الاسلام بحر العلوم علامہ سعد الدین تفتازانی اور جامع المعقول والمنقول میر سید شریف جرجانی رحمہ اللہ کا مناظرہ اور اول الذکر شخصیت کی شکست ہمارے سامنے زندہ مثال ہے۔ مگر اس سے علامہ تفتازانی کے علم میں کمی آئی ہے اور نہ ان کی ذات پر کوئی طعن۔ اسی چیز کو علامہ عبدالعزیز پرہاڑوی رحمہ اللہ نے "النبر اس شرح شرح عقائد" کے آغاز میں بیان فرمایا ہے۔

اس سے بڑھ کر امام الجرح والتعدیل علی بن عمر دار قطنی رحمہ اللہ کا "صحیحین" پر رد بنام "الالزامات والتتبع" ہمارے سامنے ہے بلکہ اس سے بھی بڑھ کر امام مسلم رحمہ اللہ کا "صحیح مسلم شریف" کے مقدمہ میں امام بخاری اور علی بن مدینی رحمہما اللہ پر مشہور بحث کے سلسلہ میں رد شدید کو بھی ہر ادنیٰ طالب علم جانتا ہے۔ اسی طرح ائمہ اربعہ علیہم الرحمۃ بلکہ حضرات صحابہ کرام علیہم رضوان کا ایک دوسرے کی رائے سے اختلاف بھی کسی شخص سے مخفی نہیں ہے۔

بعد از تمہید!

عرض یہ ہے کہ علامہ بدر الدین عینی رحمہ اللہ کا متقدمین کی رائے سے اختلاف بھی اسی سلسلہ کی کڑی ہے۔ اور یہ عنوان بہت وسیع وعریض ہے۔ ہم طوالت میں نہیں پڑنا چاہتے چند مثالیں حاضر خدمت ہیں۔

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ پر رد:

اس رد کا دائرہ انتہائی وسیع ہے "قال بعضہم" کہہ کر انہیں کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔

مثلاً ایک جگہ لکھتے ہیں۔

وقال بعضهم و يحيىٰ المذكور فيه هو القطان و كذا قال الكرماني قلت هو غلط لان البخاري صرح فيه بقوله يحيىٰ هو ابن ابى كثير ضد القليل و انما قال البخاري بلفظ هو لانه ليس من كلام هشام بل من كلام البخاري ذكره تعريفاً له

بعض (حافظ ابن حجر) لوگوں نے کہا، اس سند میں مذکور یحیٰ سے مراد یحیٰ القطان ہیں۔ کرمانی نے بھی ایسا ہی کہا ہے۔ میں (علامہ عینی رحمہ اللہ) کہتا ہوں یہ غلط ہے کیونکہ بخاری نے خود تصریح کی ہے کہ اس سے مراد یحیٰ بن ابی کثیر (قلیل کی ضد) ہے امام بخاری نے یہ (یعنی یحیٰ سے مراد یحیٰ بن ابی کثیر ہے) اس لئے فرمایا ہے کیونکہ یہ قول ہشام کا نہیں ہے بلکہ امام بخاری کا اپنا ہے اور یہی بتانے کے لئے انہوں ذکر کیا ہے۔

(عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری۔ ج:۵ص:۱۳۸۔ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

(فتح الباری شرح صحیح البخاری۔ ج:۲۔ص:۳۸۵۔ مطبوعہ دار طیبہ ریاض)

یہ تعقبات کا سلسلہ نہایت طویل ہے۔ ہم اس سلسلہ میں ایک مفید تعقب ذکر کرنا چاہتے ہیں جو علامہ عینی رحمہ اللہ نے حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ کا کیا ہے۔ ہم گزشتہ صفحات میں کتاب نمبر (۶۴) کے تحت روایت "تلک الغرانیق العلی" کا تفصیلی ذکر آئے ہیں کہ آیت مبارکہ "ومنوۃ الثالثۃ الاخریٰ" کی تلاوت کے وقت سید عالم ﷺ پر شیطان نے کسی حکم کا القاء کیا اور نہ ہی سرور عالم ﷺ انہیں اپنی زبان پر لائے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ اس طرف مائل ہیں کہ یہ روایت صحیح ہے بلکہ جو اس واقعہ کو نہیں مانتے حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے ان کا شدید رد کیا ہے۔

آپ لکھتے ہیں:

و جمیع ذالک لا یتمشی علی القواعد فان الطرق اذا کثرت وتباینت مخارجها دل ذالک علی ان لها اصلاً۔

یہ سب (قاضی عیاض مالکی اور قاضی ابن عربی رحمہما اللہ کی گفتگو اور تقریر) قواعد حدیثیہ کے مطابق نہیں ہے کیونکہ جب حدیث کے طرق کثیر اوران کے مخارج متباین ہیں تو یہ اس بات پر دلیل ہے کہ اس قصہ کی اصل ضرور ہے۔

(فتح الباری شرح صحیح البخاری۔ج:۱۰۔ص:۳۶۵۔مطبوعہ دارطیبہ ریاض)

علامہ عینی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

وقال ابن العربی ذکر الطبری فی ذالک روایات کثیرة باطلة لا اصل لها وقال عیاض هذا الحدیث لم یخرجه احد من اهل الصحة ولارواه ثقة بسند سلیم متصل مع ضعف نقلته و اضطراب روایاته و انقطاع اسناده و کذا من تکلم بهذه القصة من "تابعین والمفسرین لم یسند ها احد منهم ولا رفعها الیٰ صاحبه و اکثر الطرق عنهم فی ذالک ضعیفة وقال بعضهم هذا الذی ذکره ابن العربی و عیاض لا یمضی (لا یتمشی) علی القواعد فان الطرق اذا کثرت و تباینت مخارجها دل ذالک علیٰ ان لها اصلاً اه قلت الذی ذکراه هو اللائق بجلالة قدر النبی ﷺ فانه قد قامت الحجة واجتمعت الامة علی عصمته ﷺ ونزاهته عن مثل هذه الرذیلة وحاشاه عن ان تجری علی قلبه اولسانه شیء من ذالک لا عمداً ولا سهواً

ابن عربی نے کہا اس بارے میں طبری نے بہت زیادہ ایسی باطل روایات ذکر کی ہیں جن کی کوئی اصل نہیں ہے۔قاضی عیاض نے کہا اس حدیث کی صحیح احادیث تصانیف کرنے والوں میں کسی نے تخریج نہیں کی اور نہ ہی سالم متصل سند کے ساتھ کسی ثقہ راوی نے اسے روایت کیا ہے بلکہ اس کے ناقلین ضعیف ،اس کی روایات مضطرب اور اس کی اسناد منقطع ہیں۔اور اسی طرح تابعین ومفسرین میں سے جس جس نے اس پر گفتگو کی ہے ان میں سے کسی نے ان کی سند بیان کی ہے نہ صاحب قصہ تک اس کو مرفوع روایت کیا ہے۔اور اس سلسلہ میں ان سے مروی اکثر طرق ضعیف ہیں ۔اور بعض لوگوں (حافظ ابن حجر) نے کہا یہ جسے ابن عربی اور قاضی عیاض نے ذکر کیا ہے قواعد حدیثیہ کے مطابق نہیں ہے کیونکہ جب حدیث کے طرق کثیر اور ان کے مخارج متباین ہیں تو یہ اس بات پر دلیل ہے کہ اس قصہ کی اصل ضرور (ثابت) ہے۔ میں (علامہ عینی رحمہ اللہ) کہتا ہوں جو ان دونوں (ابن عربی اور قاضی عیاض مالکی رحمہما اللہ) نے ذکر کیا وہی مقام نبوی ﷺ کے لائق اور مناسب ہے کیونکہ اس قسم کے گھٹیا واقعہ سے نبی ﷺ کی عصمت اور پاکیزگی پر دلیل قائم ہے۔

اویکون للشیطان علیه سبیل اوان یتقول علی الله عزوجل لا عمداً ولا سهواً والنظر والعرف ایضاً یحیلان ذالك و لووقع لارتد کثیر ممن اسلم ولم ینقل ذالك ولا کان یخفی علی من کان بحضرته من المسلمین

اور اس پر امت کا اجماع ہے کہ آپ ﷺ اس سے بری ہیں کہ آپ ﷺ کے دل انور یا زبان مبارک پر ایسی کوئی چیز جاری ہو عمداً نہ سہواً، یا شیطان کسی طرح سے آپ پر کوئی راہ نکال سکے یا آپ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی غلط بات منسوب کریں عمداً نہ سہواً۔ عقلاً اور عرفاً بھی یہ واقعہ محال ہے۔ اگر اس طرح کا واقعہ رونما ہوتا تو کئی مسلمان مرتد ہو جاتے حالانکہ ایسا ہرگز منقول نہیں ہے۔ اور آپ ﷺ کے پاس جو مسلمان تھے ان سے یہ واقعہ مخفی اور پوشیدہ نہ رہتا۔

(عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری: ج۱۹ص۹۵ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان)

حافظ ابن حجر عسقلانی پر ایک اور رد:

علامہ عینی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

وقال بعضهم استدل به الطحاوی علی عدم اشتراط الثلاثة قال لانه لو کان شرطا لطلب ثالثا کذا قاله و غفل عما اخرجه احمد فی مسنده من طریق معمر عن ابی اسحاق عن علقمة عن ابن مسعود فی هذا الحدیث فان فیه فالقی الروثة وقال انها رجس ائتنی بحجر و رجاله ثقات اثبات وقد تابع معمراً علیه ابو شیبة الواسطی اخرجه الدار قطنی و تابعهما عمار بن زریق احد الثقات عن ابی اسحاق قلت لم یغفل الطحاوی عن ذالك و انما الذی نسبه الی الغفلة هو الغافل و کیف یغفل عن ذالك وقد ثبت عنده عدم سماع ابی اسحاق عن علقمة فالحدیث عنده منقطع والمحدث لا یریٰ العمل به و ابو شیبة الواسطی ضعیف فلا یعتبر بمتابعته فالذی یدعی صنعة الحدیث کیف یرضی بهذا الکلام ؟

(عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری۔ ج۲ ص: ۴۶۳۔ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

بعض لوگوں (حافظ ابن حجر رحمہ اللہ) نے کہا امام طحاوی نے اس حدیث سے (استنجاء کیلئے) تین پتھروں کے شرط نہ ہونے پر استدلال کیا۔ اور (طحاوی نے) کہا اس لئے کہ اگر تین شرط ہوتے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام (حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ) سے ضرور تیسرا پتھر طلب فرماتے طحاوی نے ایسے ہی کہا ہے اور وہ اس حدیث سے غافل ہوئے جسے امام احمد نے اپنی سند میں معمر از ابواسحاق از علقمہ از ابن مسعود کے طریق سے اسی حدیث میں یہ بھی روایت کیا کہ آپ نے وہ گوبر پھینک دی اور فرمایا یہ پلید ہے میرے لئے پتھر (ڈھیلا) لاؤ اور اس حدیث کی سند کے سارے راوی ثقہ اور ثبت ہیں۔ اس پر ابوشیبہ واسطی نے معمر کی متابعت بھی کی ہے جسے دارقطنی نے روایت کیا ہے۔ اور ان دونوں کی ایک ثقہ راوی عمار بن زریق نے از ابواسحاق متابعت کی ہے۔ میں (علامہ عینی رحمہ اللہ) کہتا ہوں: ''طحاوی رحمہ اللہ'' اس حدیث سے غافل نہیں ہیں بلکہ جس نے ''طحاوی رحمہ اللہ'' کی طرف غفلت کی نسبت کی ہے وہ خود غافل ہے؟

اور طحاوی رحمہ اللہ اس حدیث سے کیسے غافل ہو سکتے ہیں
حالانکہ طحاوی رحمہ اللہ کے نزدیک ابو اسحاق کا علقمہ سے
سماع ہی ثابت نہیں ہے۔ لہٰذا طحاوی رحمہ اللہ کے نزدیک
یہ حدیث منقطع ہے۔ اور محدث آدمی حدیث منقطع قابل عمل
نہیں سمجھتا، نیز ابو شیبہ واسطی ضعیف ہیں لہٰذا ان کی متابعت کا
کوئی اعتبار نہیں ہے۔ (جب اس حدیث کی صورت حال یہ
ہے) تو وہ شخص جو حدیث میں مہارت کا دعویدار ہے (حافظ
ابن حجر رحمہ اللہ پر تعریض ہے) وہ اس کلام پر کیسے راضی ہو سکتا
ہے؟

اس کے بعد آگے چل کر لکھتے ہیں:

ثم قال هذا القائل واستدلال الطحاوی ایضاً
فیه نظر لاحتمال ان یکون اکتفی بالامر
الاول فی طلب الثلاثة فلم یجدد الامر بطلب
الثالث او اکتفی بطرف احدهما عن الثالث
لان المقصود بالثلاثة ان یمسح بها ثلاث
مسحات وذلك حاصل ولو بواحد والدلیل
علی صحته انه لو مسح بطرف واحد ثم رماه
ثم جاء شخص آخر فمسح بطرفه الآخر
لاجزأهما بلا خلاف قلت :نظره مردود علیه
لان الطحاوی استدل بصریح النص لما ذهب
الیه وبالاحتمال البعید کیف یدفع هذا ؟
وقوله لان المقصود بالثلاثة ان یمسح بها
ثلاث مسحات ینافیه اشتراطهم العدد فی
الاحجار لانهم مستدلون بظاهر قوله "ولا
یستنج احدکم باقل من ثلاثة احجار" وقوله
وذلك حاصل ولو بواحد مخالف لصریح
الحدیث فهل رأیت من یرد بمخالفة ظاهر
حدیثه الذی یحتج به علی من یحتج بظاهر

پھر اس قائل (حافظ ابن حجر رحمہ اللہ) نے کہا طحاوی رحمہ اللہ
کے استدلال میں بھی نظر ہے۔ کیونکہ احتمال ہے کہ آپ
صلی اللہ علیہ وسلم نے تین ڈھیلے طلب کرنے میں پہلے حکم پر ہی اکتفاء کر
لیا ہو، اور تیسرے ڈھیلے کو طلب کرنے کے لئے نیا حکم نہ دیا
ہو، یا تیسرے ڈھیلے کی جگہ ان پہلے دو ڈھیلوں میں سے کسی
کے دوسرے کنارے پر اکتفاء کر لیا ہو، کیونکہ تین پتھروں
سے مقصود ہے ان سے تین مرتبہ محل صاف کرنا (استنجاء کرنا)
اور یہ حاصل ہے اگرچہ ایک پتھر کے ساتھ ہو اور اس احتمال
کی صحت پر دلیل یہ ہے کہ اگر کوئی شخص ڈھیلے کے ایک
کنارے سے استنجاء کرے پھر اسے پھینک دے کوئی دوسرا
شخص اسے اٹھا کر اس کے دوسرے کنارے سے استنجاء
کرے تو بلا اختلاف یہ دونوں کو کفایت کر جائے گا۔ میں
(علامہ عینی رحمہ اللہ) کہتا ہوں ان کی (حافظ ابن حجر رحمہ
اللہ) نظر ان کا اپنا رد کر رہی ہے کیونکہ طحاوی رحمہ اللہ نے
اپنے مذہب کے لئے صریح نص سے استدلال کیا ہے اور
ایک دور کے احتمال سے کوئی اس نص کو کیسے ٹال سکتا ہے؟

الحديث بطريق الاستدلال الصحيح؟ وهل هذا الا مكابرة وتعنت؟ عصمنا الله من ذلك ومن امعن النظر في احاديث الباب ودقق ذهنه في معانيها علم وتحقق ان الحديث حجة عليهم

(عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری ج ۲ ص۴۶۳۔۴۶۴ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیرات لبنان)

(فتح الباری شرح صحیح بخاری ج:۱ ص:۴۴۳ مطبوعہ دارطیبہ الریاض سعودی عرب)

''ان کا (حافظ ابن حجر رحمہ اللہ) یہ کہنا کہ تین پتھروں سے مقصود ہے ان سے تین مرتبہ محل کو صاف کرنا (استنجاء کرنا)'' شوافع کا ڈھیلوں میں عدد شرط لگانا اس قول کے منافی ہے کیونکہ شوافع حضور ﷺ کے قول مبارک ''تم میں سے کوئی شخص تین پتھروں سے کم کے ساتھ استنجاء نہ کرے'' کے ظاہر سے استدلال کرتے ہیں اور ان کا یہ کہنا'' کہ یہ حاصل ہو جاتا ہے اگرچہ ایک ڈھیلے کے ساتھ ہو''۔ یہ قول صریح حدیث کے مخالف ہے۔ اے مخاطب! کیا تم نے کبھی ایسا شخص دیکھا ہے جو اپنی مستدل حدیث کے ظاہر کی مخالفت کر کے ان لوگوں کا رد کرے جو صحیح استدلال کے طریق کے ساتھ حدیث کے ظاہر سے استدلال کریں؟ یہ محض ہٹ دھرمی نہیں تو اور کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ ہمیں اس سے محفوظ فرمائے۔ جو شخص اس باب کی احادیث میں بغور نظر کرے اور ان کے معانی میں اپنے ذہن کو دقت کے ساتھ استعمال کرے اسے اس بات کا یقین اور علم ہو جائے گا کہ حدیث (مکمل طور پر) ان (شوافع اور خود حافظ ابن حجر رحمہ اللہ) کے خلاف حجت ہے۔

شیخ ابن حزم اور امام بیہقی پر رد:

ایک مقام پر امام طحاوی رحمہ اللہ کی سند حدیث ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں۔

فان قلت قال ابو عمر وبن حزم والبيهقي ليس اسناده بالقائم فيه مجهولان يعني حصيناً الحمراني و ابا سعيد الخير قلت: هذا كلام ساقط لان ابا زرعة الدمشقي قال في حصين هذا شيخ معروف وقال يعقوب بن سفيان في تاريخه لا اعلم فيه الا خيراً وقال ابو حاتم الرازي شيخ و ذكره ابن حبان في الثقات واما ابو سعيد الخير فقد قال ابو داود و يعقوب بن سفيان والعسكري وابن بنت منيع في اخرين انه من الصحابة و سماه عامراً و سماه البغوي عمروا و سماه صاحب التهذيب زياداً و سماه البخاري سعداً

(عمدۃ القاری۔ج ۲ ص:۴۵۶۔۴۵۷ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیرات لبنان)

اگر تم یہ اعتراض کرو کہ ابو عمر بن حزم اور بیہقی نے کہا اس حدیث کی سند ٹھیک نہیں ہے۔ کیونکہ اس میں دو مجہول راوی ہیں۔ یعنی حصین حمرانی اور ابو سعید الخیر۔ میں کہتا ہوں (علامہ عینی رحمہ اللہ) یہ گفتگو ساقط اور کمزور ہے کیونکہ ابو زرعہ دمشقی نے حصین کے بارے میں کہا یہ معروف شیخ ہیں۔ یعقوب بن سفیان نے اپنی تاریخ میں کہا میں ان کے بارے میں صرف اچھائی جانتا ہوں۔ ابو حاتم رازی نے کہا یہ شیخ ہیں۔ اور ابن حبان نے ''کتاب الثقات'' میں ان کا ذکر کیا ہے۔ اور جہاں تک ابو سعید الخیر کا تعلق ہے تو ابو داود، یعقوب بن سفیان، عسکری اور ابن بنت منیع اور کئی ائمہ نے کہا یہ صحابی ہیں اور ان کا نام عامر بتایا ہے۔ امام بغوی رحمہ اللہ نے ان کا نام عمرو بتایا ہے۔ صاحب التھذیب رحمہ اللہ نے ان کا نام زیاد جبکہ امام بخاری رحمہ اللہ نے ان کا نام سعد بتایا ہے۔

شیخ ابن حزم پر ایک اور رد:

علامہ عینی رحمہ اللہ ایک مقام پر لکھتے ہیں:

فان قلت قال ابن حزم هذا حديث ضعيف لانه رواه ابان بن صالح وليس هو المشهور قلت هذا مردود بتصحيح البخاري وغيره وقال يحيىٰ بن معين و ابو زرعة و ابو حاتم و يعقوب بن شيبة والعجلى ابان بن صالح ثقة وقال النسائى كان حاكماً بالمدينة وليس به بأس فاى شهرة ارفع من هذا۔

(عمدۃ القاری ۔ ج:۲ ۔ ص: ۴۲۳ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان)

اور اگر تم یہ اعتراض کرو کہ شیخ ابن حزم نے کہا یہ حدیث ضعیف ہے کیونکہ اس حدیث کو ابان بن صالح نے روایت کیا ہے اور وہ مشہور نہیں ہے میں (علامہ عینی رحمہ اللہ) کہتا ہوں امام بخاری وغیرہ ائمہ کے اس حدیث کو صحیح قرار دینے کی وجہ سے ابن حزم کی یہ تضعیف مردود ہے یحیٰی بن معین ، ابو زرعہ، ابو حاتم، یعقوب بن شیبہ اور عجلی رحمہم اللہ نے کہا ابان بن صالح ثقہ راوی ہیں امام نسائی رحمہ اللہ نے کہا یہ مدینہ منورہ میں حاکم رہے ہیں اور ان (کی حدیث) میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اس سے بڑھ کر اور کیا شہرت ہو سکتی ہے؟

مؤرخ کبیر شیخ ابن یونس مصری پر رد:

علامہ عینی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

قال عبد الله بن حارث بن جزء انا اول من سمع النبی ﷺ يقول لا يبولن احد كم مستقبل القبلة وانا اول من حدث بذالك. قال ابن يونس فى تاريخه و هو حديث معلول قلت لا التفات الى قوله هذا فان ابن حبان قد صححه۔

(عمدۃ القاری ۔ ج ۲ ۔ ص: ۴۲۲ مطبوعہ درالکتب العلمیہ بیروت لبنان)

عبداللہ بن حارث بن جزء نے نبی اکرم ﷺ کا یہ قول کہ تم میں سے کوئی قبلہ رخ ہو کر پیشاب نہ کرے سب سے پہلے میں نے سنا اور سب سے پہلے میں نے بیان کیا ہے ۔شیخ ابن یونس نے اپنے تاریخ میں کہا یہ حدیث معلول ہے۔ میں (علامہ عینی رحمہ اللہ) کہتا ہوں ان کے اس قول کی طرف کوئی توجہ نہ کی جائے کیونکہ ابن حبان نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

شارح بخاری شیخ ابن بطال پر رد:

علامہ عینی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

و قال ابن بطال وهو رد على ابى حنيفة فى قوله ان الامام اذا صلى مع رجل واحد انه يقوم خلفه لا عن يمينه وهو مخالف لفعل الشارع قلت هذا باطل و ليس هو مذهب ابى حنيفة وابن بطال جازف فى كلامه وقد قال صاحب الهداية ومن صلى مع واحد اقامه عن يمينه لحديث ابن عباس رضى الله عنهما فانه عليه الصلوٰة والسلام صلى به و اقامه عن يمينه ولا يتأخر عن الامام و ان صلى خلفه او فى يساره جاز وهو مسئى لانه خلاف السنة هذا هو مذهب ابى حنيفة فكيف شنع عليه ابن بطال مع اساءة الادب على الامام

(عمدۃ القاری۔ ج ۲ ص ۳۹۰ مطبوعہ دارلکتب العلمیہ بیروت لبنان)

شیخ ابن بطال نے کہا یہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ پر ان کے اس قول پر رد ہے کہ امام اگر ایک شخص کو نماز پڑھائے تو وہ شخص اس امام کے پیچھے کھڑا ہو نہ کہ دائیں جانب ان کا یہ قول شارع علیہ السلام کے فعل کے مخالف ہے۔ میں (علامہ عینی رحمہ اللہ) کہتا ہوں یہ باطل ہے۔ اور یہ امام ابو حنیفہ کا مذہب نہیں ہے ابن بطال اپنی اس گفتگو میں اٹکل پچو لگا رہے ہیں۔ حالانکہ صاحب ہدایہ نے کہا جو شخص ایک شخص کو نماز پڑھائے تو اس کو اپنی دائیں جانب کھڑا کرے کیونکہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے انہیں نماز پڑھائی اور انہیں اپنی دائیں جانب کھڑا کیا اور وہ مقتدی امام کے پیچھے کھڑا نہ ہو اور اگر اس نے امام کے پیچھے یا بائیں جانب کھڑے ہو کر نماز پڑھی تو جائز ہے۔ لیکن خلاف ادب ہے کیونکہ یہ طریقہ سنت مطہرہ کے خلاف ہے۔ یہ ہے امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کا مذہب، تو شیخ ابن بطال نے ان پر کیسے تشنیع کردی اور ساتھ بہت بڑے امام کی بے ادبی کر دی۔

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ پر ایک اور ردِ شدید:

علامہ عینی رحمہ اللہ لکھتے ہیں۔

اما اغتسال الرجال والنساء من اناء واحد فقد نقل الطحاوي والقرطبي والنووي الاتفاق على جواز ذالك و قال بعضهم فيه نظر لما حكاه ابن المنذر عن ابی هريرة انه كان ينهى عنه و كذا حكاه ابن عبدالبر عن قوم قلت في نظره نظر لانهم قالوا بالاتفاق دون الاجماع فهذا القائل لم يعرف الفرق بين الاتفاق والاجماع على انه روى جواز ذالك عن تسعة من الصحابة رضى الله عنهم وهم على ابن طالب و ابن عباس و جابر و انس و ابو هريرة و عائشة و ام سلمة وام هانى و ميمونة رضى الله عنهم اجمعين۔

(عمدۃ القاری۔ ج۔۳۔ص۱۲۶ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان)

اور جہاں تک مرد اور عورتوں کا ایک برتن سے غسل کرنے کا تعلق ہے تو طحاوی، قرطبی اور نووی رحمہم اللہ نے اس کے جواز پر اتفاق نقل کیا ہے۔ اور بعض (حافظ ابن حجر رحمہ اللہ) لوگوں نے کہا اس میں نظر ہے۔ کیونکہ ابن منذر نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے حکایت کیا ہے کہ "آپ اس سے منع کرتے تھے" اور اسی طرح ابن عبدالبر نے ایک قوم (علماء) سے یہی نقل کیا ہے۔ میں (علامہ عینی رحمہ اللہ) کہتا ہوں ان کی اس "نظر" میں "نظر" ہے، کیونکہ انہوں (طحاوی، قرطبی، نووی رحمہم اللہ) نے اتفاق کہا ہے اجماع نہیں کہا۔ اور یہ قائل (حافظ ابن حجر رحمہ اللہ) اتفاق اور اجماع کے درمیان فرق نہیں پہچانتے، باوجودیکہ اس چیز (یعنی ایک ہی برتن سے مرد اور عورت کا غسل کرنے) کا جواز نو (۹) صحابہ کرام علیہم رضوان سے مروی ہے۔ اور وہ یہ ہیں: حضرت علی بن ابو طالب، حضرت ابن عباس، حضرت جابر، حضرت انس، حضرت ابو ہریرہ، حضرت عائشہ، حضرت ام سلمہ، حضرت ام ھانی اور حضرت میمونہ رضی اللہ عنہم وعنھن اجمعین۔

اس کے بعد علامہ عینی رحمہ اللہ نے ان نو (۹) صحابہ کرام علیہم الرضوان میں سے ہر ایک کی حدیث بمع تخریج اور بمع تحقیق وتصحیح نقل فرمائی ہے۔ "فانظر عمدۃ القاری"۔

میں کہتا ہوں یہ سب مثالیں بطور نمونہ ہم نے ذکر کی ہیں، اگر ہم سب کا احاطہ کرنا شروع کردیں تو یہ مشکل ہے، کیونکہ اس کے لئے کئی دفاتر درکار ہیں۔ "فلذا ضربنا عنه صفحاً لكي لا تطول هذه الرسالة"۔

نیز اس کتاب میں کئی علماء متقدمین ومعاصرین پر رد کیا گیا ہے۔

مثلاً امام ترمذی، امام دارقطنی، حاکم صاحب "مستدرک"، ابن القطان فاسی وغیرہم رحمہم اللہ۔ بالخصوص شیخ الاسلام حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ پر رد کیا گیا ہے۔ اور متاخرین علماء میں سے ایک عالم نے ان دونوں (عمدۃ القاری، فتح الباری) کتب میں ایک دوسرے پر کئے جانے والے اعتراضات کا محاکمہ کیا ہے۔ اس کتاب کا نام ہے:

"مبتكرات اللالی والدرر فی المحاكمة بين العينی وابن حجر" والله اعلم

”علامہ عینی اور عمدۃ القاری“

ہم اس عنوان کے تحت ''عمدۃ القاری شریف'' میں بیان کردہ تمام مباحث کا اجمالی طور پر خاکہ پیش کرنا چاہتے ہیں۔ یادر ہے علامہ عینی رحمہ اللہ نے کوئی دینی فن ایسا نہیں چھوڑا جس پر اس کتاب میں بحث نہ کی ہو۔ ان تمام فنون کا احصاء ناممکن ہے۔ اس لئے ہم چند فنون اور ان کے حوالہ سے مباحث کا اجمالی ذکر کیے دیتے ہیں۔

۱۔ تفسیر۔

۲۔ حدیث نبوی ﷺ۔

۳۔ علم الرجال۔

۴۔ تاریخ وسیر۔

۵۔ لغت۔

۶۔ نحو۔

۷۔ فقہ، اصول فقہ۔

تفسیر پر بحث نہایت وسیع وعریض موضوع ہے۔ ہم حدیث سے آغاز کرتے ہیں۔

''علوم الحدیث''

اس میں ان چیزوں کا بیان ''عمدۃ القاری'' میں کیا گیا ہے۔

۱۔ ''طرق تحمل حدیث'' میں امام بخاری رحمہ اللہ کے منہج کا بیان۔

۲۔ ''طرق اداءِ حدیث'' میں امام بخاری رحمہ اللہ کے منہج کا بیان۔

۳۔ ''سلسلہ سند'' کی شرح۔

۴۔ ''سند کے مشکل مقام'' کی وضاحت۔

۵۔ ''عالی اور نازل اسانید'' کا بیان۔

۶۔ ''راویانِ حدیث کے ناموں'' کا ضبط۔

۷۔ ''راویوں کی کنیتوں'' کا بیان ۔

۸۔ ''راویوں کے القاب'' کا بیان۔

۹۔ ''راویوں کے انساب'' کا بیان۔

۱۰۔ ''متفق'' اور ''مفترق'' کا بیان۔

۱۱۔ ''مؤتلف اور مختلف'' کا بیان۔

۱۲'' ۔مبھمات'' کا بیان۔

۱۳۔ ''اسماءِ مفردہ'' کا بیان۔

۱۴۔ ''راویوں کی تاریخوں'' کا بیان۔

۱۵۔ ''راویوں کے طبقات'' کا بیان۔

۱۶۔ ''صحیح بخاری کے تراجم اور ان کی مناسبات'' کا بیان۔

۱۷۔ سر دست باب میں ''اعتراضات ومناقشات'' کا بیان۔

۱۸۔ ''مشکل تراجم بخاری'' کی توضیح۔

۱۹۔ بعض تراجم میں ''امام بخاری رحمہ اللہ پر تعقبات''۔

۲۰۔ ''حدیث کی قرآن کریم سے تفسیر''۔

۲۱۔ ''حدیث کی حدیث سے تفسیر''۔

۲۲۔ ''متن میں آنے والے اسماء'' کا بیان۔

۲۳۔ ''فقہی احکام اور عملی فوائد کا استنباط''۔

۲۴۔ ''الفاظ حدیث سے ہٹ کر معانی دقیقہ اور ''دلالات خفیہ'' پر آگاہی''۔

۲۵۔ ''مختلف الحدیث'' اور اس بارے میں صحیح بخاری میں موجود ''مختلف الحدیث سے متعلق موقف''۔

۲۶۔ ''ابواب کی احادیث'' کی تخریج۔

۲۷۔ صحیح بخاری ہی میں موجود ''احادیث کی تخریج''۔

۲۸۔ دیگر کتب حدیث سے احادیث بخاری کی تخریج۔

۲۹۔ ''متابعات'' میں امام بخاری کی عبارات کی توضیح۔

۳۰۔ ''متابعات کے راویوں کے احوال'' کا بیان۔

۳۱۔ ''متابعات'' کی تخریج۔

۳۲۔ صحیح بخاری میں موجود ''معلق احادیث کی تخریج''۔

۳۳۔ ''تعلیق'' کے صیغوں کا بیان۔

۳۴۔ امام بخاری رحمہ اللہ کے ''حدیث معلق'' ذکر کرنے کے اسباب اور وجوہ۔

۳۵۔ ''معلقات کی روایت'' کے فوائد۔

۳۶۔ ''معلقات کے اتصال'' کا بیان۔

۳۷۔ صحیح بخاری کی ''منتقدہ احادیث'' کا مدلل جواب۔

۳۸۔ ''مدلس بالعنعنہ'' کی روایت کا جواب۔

۳۹۔ ''سند میں انقطاع'' کا جواب۔

۴۰۔ ''تعلیل بالمخالفۃ'' کا جواب۔

۴۱۔ ''مخالفۃ فی السند'' کا جواب۔

۴۲۔ ''متن کے سیاق میں مخالفۃ'' کا جواب۔

۴۳۔ ''اتصال وانقطاع'' کے اعتبار سے اسانید احوال کا ذکر۔

۴۴۔ ان احادیث کی تصحیح جن کی اسناد کو ''انقطاع کے ذریعے معلول'' قرار دیا گیا۔

۴۵۔ ''جرح وتعدیل'' کے اعتبار سے راویوں کے احوال۔

۴۶۔ان احادیث کی تقویت جن کوراویوں کے ''ضعف'' کے ذریعے ''معلول'' قرار دیا گیا۔

۴۷۔احادیث پرحکم لگانے میں ''ائمہ متقدمین کی تحقیقات'' سے استعانت۔

۴۸۔بعض محدثین پرشدیدرد۔

''لغت کا بیان''

۴۹۔ہرکلمہ کا ضبط۔

۵۰۔ہرکلمہ کی نوع (اسم،فعل،حرف) کا بیان۔

۵۱۔''دلالت لفظ'' کی تفسیر۔

۵۲۔''تفسیر بالمغایرۃ''

۵۳۔''تفسیر بالترجمۃ''

۵۴۔''تفسیر بالسیاق''

۵۵۔لفظ کے ''معنی کی تفسیر'' میں علماء کے اقوال سے استعانت۔

۵۶۔''دلالۃ اصلیہ'' کا بیان۔

۵۷۔''دلالۃ وضعیہ'' کی تحدید۔

۵۸۔کلمات کی ''تفسیر اشتقاقی'' (وجہ تسمیہ)۔

۵۹۔''تاصیل ودخیل'' کا بیان۔

۶۰۔ لفظ کی ''عام دلالت'' کا بیان۔

۶۱۔لفظ کی ''خاص دلالت'' کا بیان۔

۶۲۔''اشتقاق اصغر''

۶۳۔''اشتقاق کبیر''

۶۴۔''مشترک لفظی''

۶۵۔''کلمات اضداد''

۶۶۔''کلمات مترادفہ''

۶۷۔''تذکیروتانیث''

''نحو کا بیان''

۶۸۔مکمل ''ترکیب حدیث'' (غالباً)۔

۶۹۔''حروف معانی'' اور ''ادوات معانی'' میں ''آراء اور اختیارات'' مثلاً ۔
(ھمزہ استفھام ،اذ،اذا، اذن،الیٰ،ام ،اما ،ان ،انما ،اَن،ای،بلیٰ، ثم، فاء،فی،کاف،لام،لو،من،
مع،ما،ھل،واو،وغیرہ)

۷۰۔بعض قضایا نحویہ میں آراء اور اختیارات۔
مثلاً (استثناء،افعال مدح وذم،افعال مقاربہ،تحذیر،جار مجرور،حال،شرط وجزا،شرط کا ماضی اور جزا کا مضارع آنا،
عطف،لازم ومتعدی،مبتدا وخبر)

۷۱۔''بیان اعراب'' میں خود توسیع۔

۷۲۔''فن نحو'' میں اپنا موقف۔

۷۳۔''سماع عرب'' کی طرف میلان ورجحان۔

۷۴۔اپنا نحوی مذہب۔

''فن صرف''

۷۵۔''تحلیل صرفی'' میں خوب توسیع۔

۷۶۔''کلمہ کی متعدد صورتوں'' کا ذکر۔

۷۷۔ ’’کلمہ کے وزن‘‘ کا بیان۔

۷۸۔ ’’فن صرف‘‘ میں اپنا موقف۔

اوران کے علاوہ بے شمار مباحث ہیں۔

مثلاً ’’بلاغت وفصاحت‘‘ کا مدلل اور محقق بیان۔ ’’فقہ اور اصول فقہ‘‘ میں متقدمین ومعاصرین پر رد، اور اپنے مختار مذہب وغیرہ کا بیان ہے۔ہم ان تفاصیل میں اب نہیں جانا چاہتے۔ کیونکہ تفاصیل طویل نہیں اطول ہیں۔جس کا دل چاہے وہ خود کتاب ہذا (عمدة القاری شرح صحیح البخاری) کا مطالعہ کرلے۔ہم نے جتنا ذکر کیا ہے عقلمند کے لئے اتنا ہی کافی ہے۔لیکن یہ ضرور عرض کریں گے کہ، مخالفین ایک مرتبہ بنظر انصاف اس شرح کا ضرور مطالعہ کریں۔تا کہ احقاق حق اور ابطال باطل ہوجائے۔ میں کہنا یہ چاہتا ہوں کہ ایک صاحب کی یہ ’’عادت قبیحہ‘‘ ہے کہ وہ اپنے ایک ’’ماہ نامہ‘‘ میں اکثر طور پر ہمارے ممدوح شیخ الاسلام حافظ المسلمین بدرالدین عینی رحمہ اللہ پر کیچڑ اچھالتے ہیں۔اگرچہ:

البحر لا یکدرہ وقوع الذباب : و لا ینجسه ولوغ الکلاب

یہ شعر بھی ان پر مکمل طور پر فٹ آتا ہے، اس کے علاوہ میں (راقم الحروف) نے ایک مرتبہ انہیں فون کیا اور پوچھا: ’’امام طبرانی رحمہ اللہ اور امام بزار صاحب ’’مسند بزار‘‘ اول الذکر اپنی کتاب ’’المعجم الاوسط‘‘ اور ثانی الذکر اپنی ’’مسند‘‘ میں اکثر طور پر کہتے ہیں ’’تفرد بہ فلان عن فلان ‘‘ اس کا کیا مطلب ہے؟ بخدا! حضرت نے فرمایا: ’’دیکھوں گا میرے علم میں نہیں ہے‘‘۔

میں کہتا ہوں یہ چیز تو ’’ادنیٰ طالب حدیث‘‘ بھی جانتا ہے، مگر تعجب ہے کہ اہل حدیث اس عبارت کے مفہوم سے کیسے جاہل ہے؟

بعداز تمہید:

عرض یہ ہے کہ اس ’’متشیخ صاحب‘‘ کا اپنے رسالہ میں علامہ عینی رحمہ اللہ کے متعلق نازیبا کلمات جابجا استعمال کرنا میں اپنی زبان پر وہ کلمات نہیں لانا چاہتا جو یہ استعمال کرتے ہیں۔ یہ کلمات لکھنے سے پہلے انہیں سوچنا چاہئے تھا

کہ میں کس شخصیت کے بارے میں کیا لکھ رہا ہوں؟ دو تین کتابیں دیکھ لینے سے انسان عالم نہیں بن جاتا اور دوسری بات یہ ہے کہ عالم میں تو تواضع، عاجزی اور انکساری ہوتی ہے۔اس بحث کے آخر میں صرف اتنا عرض کر دیتا ہوں کہ تیس (۳۰) صفحات کا اردو رسالہ لکھنے والا ناقل، سینکڑوں ضخیم جلدوں میں تصانیف لکھنے والے ’’عظیم محدث‘‘ اور ’’محقق ‘‘ کا مقابلہ ہرگز نہیں کرسکتا، یہ تو چراغ بے نور کو آفتاب نصف النہار کے ساتھ مشابہت دینے والی بات ہے۔یاد رہے! ہمارا مقصد کسی پر طنز کرنا نہیں بلکہ محض توجہ دلانا مقصود ہے۔اور ہدایت اللہ تعالیٰ کے دست قدرت میں ہے۔

اب ہم بطور مثال ’’عمدة القاری شرح صحیح البخاری‘‘ کی ایک حدیث مبارک کی شرح کا ترجمہ بمع عربی متن ذکر کر دیتے ہیں تا کہ احقاق حق اور ابطال باطل ہوجائے۔

شیخ الاسلام حافظ بدرالدین عینی رحمہ اللہ قمطراز ہیں:

باب اُمورالایمان

وقول اللہ تعالیٰ

لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِى الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَالسَّآئِلِيْنَ وَفِى الرِّقَابِ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا وَالصّٰبِرِيْنَ فِى الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَحِيْنَ الْبَاْسِ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ (پ۲، البقرة:۱۷۷)

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ (پ۱۸، المؤمنون:۱)

ای هذا باب فی بیا ن امو ر الایمان فیکو ن ارتفا ع باب علی انه خبر مبتدأ محذوف والمراد بالامو ر هی الایما ن لان الاعما ل عند ه هی الایما ن فعلی هذا الاضا فة فیه بیانیة ویجو ز ان یکو ن التقدیر باب الامو ر التی للایما ن فی تحقیق حقیقته و تکمیل ذاته فعلی هذا الاضا فة بمعنی اللام و فی روا یة الکشمیهنی باب امر الایما ن بالافرا د علی ارا دة الجنس و قا ل ابن بطا ل التصدیق اول منا زل

الايمان والاستكمال انما هو بهذه الامور و اراد البخارى الاستكمال و لهذا بوب ابوابه عليه فقال باب امور الايمان و باب الجهاد من الايمان و باب الصلوة من الايمان و باب الزكوة من الايمان و اراد بهذه الابواب كلها الرد على المرجئة القائلين بان الايمان قول بلا عمل و تبين غلطهم و مخالفتهم الكتاب و السنه و قال المازرى اختلف الناس فيمن عصى الله من اهل الشهادتين فقالت المرجئة لا تضر المعصية مع الايمان وقالت الخوارج تضره بها ويكفر بها و قالت المعتزلة يخلد بها فاعل الكبيرةولايوصف بانه مؤمن ولا كافر لكن يوصف بانه فاسق و قالت الاشعرية بل هو مؤمن و ان عذب ولا بد من دخوله الجنة قوله وقول الله تعالى عز و جل بالجر عطف على الامور فان قلت ما المناسبة بين هذه الآية والتبويب ؟ قلت لان الآية حصرت المتقين على اصحاب هذه الصفات والاعمال فعلم منها ان الايمان الذى به الفلاح والنجاة الايمان الذى فيه هذه الاعمال المذكورة و كذالك الآية الاخرى وهى قوله قد افلح المؤمنون الذين هم فى صلاتهم خاشعون والذين هم عن اللغو معرضون والذين هم للزكوة فاعلون والذين هم لفروجهم حافظون الا على ازواجهم او ما ملكت ايمانهم فان هم غير ملومين فمن ابتغى وراء ذالك فأولئك هم العادون و ذكر الاخرى فى كتاب الشريعة من حديث المسعودى عن القاسم عن ابى ذر رضى الله عنه ان رجلا سأله عن الايمان فقرا عليه ليس البر الآية فقال رجل ليس عن البر سألتك فقال ابو ذر جاء رجل الى النبى ﷺ فسأله كما سألتنى فقرأ عليه كما قرأت عليك فابى ان يرضى كما ابيت ان ترضى فقال ادن منى فدنا منه فقال المؤمن الذى يعمل حسنة فتسره و يرجوثوابها و ان عمل سيئة تسوؤه و يخاف عاقبتها قوله ليس البر اى ليس البر كله ان تصلوا ولا تعملوا غير ذلك ولكن البر بر من آمن بالله الآية كذا قدره سيبويه وقال الزجاج ولكن ذا البر فحذف المضاف كقوله هم درجات عند الله اى ذوو درجات وما قدره سيبويه اولى لان المنفى هو البر فيكون هو المستدرك من جنسه و قال الزمخشرى رحمه الله البر اسم للخير ولكل فعل مرضى و فى الغريبين البر الاتساع فى الاحسان والزيادة منه وقال السدى

لن تنالوا البر حتى تنفقوا يعنى الجنة والبر ايضا الصلة وهو اسم جامع للخير كله و فى الجامع والجمهرة البر ضد العقوق و فى مثلث ابن السيد الاكرام كذا نقله عنه فى الواعى وذكرابن عديس عنه البر بالكسر الخير وقال الزمخشرى الخطاب لاهل الكتاب لان اليهود تصلى قبل المغرب الى بيت المقدس والنصارى قبل المشرق و ذلك انهم اكثروالخوض فى امر القبلة حين تحول رسول الله ﷺ الى الكعبة وزعم كل واحد من الفريقين ان البر التوجه الى قبلته فرد عليهم وقرأ [ليس البر]بالنصب على انه خبر مقدم وقرأ عبد الله [بأن تولوا]على ادخال الباء على الخبر للتاكيد-و عن المبرد :لو كنت ممن يقرأالقرآن لقرأت [ولكن البر]بفتح الباء وقرىء ولكن البار ،وقرأ ابن عامر و نافع ولكن البر بالتخفيف [والكتاب]جنس كتاب الله تعالى او القرآن [على حبه] مع حب المال والشح به، وقيل على حب الله، وقيل :على حب الايتاء وقدم ذوى القربى لانهم احق ،والمراد الفقراء منهم لعدم الالتباس [والمسكين]الدائم السكون الى الناس لانه لا شىء له كالمسكير :الدائم السكر-[وابن السبيل]المسافر المنقطع ،وجعل ابناً للسبيل لملازمته له كما يقال للص القاطع :ابن الطريق، وقيل : هو الضيف لان السبيل ترعف به [والسائلين]المستطعمين [وفى الرقاب]و فى معاونة المكاتبين حتى يفكوا رقابهم وقيل فى ابتياع الرقاب واعتاقها وقيل فى فك الاسارى والموفون عطف على من آمن واخرج الصابرين منصوبا على الاختصاص والمدح اظهاراً لفضل الصبر فى الشدائد ومواطن القتال على سائر الاعمال وقرىء والصابرون وقرىء والموفين و الصابرين [والبأساء] الفقر والشدة والضراء المرض والزمانة قوله [قد افلح المؤمنون] الاية هذه آية اخرى ذكر الآيتين لاشتمالهما على امورالايمان والباب مبوب عليها وانما لم يقل :وقول الله عزوجل [قد افلح المؤمنون] كما قال فى اول الآية الاولى وقول الله عز و جل[ليس البر]الخ لعدم الالتباس فى ذلك واكتفى ايضا بذكره فى الاولى وقال بعضهم ذكره بلا اداة عطف والحذف جائز والتقدير :وقول الله عزو جل [قد افلح المؤمنون] قلت الحذف غير جائز ولئن سلمنا فذاك فى باب الشعر وقال هذا

القائل ايضاً ويحتمل ان يكون تفسيراً لقوله :المتقون هم الموصوفون بقوله [قد افلح المؤمنون] الى آخرها قلت :لا يصح هذا ايضاً لان الله تعالى ذكر فى هذه الآية من وصفوا بالاوصاف المذكورة فيها ثم اشار اليهم بقوله [وأولئك هم المتقون] بين ان هؤلاء الموصوفين هم المتقون فاى شىء يحتاج بعد ذالك الى تفسير المتقين فى هذه الآية حتى يفسرهم بقوله [قد افلح] الخ وربما كان يمكن صحة هذه الدعوى لو كانت الآيتان متواليتين فبينهما آيات عديدة قبل سور كثيرة فكيف يكون هذا من باب التفسير و هذا الكلام مستبعد جداً قوله [الآية]يجوز فيها النصب على معنى اقرأ الآية والرفع على معنى الآيه بتمامها على انه مبتدأ محذوف الخبر قوله [افلح]اى دخل فى الفلاح، وهو فعل لازم والفلاح الظفر بالمراد و قيل البقاء فى الخير وقال الزمخشرى يقال :افلحه اجاره الى الفلاح وعليه قراءة طلحة بن مصرف افلح للبناء للمفعول و عنه افلحوا على اكلونى البراغيث، او على الابهام والتفسير :[والخشوع فى الصلاة]خشية القلب [واللغو]ما لا يعنيك من قول او فعل كاللعب والهزل و ما توجب المروءة الغاءه و اطراحه قوله [فاعلون] اى مؤدون وقال الزمخشرى فان قلت هلا قيل من ملكت قلت لانه اريد من جنس العقلاء ما يجرى مجرى غير العقلاء وهم الاناث

حدثنا عبد الله بن محمد قال حدثنا ابو عامر العقدى قال حدثنا سليمان بن بلال عن عبد الله بن دينار عن ابى صالح عن ابى هريره رضى الله عنه عن النبى ﷺ قال الايمان بضع و ستون شعبة والحياء شعبة من الايمان اه

قال الشيخ قطب الدين هذا متعلق بالباب الذى قبله وهو ان الايمان قول و عمل يزيد و ينقص وجه الدليل ان الشرع اطلق الايمان على اشياء كثيرة من الاعمال كما جاء فى الآيات والخبرين اللذين ذكرهما فى هذا الباب بخلاف قول المرجئة فى قولهم ان الايمان قول بلا عمل قلت لا يحتاج الى هذا الكلام و انما هذا الباب و الابواب التى بعده كلها متعلقة بالباب الاول مبينة ان الايمان قول و عمل يزيد و ينقص على ما لا يخفى

بيان رجاله:

وهم ستة الاول :ابو جعفر عبد الله بن محمد بن عبد الله بن جعفر بن اليمان بن اخنس بن خنيس الجعفى البخارى المسندى بضم الميم وفتح النون وهو ابن عم عبدالله بن سعيد بن جعفر بن اليمان واليمان هو مولى احد اجداد البخارى ولاء اسلام سمع وكيعا و خلقا وعنه الذهلى وغيره من الحفاظ مات سنة تسع و عشرين و مائتين انفرد البخارى به عن اصحاب الكتب السته وروى الترمذى عن البخارى عنه الثانى: ابو عامر عبد الملك بن عمرو بن القيس العقدى البصرى سمع مالكا و غيره و عنه احمد واتفق الحفاظ على جلالته و ثقته مات سنة خمس و قيل اربع و مائتين الثالث : ابو محمد او ابو ايوب سليمان بن بلال القرشى التيمى المدنى مولى آل الصديق سمع عبد الله بن دينار و جمعا من التابعين و عنه الاعلام كابن المبارك و غيره وقال محمد بن سعد كان بربريا جميلا حسن الهيئة عاقلا و كان يفتى بالبلد و ولى خراج المدينة و مات بها سنة اثنتين و سبعين ومائة و قال البخارى عن هارون بن محمد سنة سبع و سبعين ومائة و فى الرواة ايضاً عمرو بن دينار الحصمى ليس بالقوى وليس فى الكتب السته عمرو بن دينار غيرهما الخامس: ابو صالح ذكوان السمان الزيات المدنى كان يجلب السمن و الزيت الى الكوفة مولى جويرية بنت الاحمس الغطفانى و فى شرح قطب الدين انه مولى جويرية بنت الحارث امرأة من قيس سمع جمعا من الصحابة و خلقا من التابعين و عنه جمع من التابعين منهم عطاء وسمع الاعمش منه الف حديث وروى عنه ايضاً بنوه: عبد الله و سهيل و صالح واتفقوا على توثيقه مات بالمدينة سنة احدى و مائة و ابو صالح فى الرواة جماعة قد مضى ذكرهم فى الحديث الرابع من باب بدء الوحى السادس :ابو هريرة اختلف فى اسمه واسم ابيه على نحو ثلاثين قولاً واقربها عبد الله او عبد الرحمن بن صخر الدوسى وهو اول من كنى بهذه الكنية لهرة كان يلعب بها كناه النبى ﷺ بذالك وقيل والده وكان عريف اهل الصفة اسلم عا

م خيبر با لاتفا ق وشهد ها مع رسو ل الله ﷺ وقا ل ابن عبد البر لم يختلف في اسم احد في الجا هلية ولا في الاسلامي كالاختلاف فيه وروى انه قال كان يسمى في الجاهلية عبد شمس وسمى في الاسلام عبد الرحمن واسلم امه ميمو نة وقيل امية وقد اسلمت بدعا ء رسول الله ﷺ وقال ابو هريرة نشا ت يتيما و هاجرت مسكينا و كنت اجيرا لبسرة بنت غزوا ن بطعا م بطني فزوجنيها الله تعا لى فا لحمد لله الذى جعل الدين قواما وجعل اباهريرة اماما قال و كنت ارعى غنما و كان لى هرة صغيرة العب بها فكنو نى بها و قيل رآه النبي ﷺ في كمه هرة فقا ل يا ابا هريرةوهو اكثر الصحا به روا ية باجما ع روى له خمسة آلا ف حديث و ثلاث ما ئة و اربعة و سبعو ن حديثا اتفقا على ثلاث ما ئة وخمسة و عشرين، وانفرد البخا ري بثلاثة وتسعين ومسلم بمائةوتسعين روى عنه اكثر من ثمانمائة رجل من صاحب وتابع منهم ابن عباس و جا بر و انس وهو ازدى دوسى يما نى ثم مدنى كان ينزل بذى الحليفة بقرب المدينه لها بها دا ر تصدق بها على موا ليه ومن الروا ة عنه ابنه المحرر بحا ء مهمله ثم را ء مكررة ما ت با لمدينه سنة تسع وخمسين وقيل ثمان وقيل سبع و دفن با لبقيع وهو ابن ثما ن و سبعين سنة والذى يقوله النا س ان قبره بقرب عسقلا ن لااصل له فاجتنبه نعم هنا ك قبر خيسعة بن جندرة الصحا بى و ابو هريرة من الافرا د ليس في الصحا بة من اكتنى بهذه الكنية سواه وفي الرواة آخر اكتنى بهذه الكنية يروى عن مكحو ل و عنه ابو المليح الرقي لا يعرف۔و آخر اسمه محمد بن فرا ش الضبعي روى له الترمذى و ابن ما جة ما ت سنة خمس و اربعين وما ئتين وفي الشا فعية آخر اكتنى بهذه الكنية واسمه ثا بت بن شبل قا ل عبد الغفا ر في حقه شيخ فا ضل منا ظر۔

بیان الانساب:

الجعفي : في مذحج ينسب الى جعفي بن سعد العشيرةبن ما لك و ما لك هو جما ع مذحج والعقدى نسبة الى عقد بالعين المهملة والقاف المفتوحين، وهم قوم من قيس وهم بطن من لازد، كذا في التهذيب وتبعه النووى في شرحه وفي شرح قطب الدين ان العقد بطن من نخيلة و قيل من قيس بالولا ء قا ل ابوالشيخ الحا فظ انما سموا عقداً لانهم كا نو الئاما وقا ل الحا كم العقد مو لى الحارث بن عبا د بن ضبيعة بن قيس بن ثعلبتو قال صا حب العين :العقد قبيلة من اليمن من بنى عبد شمس بن سعد وقا ل الرشا طي العقدى في قيس بن ثعلبة و حكى ابو علي الغسا ني عن ابى عمر قا ل العقديون بطن من قيس والمسندى بضم الميم وسكو ن السين المهملة وفتح النو ن هو عبد الله بن محمد شيخ البخا رى سمي بذا لك لا نه كا ن يطلب المسندا ت و يرغب عن المرسل والمنقطعا ت قا ل صاحب الارشا د كا ن يتحرى المسا نيد من الاخبا ر وقال الحا كم ابو عبد الله عرف بذا لك لا نه اول من جمع مسند الصحا بة على الترا جم بما ورا ء النهر والتيمي في قبا ئل ففي قريش تيم بن مرة وفي الرباب تيم بن عبد منا ة بن ادبن طا بخة و في النمر بن قا سط تيم الله بن النمر بن قا سط و في شيبا ن بن ذهل تيم بن شيبا ن و في ربيعه بن نذار تيم الله بن ثعلبة وفي قضا عة تيم الله بن رفيدة و في ضبةتيم بن ذهل والعدوى نسبة الى عدى بن كعب وهو في قريش وفي الرباب عدى بن عبد منا ة و في خزا عة :عدى بن عمرو وفي الانصا ر عدى بطن بن النجا ر و في طيء عدى بن اخرم و في قضا عة عدى بن خباب والدوسى في الازد ينسب الى دوس بن عدنان بن عبد الله

بیان لطائف اسنادہ:

منها الاسنا د كلهم مدنيو ن الا العقدى فا نه بصرى والا المسندى ومنها ان كلهم على شرط الستة الا المسندى كما بيناه و منها ان فيه روا ية تا بعي عن تا بعي وهو عبد الله بن دينا ر عن ابى صالح

بیان من اخرجہ غیرہ:

اخرجه مسلم عن عبيد الله بن سعيد وعبد بن حميد عن العقدى به ورواه ايضاً عن زهير

عن جرير عن سهل بن عبد الله عن ابن دينا ر عنه ورواه بقية الجماعة ايضاً فأبو داود في السنة عن مو سیٰ بن اسماعيل عن حماد عن سهيل به والترمذي في الايمان عن ابی كريب عن وكيع عن سفيان عن سهيل به وقال حسن صحيح والنسائي في الايمان ايضا عن محمد بن عبد الله المحرمي عن ابی عامر العقدي به و عن احمد بن سليمان عن ابی داود الحفري وابی نعيم كلاهما عن سفيان به وعن يحيى بن حبيب بن عربي عن خالد بن الحارث عن ابن عجلان عنه ببعضه [الحياء من الايمان]و ابن ماجة في السنة عن علي بن محمد الطنافسي عن وكيع به وعن عمرو بن رافع عن جرير به و عن ابی بكر بن ابی شيبة عن ابی خالد الاحمر عن ابن عجلان نحوه

بیان اختلاف الروایات:

كذا وقع هنا من طريق ابی زيد المروزي [الايمان بضع وستون شعبة]و في مسلم وغيره من حديث سهيل عن عبد الله بن دينار [بضع و سبعون او بضع و ستون]ورواه ايضاً من حديث العقدي عن سليمان [بضع و سبعون شعبة] وكذا وقع في البخاري من طريق ابی ذر الهروي و في رواية ابی داود و الترمذي و غيرهما من رواية سهيل [بضع و سبعون]بلا شك ورجحها القاضي عياض وقال انها الصواب وكذا رجحها الحليمي و جماعات منهم :النووي لانها زيادة من ثقة فقبلت وقدمتِ و ليس في رواية الاقل ما يمنعها وقال ابن الصلاح الاشبه ترجيح الاقل لانه المتيقن والشك من سهيل كما قال البيهقي۔وقد روى عن سهيل عن جرير [وسبعون]من غير شك وكذا رواية سليمان بن بلال في مسلم و في البخاري [بضع و ستون]وقال ابن الصلاح في البخاري في نسخ بلا دنا [الاستون]و في لفظ مسلم [فا فضلها قول لا اله الا الله و ادناها اماطة الاذى عن الطريق والحياء شعبة من الايمان]و في لفظ ابن ماجة[فارفعها] و لفظ اللالكائي :[وادناها اماطة العظم عن الطريق]و في كتاب ابن شاهين [خصال الايمان افضلهاقول لا اله الا الله]و في لفظ الترمذي [بضع و سبعون باباً]وقال حسن صحيح ورواه محمد بن عجلان عن عبد الله بن دينار عن ابی صالح[الايمان ستون باباً أو سبعون او بضع]واحد من العددين ورواية قتيبة عن بكر بن مضر عن عمارة بن عزية عن ابی صالح [الايمان اربع و ستون باباً] و من حديث المغيرة بن عبد الله بن عبيدة قال حدثني ابی عن جدي و كانت له صحبة ان رسول اللہ ﷺ قال [الايمان ثلاثة و ثلاثون شريعة من وافى الله بشريعة منها دخل الجنة]و في كتاب ابن شاهين من حديث الافريقي عن عبد الله بن راشد مولى عثمان بن عفان رضي الله عنه يقول قال رسول اللہ ﷺ [ان بين يدي الرحمن عز و جل لوحاً فيه ثلاثمائة و تسع عشرة شريعة يقول الله عز وجل ولا يجيئني عبد من عبادي لا يشرك بي شيئاً فيه واحدة منهن الا ادخلته الجنة]و من حديث عبد الواحد بن زيد بن عبدالله بن راشد عن مولاه عثمان رضي الله عنه : سمعت ابا سعيد رضي الله عنه يقول : قال رسول اللہ ﷺ : ان بين يدي الرحمن عزوجل لوحا فيه ثلاث مائة وتسع عشرة شريعة ، يقول الله عزوجل : لا يجيئني عبد من عبادي لا يشرك بي شيأً فيه واحدة منها الا ادخلته الجنة))ومن حديث عبد الواحد بن زيد، عن عبدالله بن راشد ،عن مولاه عثمان رضي الله عنه ، قال :قال رسول اللہ ﷺ:"ان لله تعالیٰ مائة خلق ، من اتیٰ بخلق منها دخل الجنة "۔قال لنا احمد : سئل اسحاق : ما معنى الاخلاق ؟ قال: يكون في الانسان حياء ، يكون فيه رحمة ، يكون فيه سخاء ، يكون فيه تسامح ، هذا من اخلاق الله عزوجل وفي كتاب الديباج للخيلي من حديث نوح بن فضاله ، عن مالك بن زياد الاشجعي :"الاسلام ثلاثمائة وخمسة عشر سهما ، فاذا كان في ---------(تمام اصل نسخوں میں یہاں عبارت رہ گئی ہے)جاء فقال : اللهم انت السلام ،وانما الاسلام من جاء متمسكاً بسهم من سهامي فادخله الجنة "قال رسته : حدثنا ابن مهدي ،عن اسرائيل ،عن ابی اسحاق ، عن صلة ، عن حذيفة :"الاسلام ثمانية اسهم :الاسلام سهم ،والصلاة سهم ، والزكاة سهم ، وصوم رمضان سهم ، والحج سهم ، والجهاد سهم ، والامر بالمعروف سهم والنهي عن المنكر سهم وقد خاب من لا سهم له "۔

بيان اللغات:

قوله: "بضع" ذكر ابن البنانى فى (الموعب) عن الاصمعى البضع، مثال علم: ما بين اثنين الى عشرة واثنى عشرة الىٰ عشرين فما فوق ذالك يقال: بضعة عشر فى جمع المذكر و بضع عشرة فى جمع المؤنث۔ قال تعالىٰ (فى بضع سنين) [الروم:] ولا يقال فى: احد عشر ولا اثنى عشر، انما البضع من الثلاث الىٰ العشر، وقال صاحب العين البضع سبعة وقا ل قطرب اخبرنا الثقة عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انه قا ل [فى بضع سنين ما بين خمس الى سبع]وقالوا ما بين الثلا ث الى الخمس وقال الفراء البضع نيف ما بين الثلا ث الى التسع كذالك رأيت العرب تفعل ولا يقولو ن بضع و ما ئة ولا بضع والف ولا يذ كر مع عشر ومع العشرين الى التسعين وقا ل الزجاج معنا ه القطعة من العدد تجعل لما دون العشرة من الثلا ث الى التسع وهو صحيح وهو قول الاصمعى وقال غيره البضع من الثلا ث الى التسع وقال ابو عبيدة هو ما بين نصف العشر يريد ما بين الوا حد الى الاربعة وقال يعقوب عن ابى زيد بضع و بضع مثا ل علم و صقر و فى المحكم البضع ما بين الثلا ث الى العشرة وبا لها ء من الثلا ثة الى العشرة يضاف الى ما يضاف اليه الآحا د ويبنى مع العشرة كما يبنى سا ئر الآحا د و لم يمتنع عشرة و فى الجا مع للقزاز بضع سنين قطعة من السنين وهو يجرىٰ فى العدد مجرى ما دون العشرة وقال قوم قوله تعا لىٰ [فلبث فى السجن بضع سنين]يدل على ان البضع سبع سنين لان يو سف عليه السلام انما لبث فى السجن سبع سنين وقال ابو عبيدة ليس البضع العقد ولا نصف العقد يذهب الى انه من الوا حد الى الاربعة وفى الصحاح لا تقول بضع و عشرون وقال المطرزى فى شرحه البضع من اربعة الى تسعة هذا الذى حصلنا ه من العلما ء البصريين والكو فيين وفيه خلا ف الا ان هذا هو الاختيا ر والنيف من واحد الى ثلا ثة وقال ابن السيد فى المثلث البضع بالفتح والكسر ما بين وا حد الى خمسة فى قول ابى عبيدة وقال غيره مابين وا حد الى عشرة وهو الصحيح وفى الغريبين للهروى البضع والبضعة وا حد ومعنا هما القطعة من

العدد زاد عيا ض بكسر البا ء فيهما و بفتحهما و فى العباب قال ابو زيد اقمت بضع سنين بالفتح وجلست فى بقعة طيبة واقمت برهة كلها بالفتح وهو ما بين الثلا ث الى التسع وروى الاثرم عن ابى عبيدة ان البضع ما بين الثلا ث الى الخمس وتقول بضع سنين و بضعة عشر رجلاو بضع عشرة امراة فاذا جا وزت لفظ العشر ذهب البضع لا تقول بضع و عشرو ن وقيل هذا غلط بل يقا ل ذا لك وقال ابو زيد يقا ل له بضعة و عشرون رجلا و بضع وعشرو ن امرا ة والبضع من العدد فى الاصل غير محدود وانما صا ر مبهماً لا نه بمعنى القطعة والقطعة غير محدود ة قوله[شعبة]بضم الشين وهى القطعة والفرقة وهى واحد ة الشعب وهى اغصا ن الشجرة قا ل ابن سيده الشعبة الفرقتو الطا ئفتمن الشيء ومنه شعب الآبا ء وشعب القبا ئل وشعبها الاربع وواحد شعب القبا ئل شعب با لفتح وقيل بالكسر وهى العظام وكذا شعب الانا ء صدعه با لفتح ايضاً وقا ل الخليل الشعب الاجتما ع و الافترا ق اى هما ضدا ن والمرا د با لشعبة فى الحديث الخصلة اى ان الايما ن ذو خصا ل متعددة قوله [والحيا ء]ممدوداً هو الاستحيا ء واشتقاقه من الحيا ة يقا ل حيى الرجل اذا انتقص حيا ته وانتكس قوته كما يقا ل نسى نسا ه اى العرق الذى فى الفخذ وحشى اذا اعتل حشا ه فمعنى الحى المؤف من خو ف المذمة وقد حيى منه حياء واستحى واستحيى حذفوا اليا ء الاخيرة كرا هية التقا ء السا كنين والاخيرا ن يتعديا ن بحرف و بغير حرف يقولو ن استحى منك و استحيا ك ورجل حيى ذو حيا ء والانثى بالتا ء والحيا ء تغير وانكسا ر يعترى الانسا ن من خو ف ما يعا ب به ويذم وقد يعرف ايضاً با نه انحصا ر النفس خو ف ارتكا ب القبا ئح،

بيان الاعراب:

قوله الايمان مبتدا وخبره قوله [بضع وستون شعبة]قال الكرمانى بضع هكذا فى بعض الاصول و بضعه بالهاء فى اكثرها وقال بعضهم وقع فى بعض الروايات بضعة بتاء التا نيث قلت الصواب مع ا لكرمانى و كذا قال بعض الشراح كذا وقع هنا فى بعض الاصول بضع وفى اكثرها بضعه بالهاء

واكثر الروايات فى غير هذا الموضع بضع بلا هاء وهو الجارى على اللغة المشهورة ورواية الهاء صحيحة ايضا على التاويل قلت لاشك ان بضعا للمؤنث وبضعة للمذكر وشعبة يونث فينبغى ان يقال بضع بلاهاء ولكن لما جاء ت الروايت ببضعة يحتاج ان تؤول الشعبة بالنوع اذا فسر ت الشعبة با لطا ئفة من الشىء وبا لخلق اذا فسرت با لخصلة والخلة قوله [والحياء]مبتداء وخبره[الشعبة]وقوله من الايما ن فى محل الرفع لا نها صفة شعبة

بيان المعانى والبيان:

لا شك ان تعريف المسند اليه انما يقصد الى تعريفه لاتمام فا ئدة سا مع لا ن فا ئدته من الخبر اما الحكم اولا زمه كما بين فى مو ضعه و فيه الفصل بين الجملتين با لواولانه قصد التشريك و تعيين الوا و لدلا لتها على الجمع و فيه تشبيه الايما ن بشجرة ذات اغصا ن و شعب كما شبه فى الحديث السا بق الاسلام بخبا ء ذات اعمد ة و اطنا ب و مبنا ه على المجا ز و ذا لك لا ن الايما ن فى اللغة التصديق و فى عرف الشرع تصديق القلب و اللسا ن و تمامه و كما له با لطا عات فحينئذ الاخبا ر عن الايما ن با نه بضع و ستو ن شعبة او بضع و سبعو ن ونحو ذا لك يكون من با ب اطلا ق الاصل على الفرع و ذا لك لا ن الايما ن هو الا صل والاعما ل فروع منه و اطلا ق الايما ن على الاعما ل مجا ز لا نها تكو ن عن الايما ن وقد اتفق اهل السنة من المحدثين والفقهاء والمتكلمين على ان المؤمن الذى يحكم با يما نه وانه من اهل القبلة ولا يخلد فى النا ر هو الذى يعتقد بقلبه دين الاسلا م اعتقا دا جازما خا ليا من الشكوك و نطق با لشها دتين فا ن اقتصر على احد هما لم يكن من اهل القبلة الا اذا عجز عن النطق فانه يكو ن مؤمنا الا ما حكاه القا ضى عيا ض فى كتا ب الشفا ء فى ان من اعتقد دين الاسلام بقلبه و لم ينطق با لشها دتين من غير عذر منعه من القول ان ذا لك نا فعه فى الدا ر الآخرة على قول ضعيف وقد يكو ن فا ئزا لكنه غير المشهو ر والله اعلم

بيان استنباط الفوائد:

وهو على وجو ه الاول فى تعين الستين على ما جا ء ههنا و فى تعيين السبعين على ما جا ء فى روا ية اخرى من الصحيح وروا ية اصحا ب السنن اما الحكمة فى تعيين الستين و تخصيصها فهى ان العددا ما زا ئد وهو ما اجزا ؤه اكثر منه كالاثنى عشر فا ن لها نصفا و ثلثا و ربعا و سدسا و نصف سدس و مجموع هذه الاجزا ء اكثر من اثنى عشر فا نه ستة عشر واما نا قص وهو ما اجزا ؤه اقل منه كالاربعة فا ن لها الربع و النصف فقط واما تا م وهو ما اجزا ؤه مثله كالستة فا ن اجزا ءها النصف و الثلث و السدس و هى مسا وية للستة والفضل من بين الانواع الثلاثة للتام فلما اريد المبا لغة فيه جعلت آحا دها اعشا را ًوهى السبعو ن واما زيا دة البضع على النو عين فقد علم انه يطلق على الست و على السبع لا نه ما بين الثنين الى عشرة وما فوقها كما نص عليه صا حب المو عب ففى الاول الستة اصل للستين و فى الثا نى السبعة اصل للسبعين كما ذكرنا فهذا وجه تعيين احد هذين العددين

الثا نى ان المرا د من هذين العددين هل هو حقيقة ام ذكرا على سبيل المبا لغة فقا ل بعضهم اريد به التكثير دون التحديد كما فى قوله تعالىٰ[ان تستغفر لهم سبعين مرة]وقا ل الطيبى الاظهر معنى التكثير ويكون ذكر البضع للترقى يعنى ان شعب الايمان اعداد مبهمة ولا نهاية لكثرتها اذ لو اريدالتحديد لم يبهم وقال بعضهم العرب تستعمل السبعين كثيرا فى باب المبالغة وزيادة السبع عليها التى عبر عنها بالبضع لاجل ان السبعة اكمل الاعداد لان الستة اول عدد تام وهى مع الواحد سبعة فكانت كاملة اذ ليس بعد التمام سوى الكمال وسمى الاسد سبعا لكمال قوته والسبعون غاية الغاية اذ الآحاد غايتها العشرات فان قلت قد قلت ان البضع لما بين الثنين الى عشرة وما فوقها فمن اين تقول ان المراد من البضع السبع حتىٰ بنى القائل المذكور كلامه على هذا قلت قد نص صاحب العين على ان البضع سبعة كما ذكرنا وقال بعضهم هذا القدر المذكور هو شعب الايمان والمراد منه تعداد الخصال

حقيقة فان قلت اذ كان المراد بيان تعداد الخصال فما الاختلاف المذكور؟ قلت يجوز ان يكون شعب الايمان بضعا وستين وقت تنصيصه علىٰ هذا المقدار فذكره لبيان الواقع ثم بعد ذالك نص على بضع وسبعين بحسب تعدد العشرة على ذالك المقدار فافهم فانه موضع فيه دقة

الثالث فى بيان العدد المذكور قال الامام ابو حاتم بن حبان بكسر الحاء وتشديد الموحدة البستى فى كتاب وصف الايمان وشعبه تتبعت معنى هذا الحديث مدة وعددت الطاعات فاذا هى تزيد على هذا العدد شيئا كثيرا فرجعت الى السنن فعددت كل طاعة عدها رسول اللهﷺ من الايمان فاذا هى تنقص على البضع والسبعين فرجعت الى كتاب الله تعالىٰ فعددت كل طاعة عدها الله من الايمان فاذا هى تنقص عن البضع و السبعين فضممت الى الكتاب السنن واسقطت المعاد فاذا كل شىء عده الله ورسولهﷺ من الايمان بضع وسبعون لا يزيد عليها ولا ينقص فعلمت ان مراد النبىﷺ ان هذا العدد فى الكتاب والسنة انتهى وقد تكلفت جماعة فى بيان هذا العدد بطريق الاجتهاد وفى الحكم بكون المراد ذالك نظر وصعوبة قال القاضى عياض ولا يقدح عدم معرفة ذالك علىٰ التفصيل فى الايمان اذ اصول الايمان وفروعه معلومة محققة والايمان بان هذا العدد واجب على الجملة وتفصيل تلك الاصول وتعيينها على هذا العدد يحتاج الى توقيف وقا ل الخطابى هذه منحصرة فى علم الله وعلم رسوله موجودة فى الشريعة غير ان الشرع لم يوقفنا عليها وذالك لايضرنا فى علمنا بتفاصيل ما كلفنا به فما امرنا بالعلم به عملنا وما نهانا عنه انتهينا وان لم نحط بحصر اعداده وقال ايضا الايمان اسم يتشعب الى امور ذوات عدد جماعها الطاعات ولهذا صار من صار من العلماء الى ان الناس مفاضلون فى درج الايمان وان كانوا متساوين فى اسمه و كان بدء الايمان كلمة الشهادة واقام رسول اللهﷺ بقية عمره يدعوا الناس اليها وسمى من اجابه الى ذالك مؤمنا الى ان نزلت الفرائض وبهذا الاسم خوطبوا عند ايجابها عليهم فقال تعالىٰ [يأيهالذاين آمنوا اذا قمتم الى الصلاة]وهذا الحكم مستمر فى كل اسم يقع على امر ذى شعب كالصلاة فان رجلا لو مر على مسجد وفيه قوم منهم من

يستفتح الصلاة ومنهم من هو راكع او ساجد فقال رأيتهم يصلون كان صادقا مع اختلاف احوالهم فى الصلاة وتفاضل افعالهم فيها فان قيل اذا كان الايمان بضعا وسبعين شعبة فهل يمكنكم ان تسموها باسمائها ؟وان عجزتم عن تفصيلها فهل يصح ايمانكم بما هو مجهول ؟ قلنا ايماننا بما كلفناه صحيح والعلم به حاصل وذالك من وجهين الاول انه قد نص على اعلى الايمان وادناه باسم اعلىٰ الطاعات وادناها فدخل فيه جميع ما يقع بينهما من جنس الطاعات كلها وجنس الطاعات معلوم والثانى انه لم يوجب علينا معرفة هذه الاشياء بخواص اسمائهاحتى يلزمنا تسميتها فى عقد الايمان و كلفنا التصديق بجملتها كما كلفنا الايمان بملائكته وان كنا لا نعلم اسماء اكثرهم ولا اعيانهم وقال النووى وقد بين النبىﷺ اعلى هذه الشعب وادناها كما ثبت فى الصحيح من قوله [اعلاها لا اله الا الله وادناها اماطة الاذىٰ عن الطريق]فبين ان اعلاها التوحيد المتعين على كل مكلف والذى لا يصح شىء غيره من الشعب الا بعد صحته وان ادناها دفع ما يتوقع به ضرر المسلمين وبقى بينهما تمام العدد فيجب علينا الايمان به وان لم نعرف اعيانهم واسمائهم انتهى

وقد صنف فى تعيين هذه الشعب جماعة منهم الامام ابو عبد الله الحليمى صنف فيها كتابا اسماه فوائد المنهاج والحافظ ابو بكر البيهقى وسماه شعب الايمان واسحاق بن القرطبى وسماه كتاب النصايح والامام ابو حاتم وسماه وصف الايمان وشعبه ولم ار احدا منهم شفى العليل ولا اروى الغليل فنقول ملخصا بعون الله تعالىٰ وتوفيقه ان اصل الايمان هو التصديق بالقلب واقرار باللسان ولكن الايمان الكامل التام هو التصديق والاقرار والعمل فهذه ثلاثة اقسام۔

فالاول يرجع الى الاعتقاديات وهى تتشعب الى ثلاثين شعبة الاولى الايمان بالله تعالىٰ ويدخل فيه الايمان بذاته وصفاته وتوحيده بان ليس كمثله شىء الثانية اعتقاد حدوث ما سوى الله تعالىٰ الثالثة الايمان بملائكته الرابعة الايمان بكتبه الخامسة الايمان برسله السادسة الايمان بالقدر خيره وشره السابعة الايمان باليوم الآخرة ويدخل فيه السوال بالقبرو عذابه والبعث والنشور والحساب والميزان

والصراط الثامنة الوثوق على وعد الجنة والخلود فيها التاسعة اليقين بوعيد النار وعذابها وانها لا تفنى والعاشرة محبة الله تعالىٰ الحادية عشر الحب فى الله والبغض فى الله ويدخل فيه حب الصحابة المهاجرين والانصار وحب آل الرسول ﷺ الثانية عشر محبة النبى ﷺ ويدخل فيه الصلاة عليه واتباع سنته الثالثة عشر الاخلاص ويدخل فيه ترك الرياء والنفاق الرابعة عشر التوبة والندم الخامسة عشر الخوف السادسة عشر الرجاء السابعة عشر ترك اليأس والقنوط الثامنة عشر الشكر التاسعة عشر الوفاء العشرون الصبر الحادية والعشرون التواضع ويدخل فيه توقير الاكابر الثانية والعشرون الرحمة والشفقة ويدخل فيه الشفقة على الاصاغر الثالث والعشرون الرضاء بالقضاء والرابعة والعشرون التوكل الخامسة والعشرون ترك العجب والزهوو يدخل فيه ترك مدح نفسه و تزكيتها السادسة والعشرون ترك الحسد السابعة والعشرون ترك الحقد والضغن الثامنة والعشرون ترك الغضب التاسعة والعشرون ترك الغش و يدخل فيه الظن السوء و المكر الثلاثون ترك حب الدنيا و يدخل فيه ترك حب المال و حب الجاه فاذا وجدت شيئا من اعمال القلب من الفضائل والرذائل خارجاً عما ذكر بحسب الظاهر فانه فى الحقيقة داخل فى فصل من الفصول يظهر ذالك عند التامل

والقسم الثانى :يرجع الى اعمال اللسان وهى تتشعب الى سبع شعب الاولى التلفظ بالتوحيد الثانية تلاوة القران الثالثة تعلم العلم الرابعة تعليم العلم الخامسة الدعاء السادسة الذكر ويدخل فيه الاستغفار السابعة اجتناب اللغو

والقسم الثالث:يرجع الى اعمال البدن وهى تتشعب الى اربعين شعبة وهى على ثلاثة انواع

الاول : ما يختص بالاعيان و هى ستة عشر شعبة الاولى التطهر و يدخل فيه طهارة البدن والثوب والمكان و يدخل فى طهارة البدن الوضوء من الحدث والاغتسال من الجنابة والحيض والنفاس الثانية اقامة الصلوة و يدخل فيها الفرض والنفل والقضاء الثالثه اداء الزكاة ويدخل فيها الصدقة و يدخل فيها صدقة الفطر ويدخل فى هذا الباب الجود و اطعام الطعام واكرام الضيف الرابعة

الصوم فرضا و نفلا الخامسة الحج و يدخل فيه العمرة السادسة الاعتكاف ويدخل فيه التماس ليلة القدر السابعة الفرار بالدين و يدخل فيه الهجرة من دار الشرك الثامنة الوفاء بالنذر التاسعة التحرى فى الايمان العاشرة اداء الكفارة الحادية عشر ستر العورة فى الصلوة وخارجها الثانية عشر ذبح الضحايا والقيام بها اذا كانت منذورة الثالثة عشرة القيام بامر الجنائز الرابعة عشر اداء الدين الخامسة عشر الصدق فى المعاملات والاحتراز عن الرباء السادسة عشر اداء الشهادة بالحق وترك كتمانها

النوع الثانى :ما يختص بالاتباع وهو ست شعب الاولى التعفف بالنكاح الثانية القيام بحقوق العيال ويدخل فيه الرفق بالخدم الثالثة برالوالدين ويدخل فيه الاجتناب عن العقوق الرابعة تربية الاولاد الخامسةصلةالرحم السادسة طاعة الموالى

النوع الثالث :ما يتعلق بالعامة وهو ثمانى عشرة شعبة الاولى القيام بالامارة مع العدل الثانية متابعة الجماعة الثالثه طاعة اولى الامر الرابعة الاصلاح بين الناس ويدخل فيه قتال الخوارج والبغاة الخامسة المعاونة على البر السادسة الامر بالمعروف والنهى عن المنكر السابعة اقامة الحدود الثامنة الجهاد ويدخل فيه المرابطة التاسعة اداء الامانة و يدخل فيه اداء الخمس العاشرة القرض مع الوفاء به الحادية عشر اكرام الجار الثانية عشر حسن المعاملة ويدخل فيه جمع المال من حله الثالثة عشر انفاق المال فى حقه ويدخل فيه ترك التبذير والاسراف الرابعة عشر رد السلام الخامسة عشر تشميت العاطس السادسة عشر كف الضرر عن الناس السابعة عشر اجتناب اللهو الثامنة عشر اماطة الاذى عن الطريق فهذه سبع وسبعون شعبة

الاسئلة والاجوبة:

منها ما قيل لم جعل الحياء من الايمان ؟و اجيب بانه باعث على افعال الخير و مانع عن المعاصى ولكنه ربما يكون تخلقا واكتسابا كسائر اعمال البر وربما يكون غريزة لكن استعماله على

قانو ن الشرع يحتا ج الى اكتسا ب ونية فهو من الايما ن لهذا الثا نى ما قيل انه قد ورد الحيا ء لا يا تى
الا بخير وورد الحيا ء خير كله فصا حب الحيا ء قد يستحى ان يوا جه با لحق فيترك امره با لمعروف و
نهيه عن المنكر فكيف يكو ن هذا من الايما ن ؟و اجيب :با نه ليس بحيا ء حقيقة بل هو عجز و مها نة
و انما تسميته حيا ء من اطلا ق بعض اهل العرف اطلقوه مجا زالمشا بهته الحيا ء الحقيقى و حقيقته خلق
يبعث على اجتنا ب القبيح و يمنع من التقصير فى حق ذى الحق ونحوه واولى الحيا ء الحيا ء من الله
تعالى وهو ان لا يرا ك الله حيث نها ك و ذا ك انما يكو ن عن معرفة و مرا قبة وهو المرا د بقوله ﷺ
ان تعبد الله كانك ترا ه فان لم تكن ترا ه فا نه يرا ك وقد خرج الترمذى عنه عليه السلام انه قال
استحيو امن الله حق الحيا ء قالوا انا نستحى والحمد لله فقال ليس ذالك ولكن الاستحياء من الله تعالىٰ
حق الحياء ان تحفظ الرأس وما حوى والبطن وما وعى وتذ كرالمو ت والبلى فمن فعل ذالك فقد
استحى من الله حق الحياء۔وقا ل الجنيد رؤيه الآلا ء اى النعم ورؤية التقصير يتولد بينهما حا لة تسمى
الحيا ء الثا لث :ما قيل لم افرد الحياء با لذ كر من بين سا ئر الشعب ؟و اجيب با نه كالدا عى الى سا ئر
الشعب فا ن الحيى يخا ف فضيحة الدنيا و فظا عة الآخرۃفينزجر عن المعا صى ويمتثل الطا عا ت كلها
وقال الطيبى : معنى افرا د الحيا ء با لذ كر بعد دخو له فى الشعب كا نه يقول هذه شعبة وا حدة من
شعبه فهل تحصى شعبه كلها ؟هيها ت ان البحر لا يغرف ۔!!

(یعنی یہ باب اُمورِ ایمان کے باب میں ہے۔اللہ عزوجل کا فرمان ہے: ”کچھ اصل نیکی یہ نہیں کہ منہ مشرق یا
مغرب کی طرف کرو ہاں اصل نیکی یہ کہ ایمان لائے اللہ اور قیامت اور فرشتوں اور کتاب اور پیغمبروں پر اور اللہ کی محبت
میں اپنا عزیز مال دے رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور راہ گیر اور سائلوں کو اور گردنیں چھوڑانے میں اور نماز قائم
رکھے اور زکوٰۃ دے اور اپنا قول پورا کرنے والے جب عہد کریں اور صبر والے مصیبت اور سختی میں اور جہاد کے وقت
یہی ہیں جنھوں نے اپنی بات سچی کی اور یہی پرہیزگار ہیں “(نیز اللہ عزوجل کا فرمان ہے)
بے شک مراد کو پہنچے ایمان والے۔

لفظ باب کا مرفوع ہونا اس بناء پر ہے کہ یہ مبتدا محذوف کی خبر ہے اور امور سے مراد ایمان ہی ہے کیونکہ مصنف
علیہ الرحمہ کے نزدیک اعمال ہی ایمان ہیں سو اس بناء پر اس میں اضافت بیانیہ ہوگی اور تقدیر عبارت یوں بھی ہو سکتی
ہے ان امور کا باب جو ایمان کے لیے اس کی حقیقت کو ثابت کرنے میں اور اس کی ذات کو مکمل کرنے کے بارے میں
ہے اس بناء پر اضافت لامیہ ہوگی۔ کشمیہنی کی روایت میں ”باب امر الایمان“ ہے مفرد کے صیغہ کے ساتھ جنس مراد
لینے پر۔ابن بطال نے کہا: تصدیق ایمان کی پہلی منزل ہے اور اس کا استکمال صرف انہی اُمور سے ہے اور امام بخاری
نے (اس باب سے) استکمال ہی مراد لیا ہے اس لیے اسی پر ایمان کے ابواب کو باب بناتے ہوئے کہا۔
باب امور الایمان، باب الجهاد من الایمان، باب الصلاۃ من الایمان اور باب الزکاۃ من الایمان اور ان سب ابواب
سے امام بخاری رحمہ اللہ کی مراد ہے فرقہ مرجئہ کا رد کرنا جن کا یہ موقف ہے کہ ایمان عمل کے بغیر محض قول کا نام ہے اور
ان کے اس غلط نظریہ کو بیان کرنا اور یہ بتانا مقصود ہے کہ اس فرقہ والوں کا موقف قرآن وسنت کے خلاف ہے۔

امام مازری رحمہ اللہ نے کہا:
نافرمان کلمہ گو کے بارے میں لوگوں کا اختلاف ہے، مرجئہ نے کہا: ایمان کے ہوتے ہوئے معصیت ضرر رساں نہیں
ہے۔
خوارج نے کہا: معصیت ضرر رساں ہے اور معصیت کرنے والا کافر ہو جاتا ہے۔
معتزلہ نے کہا: کبیرہ گناہ کرنے والا جہنم میں ہمیشہ رہے گا اور اسے مؤمن نہیں کہا جائے گا بلکہ اسے فاسق کہا جائے گا۔
اشاعرہ نے کہا: بلکہ کبیرہ گناہ کرنے والا مومن ہے اگر چہ اسے عذاب ہوگا لیکن وہ جنت میں ضرور داخل ہوگا۔
امام بخاری کا قول ”و قول الله عز و جل “لفظ قول کے نیچے زیر ہے اور اس کا عطف ”امور“ پر ہے۔اگر کہا جائے کہ
امام بخاری رحمہ اللہ نے جو باب باندھا ہے اسکے اور اس آیت کے درمیان کیا مناسبت ہے؟
میں کہتا ہوں: آیت نے حصر کر دیا ہے کہ متقین صرف وہی ہیں جو ان صفات و اعمال والے ہوں گے اس سے معلوم ہوا
کہ جس ایمان کے ساتھ کامیابی اور نجات ہے وہ وہ ایمان ہے، جس میں یہ مذکورہ اعمال پائے جائیں۔اور دوسری
آیات بھی اسی طرح ہیں اور وہ یہ ہیں:

”قد افلح المؤمنو ن الذین ھم فی صلا تھم خا شعو ن والذین ھم عن اللغو معرضو ن واللذین ھم للز کوۃ فا علو ن واللذین ھم لفرو جھم حا فظو ن الا علی ازوا جھم او ما ملکت ایما نھم فا نھم غیر ملو مین فمن ابتغی ورا ء ذلك فاولٓئك ھم العا دو ن“

اوردوسری آیات کا ذکر کتاب الشریعۃ میں مسعودی کی روایت کے ساتھ از قاسم از ابوذر رضی اللہ عنہ موجود ہے کہ ان سے ایک شخص نے ایمان کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے اس کے سامنے آیت مبارکہ لیس البرالخ پڑھی اس شخص نے کہا میں نے تم سے نیکی کے بارے میں سوال نہیں کیا حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ایک شخص نبی اکرم ﷺ کے پاس آیا اس نے آپ سے اسی طرح سوال کیا جس طرح تو نے مجھ سوال کیا آپ ﷺ نے اس کے سامنے اسی طرح آیت پڑھی جس طرح میں نے تیرے سامنے آیت پڑھی ہے اس نے راضی ہونے سے انکار کردیا جیسے تو نے راضی ہونے سے انکار کردیا۔ پھر فرمایا: تم میرے قریب ہو جاؤ۔ وہ آپ کے قریب ہوگیا۔ پھر آپ نے فرمایا: مومن وہ ہے جو نیکی کرے تو اسے نیکی اچھی لگے اور اس کے ثواب کی امید رکھے اور اگر برائی کرے تو اسے برائی بری لگے اور اس کے بھیانک انجام سے ڈرے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ”لیس البر“ کا مطلب ہے کہ ساری نیکی یہ نہیں ہے کہ تم (صرف) نماز پڑھو اور اس کے علاوہ کوئی عمل نہ کرو۔ لیکن نیکی اس شخص کی نیکی ہے جو اللہ پر ایمان لائے۔۔۔الخ۔ سیبویہ نے اسی طرح تقدیری عبارت ذکر کی ہے۔ زجاج نے کہا لیکن نیکی والا۔

انہوں نے مضاف کو حذف رکھا جیسے اللہ کا فرمان ہے ”ھم درجات عند اللہ“ یعنی ”ذوو درجات“ سیبویہ نے جو تقدیری عبارت ذکر کی ہے وہی اولی ہے کیونکہ منفی ”بر“ ہے تو استدرک بھی اس کی جنس سے ہوگا۔ زمخشری رحمہ اللہ نے کہا ”البر“ خیر اور ہر پسندیدہ فعل کا اسم ہے۔ الغریبین میں ہے کہ ”البر“ کا معنی ہے احسان اور احسان کے اضافہ میں وسعت۔ سدی نے کہا: اللہ تعالیٰ کے فرمان ”لن تنالو البر حتی تنفقوا“ میں ”البر“ سے مراد جنت ہے۔ نیز ”البر“ کا معنی صلہ بھی ہے اور یہ لفظ نیکی کے تمام کاموں کو جامع ہے۔ ”الجامع“ اور ”الجمھرۃ“ میں ہے ”البر“ نافرمانی کی ضد ہے۔ ابن السید کی ”مثلث“ میں ہے ”البر“ کا معنی ہے کرم نوازی کرنا۔ ”الواعی“ میں ان سے اسی طرح نقل کیا

ہے۔ ابن عدلیس نے ابن السید سے نقل کیا کہ ”البر“ باء کے نیچے زیر ساتھ کا معنی ہے خیر۔
زمخشری نے کہا: یہ اھل کتاب کو خطاب ہے کیونکہ یہودی مغرب کی جانب بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے تھے اور عیسائی مشرق کی طرف۔ اور یہ اس لیے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا شروع فرمائی تو انہوں نے قبلہ کے معاملے میں بکثرت غور وخوض کیا اور دونوں فریقوں میں سے ہر ایک نے گمان کیا کہ اپنے قبلہ کی طرف منہ کرنا نیکی ہے۔ تو آپ ﷺ نے ان کا رد فرمایا اور یہ آیات ان کے سامنے پڑھیں ”لیس البر“ الخ۔
”البر“ را کے اوپر زبر کے ساتھ، اس بناء پر کہ یہ (لیس کی) خبر مقدم ہے۔ امام عبداللہ نے بطور تاکید خبر پر ”ب“ داخل کر کے ”بان تولو“ پڑھا ہے امام مبرد سے منقول ہے کہ اگر میں قرآن کے قاریوں میں سے ہوتا تو میں ”ولکن البر“ ب کے اوپر زبر کے ساتھ پڑھتا۔ اور اسے ”ولکن البار“ بھی پڑھا گیا ہے۔ شیخ ابن عامر اور شیخ نافع نے ”ولکن البر“ راء پر شد کے بغیر پڑھا ہے۔
”والکتاب“ اس سے مراد کتاب اللہ کی جنس یا قرآن مراد ہے۔ ”علی حبہ“ یعنی باوجود مال کی محبت اور مال کی کنجوسی کے۔ کچھ اہل علم نے کہا اللہ کی محبت کے ساتھ اور کچھ اہل علم نے کہا مال دینے کی محبت کے ساتھ۔ ذوی القربی (قریبی رشتہ دار) کو مقدم کیا اس لئے کہ وہ زیادہ حق دار ہے اور مراد قریبی رشتہ داروں میں سے فقراء ہیں التباس نہ ہونے کی وجہ سے۔
”والمسکین“ یعنی ایسا شخص جو لوگوں کی طرف ہمیشہ محتاجی رکھنے والا ہو کیونکہ اس کے پاس کوئی شئی نہیں ہوتی۔ لفظ ”مسکین“ مسکیر، کی طرح ہے، مسکیر کا معنی ہے مسلسل نشے میں رہنے والا شخص۔
”وابن السبیل“ اس سے مراد وہ مسافر ہے جو اہل وعیال سے الگ تھلگ ہوگیا ہو۔ اور راستے پر مسلسل اور ہمیشہ ہونے کی وجہ سے اسے ابن السبیل کہا گیا۔ جیسے چور ڈاکو کو ”ابن الطریق“ کہا جاتا ہے۔ بعض نے کہا ابن السبیل سے مراد مہمان ہیں، راستہ ہی نے اسے آگے بڑھایا اور دوسرے کا مہمان ٹھہرایا۔
”والسائلین“ اس سے مراد ہیں کھانا مانگنے والے ”وفی الرقاب“ یعنی مال دیا جائے مکاتب غلاموں کے ساتھ تعاون کرنے میں تاکہ وہ اپنی گردنیں چھڑا سکیں۔ کچھ اہل علم نے کہا اس سے مراد ہے غلاموں کو خرید کر آزاد کرنے میں مال

دینااور کچھ اہل علم نے کہااس سے مراد ہے قیدیوں کو چھڑانے میں مال دینا۔ ''والموفون'' اس کا عطف ہے ''من آمن'' پر۔اور اختصاص ومدح کی بناء پر سختیوں میں صبر کی فضیلت اور باقی اعمال پر مواطن قتال کی فضیلت کو ظاہر کرنے کے لئے ''الصابرین'' کو بطور منصوب ذکر کیا،اور اسے ''الصابرون'' بھی پڑھا گیا (اور الموفون اور الصابرون کو) الموفین اور الصابرین بھی پڑھا گیا ہے۔

''والباساء'' اس کا معنی ہے فقر اور سختی۔

''والضراء'' اس کا معنی ہے بیماری اور لنجاپن۔

''قد افلح المومنون'' الخ یہ دوسری آیت ہے۔امام بخاری نے دونوں آیتوں کا ذکر اس لئے کیا کیونکہ یہ دونوں امور ایمان پر مشتمل ہیں اور باب بھی امور ایمان پر باندھا گیا ہے۔امام بخاری نے ''وقول الله عزوجل قد افلح المومنون'' نہیں کہا؟ جیسا کہ پہلی آیت کے شروع میں کہا ''وقول الله عزوجل ليس البر'' الخ،اس میں التباس نہ ہونے کی وجہ سے نیز پہلی آیت میں ''وقول الله عزوجل'' کے ذکر پر اکتفاء کیا۔بعض لوگوں نے (حافظ ابن حجر) کہا: اس کو امام بخاری نے حرف عطف کے بغیر ذکر کیا کیونکہ حرف عطف کا حذف جائز ہے تقدیری عبارت یوں ہے ''وقول الله عزوجل قد افلح المومنون'' الخ۔میں کہتا ہوں: حرف عطف کا حذف جائز نہیں۔اگر ہم تسلیم کرلیں کہ حرف عطف کا حذف جائز ہے تو یہ اشعار میں ہوتا ہے۔نیز اس قائل نے کہا: احتمال ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کے قول ''المتقون'' کی تفسیر ہو،یعنی متقین وہ لوگ ہیں جن کی صفات اللہ تعالیٰ کے اس فرمان ''قد افلح المومنون'' الخ میں ہیں۔میں کہتا ہوں: یہ بھی درست نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ان لوگوں کا ذکر فرمایا جنہیں اس آیت میں ذکر کردہ اوصاف کے ساتھ متصف کیا گیا پھر ان کی طرف اپنے قول ''واولئك هم المتقون'' کے ساتھ اشارہ فرمایا۔اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا کہ ان اوصاف والے ہی متقی ہیں تو پھر اس کے بعد کون سی ایسی شئے ہے جو اس آیت میں متقین کی تفسیر کی طرف محتاج ہوتا کہ امام بخاری ان متقین کی اللہ تعالیٰ کے فرمان ''قد افلح المومنون'' الخ کے ساتھ تفسیر کریں۔ہاں! اس دعوے کی صحت ممکن تھی اگر دونوں آیتیں لگاتار ہوتیں،حالانکہ ان دو آیتوں کے درمیان متعدد آیات ہیں بلکہ بہت زیادہ سورتیں ہیں،تو یہ دوسری آیت از قبیل تفسیر کیسے ہو سکتی ہے یہ کلام نہایت بعید

ہے۔امام بخاری کے قول ''الآية'' اس میں نصب جائز ہے معنٰی ہوگا ''اقـرء الآية'' اور رفع بھی جائز ہے معنی ہوگا ''الآية بتمامها'' اس بناء پر کہ یہ مبتدا ہے جس کی خبر محذوف ہے۔اللہ تعالیٰ کا فرمان ''قد افلح'' کا معنی ہے فلاح میں داخل ہو گیا،یہ فعل لازم ہے اور فلاح کا معنی ہے مراد پر کامیاب ہونا۔اور بعض نے کہا اس کا معنی ہے خیر میں باقی رہنا۔ زمخشری نے کہا: کہا جاتا ہے ''افلحه'' یعنی اس نے اس کو فلاح کی طرف پناہ دی۔طلحہ بن مصرف کی قراءت بھی اسی پر ہے یعنی ''افلح'' مبنی للمفعول کی بناء پر اور ان سے منقول ہے کہ ''افلحوا'' ''اکلونی البراغيث'' والی مثال کے طور پر ہے یا ابہام اور تفسیر پر ہے۔نماز میں خشوع کا مطلب ہے دل کا خشیت اختیار کرنا اور ''لـغـو'' کا معنی ہے لایعنی چیز چاہے وہ قولی ہو یا فعلی جیسے لعب (کھیل) اور ہزل (بیہودگی) اور وہ چیز جس کو باطل کرنا اور دور کرنا مروت کو ثابت کرے۔اللہ کا فرمان ہے ''فـاعـلـون'' اس کا معنی ہے اداء کرنے والے۔زمخشری نے کہا: اگر تم اعتراض کرو ''مـن ملـكـت'' کیوں نہیں کہا گیا؟ میں کہتا ہوں کیونکہ جنس عقلاء سے ایسی چیز مراد لی گئی ہے جو غیر عقلاء کے قائم مقام ہے اور وہ ہیں مؤنث۔

متن حدیث:

امام بخاری نے کہا: ہمیں عبد اللہ بن محمد نے حدیث بیان کی،انہوں نے کہا ہمیں ابو عامر عقدی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا ہمیں سلیمان بن بلال نے حدیث بیان کی،از عبد اللہ بن دینار از ابو صالح از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے ارشاد فرمایا: ایمان کی ساٹھ سے زائد شاخیں ہیں اور حیاء ایمان کی ایک شاخ ہے۔

شیخ قطب الدین نے کہا: یہ حدیث گزشتہ باب سے متعلق ہے اور وہ یہ ہے کہ ایمان گھٹتا ہے اور بڑھتا ہے۔دلیل کی وجہ یہ ہے کہ شریعت نے اعمال کے بہت سارے شعبہ جات پر ایمان کا اطلاق فرمایا جیسا کہ آیات اور ان دو احادیث میں ہے جن کو امام بخاری نے اس باب میں ذکر فرمایا۔برخلاف مرجئہ کے اس قول کے کہ ایمان عمل کے بغیر محض قول کا نام ہے۔میں کہتا ہوں: اس کلام کی حاجت نہیں بلاشبہ یہ باب اور اس کے بعد آنے والے سارے ابواب باب اول کے ساتھ متعلق ہیں اور ان سب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ ایمان قول اور عمل کا نام ہے، بڑھتا اور گھٹتا ہے۔جیسا کہ مخفی نہیں۔

رجال حدیث کا بیان:

اس حدیث کے کل چھ راوی ہیں۔

پہلا راوی:۔

ابوجعفر عبداللہ بن محمد بن عبداللہ بن جعفر بن الیمان بن اخنس بن خنیس بن الجعفی البخاری المسندی

میم کے پیش، نون کے اوپر زبر کے ساتھ۔ اور یہ عبداللہ بن سعید بن جعفر بن الیمان کے چچا کے بیٹے ہیں اور یہ یمان امام بخاری کے باپ دادا میں سے کسی کے آزاد کردہ غلام ہیں ولاء اسلام کے ساتھ۔ انہوں نے امام وکیع اور محدثین کی ایک بہت بڑی جماعت سے حدیث کا سماع کیا اور ان سے امام ذہلی وغیرہ حفاظ حدیث نے حدیث روایت کی۔ سن ہجری ۲۲۹ میں ان کی وفات ہوئی، اصحاب کتب ستہ میں سے صرف امام بخاری ان کی روایت میں منفرد ہیں۔

امام ترمذی نے ان سے بواسطہ امام بخاری حدیث روایت کی ہے۔

دوسرا راوی:۔

ابوعامر عبدالملک بن عمرو بن قیس العقدی البصری انہوں نے امام مالک اور دیگر محدثین سے حدیث کا سماع کیا اور ان سے امام احمد نے حدیث روایت کی ہے۔ حفاظ حدیث ان کی جلالت اور ثقاہت پر متفق ہیں ۲۰۴ھ یا ۲۰۵ھ میں انکی وفات ہوئی۔

تیسرا راوی:۔

ابومحمد یا ابوایوب سلیمان بن بلال القرشی التیمی المدنی، آل الصدیق کے آزاد کردہ غلام ہیں، انہوں نے عبداللہ بن دینار اور تابعین کی ایک جماعت سے حدیث کا سماع کیا ہے اور ان سے کبار محدثین مثلاً ابن مبارک اور دیگر محدثین نے حدیث روایت کی ہے۔ محمد بن سعد نے کہا یہ بربری تھے نہایت خوبصورت اور عقل مند تھے اور اپنے شہر کے مفتی تھے۔ مدینہ منورہ کے خراج وصول کرنے پر فائز تھے اور مدینہ منورہ میں سن ہجری ۱۷۲ میں انکی وفات ہوئی۔ امام بخاری نے ہارون بن محمد کے حوالے سے کہا کہ سن ہجری ۱۷۷ میں انکی وفات ہوئی اور صحاح ستہ میں بلال نام کا را

وی ان کے سوا اور کوئی نہیں ہے۔

چوتھا راوی:۔

ابوعبدالرحمٰن عبداللہ بن دینار القرشی العدوی المدنی یہ عمرو بن دینار کے بھائی ہیں اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے آزاد کردہ غلام ہیں۔ انہوں نے اپنے آقا اور دیگر کبار علماء سے حدیث کا سماع کیا اور ان سے ان کے بیٹے عبدالرحمٰن اور انکے علاوہ دیگر محدثین نے سماع کیا، بالاتفاق یہ ثقہ راوی ہیں۔ سن ہجری ۱۲۷ میں انکی وفات ہوئی اور نیز راویوں میں عمرو بن دینار الحمصی بھی ہیں جو قوی نہیں ہیں اور صحاح ستہ میں ان دونوں کے علاوہ عمرو بن دینار کا راوی اور کوئی نہیں ہے۔

پانچواں راوی:۔

ابوصالح ذکوان السمان الزیات المدنی۔ یہ کوفہ میں گھی اور زیتون لے جا کر فروخت کرتے تھے۔ جویریہ بنت احمس غطفانی کے آزاد کردہ غلام ہیں۔ شرح قطب الدین میں ہے کہ یہ قیس کی بیوی جویریہ بنت حارث کے آزاد کردہ غلام ہیں۔ انہوں نے صحابہ کرام کی ایک جماعت اور تابعین کے جم غفیر سے حدیث کا سماع کیا اور ان سے تابعین کی ایک جماعت نے حدیث روایت کی جن میں سے ایک حضرت عطاء ہیں امام اعمش نے ان سے ایک ہزار حدیث کا سماع کیا ہے اور ان سے ان کے بیٹے عبداللہ، سھیل اور صالح نے بھی حدیث روایت کی ہے ان کی توثیق پر محدثین کا اتفاق ہے۔ مدینہ منورہ میں سن ہجری ۱۰۱ میں ان کی وفات ہوئی اور راویوں میں ابوصالح کی ایک جماعت ہے جن کا ذکر باب بدء الوحی کی چوتھی حدیث میں گزر چکا ہے۔

چھٹے راوی: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہیں

ان کے اور ان کے والد کے نام میں شدید اختلاف ہے تقریباً تیس اقوال ہیں زیادہ قریب نام عبداللہ یا عبدالرحمٰن بن صخر الدوسی ہے۔ یہ پہلے شخص ہیں جن کی کنیت بلی کے ساتھ ہے۔ یہ ایک بلی کے ساتھ کھیلا کرتے تھے تو نبی اکرم ﷺ نے اسی کے ساتھ ان کی کنیت رکھ دی۔

کچھ اہل علم نے کہا ہریرہ اُن کے والد کا نام تھا یہ اہل صفہ کے سینئیر ترین طالب علم تھے۔ بالاتفاق یہ خیبر والے سال اسلام لائے اور خیبر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حاضر بھی ہوئے۔ ابن عبد البر نے کہا زمانہ جاہلیت میں اور زمانہ اسلام میں کسی کے نام میں اس قدر اختلاف نہیں جتنا ان کے نام میں اختلاف ہے۔

مروی ہے انہوں نے کہا جاہلیت میں میرا نام عبد شمس اور اسلام میں عبد الرحمٰن رکھا گیا۔ ان کی والدہ کا نام میمونہ ہے اور بعض نے کہا امیہ ہے ان کی والدہ رسول اللہ ﷺ کی دعا مبارک سے مسلمان ہوگئیں تھیں حضرت ابوھریرہ نے فرمایا میں نے یتیمی میں نشو ونما پائی اور میں نے مسکینی میں ہجرت کی، میں بسرہ بنت غزوان کا مزدور اور خادم تھا سو اللہ رب العزت نے اس سے میری شادی کردی ساری تعریفیں اس اللہ تعالی کے لیے ہیں جس نے دین کو میرے لیے مضبوط سہارا بنایا اور ابو ہریرہ کو امام بنایا۔

حضرت ابو ہرہرہ نے کہا میں بکریاں چرایا کرتا تھا میری ایک چھوٹی سی بلی تھی جس کے ساتھ میں کھیلتا تھا تو لوگوں نے اس کے ساتھ میری کنیت رکھ دی۔

کچھ اہل عرب نے کہا رسول اللہ ﷺ نے ان کو اس حال میں دیکھا کہ ان کی آستین میں بلی تھی تو آپ ﷺ نے فرمایا ''یا ابا ھریرۃ'' اے بلی والے۔

بالاجماع صحابہ کرام میں سے سب زیادہ یہی حدیث روایت کرنے والے ہیں انہوں نے پانچ ہزار تین سو چوہتر احادیث روایت کی ہیں جن میں سے تین سو پچیس احادیث پر امام بخاری اور امام مسلم متفق ہیں اور ترانوے احادیث میں امام بخاری منفرد ہیں اور ایک سو نوے احادیث کی روایت میں امام مسلم منفرد ہیں۔ حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے آٹھ سو سے زیادہ لوگوں نے حدیث روایت کی ہے جن میں کچھ صحابہ کرام ہیں اور کچھ تابعین ہیں ان میں سر فہرست حضرت عبداللہ بن عباس حضرت جابر اور حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہیں۔ یہ ازدی دوسی یمانی ثم المدنی ہیں ۔آپ مدینہ شریف کے قریب ذوالحلیفہ میں رہتے تھے۔ اس جگہ ان کا ایک گھر تھا جسے انہوں نے اپنے آزاد کردہ غلاموں پر صدقہ کردیا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرنے والوں میں سے ایک ان کے بیٹے المحرر ہیں۔ المحرر بغیر نقطہ والی حاء اور ڈبل راء کے ساتھ۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سن ہجری ۵۹ یا ۵۸ یا ۵۷ میں فوت

ہوئے۔ آپ جنت البقیع میں مدفون ہیں آپ کی عمر اٹھتر سال تھی، یہ جو لوگ کہتے ہیں کہ آپ کی قبر عسقلان کے قریب ہے اس کی کوئی اصل نہیں ہے تم ان سے دور رہو۔ ہاں! وہاں حضرت خیسعۃ بن جندرۃ رضی اللہ عنہ صحابی کی قبر مبارک ہے۔ ابو ہریرہ ان افراد میں سے ہیں کہ صحابہ کرام میں آپ کے علاوہ اس کنیت والا اور کوئی نہیں ہے۔ ہاں صحابہ کرام کے علاوہ راویوں میں ایک ایسے شخص ہیں جن کی یہ کنیت ہے اور وہ مکحول سے روایت کرتے ہیں اور ان سے ابوالملیح الرقی روایت کرتے ہیں لیکن یہ غیر معروف ہیں ایک اور راوی ابو ہریرہ کنیت والے ہیں جن کا نام محمد بن فراش الضبعی ہے۔ امام ترمذی اور ابن ماجہ نے ان کی حدیث روایت کی ہے، سن ھجری ۲۴۵ میں ان کی وفات ہے اور علماء شوافع میں ایک شخص ہیں جن کی یہ کنیت ہے۔ ان کا نام ثابت بن شبل ہے۔ عبدالغفار نے ان کے حق میں کہا: یہ شیخ ہیں فاضل ہیں اور مناظر ہیں۔

انساب کا بیان:

''الجھی'' قبیلہ ''مذحج'' میں موجود ''جھی بن سعد العشیرہ بن مالک'' کی طرف منسوب ہے اور مالک ہی قبیلہ ''مذحج'' (کی تمام چھوٹی بڑی شاخوں) کا جماع (کٹھ) ہے۔

''العقدی'' العقد کی طرف منسوب ہے اور العقد عین مہملہ اور کاف کے اوپر زبر کے ساتھ یہ قبیلہ قیس کی ایک قوم ہے اور قیس قبیلہ ازد کی ایک شاخ ہے، اسی طرح تہذیب میں ہے۔ امام نووی نے شرح میں اسی کی اتباع کی ہے۔ شرح قطب الدین میں ہے کہ العقد قبیلہ بجیلہ کی ایک شاخ ہے اور ایک قول ہے کہ قبیلہ قیس کی شاخ ہے بطور ولاء۔ حافظ ابو الشیخ نے کہا انہیں عقدی اس لیے کہتے ہیں کیونکہ یہ باہم متفق تھے۔ حاکم نے کہا العقد قبیلہ الحارث بن عباد بن ضبیعہ بن قیس بن ثعلبہ کے موالی تھے۔ صاحب العین نے کہا: العقد یمن میں بنو عبد شمس بن سعد کا قبیلہ ہے۔ الرشاطی نے کہا العقدی قبیلہ قیس بن ثعلبہ میں ایک شاخ ہے۔ ابو علی الغسانی نے ابو عمر سے نقل کیا کہ العقد یمن قبیلہ قیس کی ایک شاخ ہے۔

المسندی: میم کے پیش، سین مہملہ کے سکون، اور نون کے اوپر زبر کے ساتھ ہے۔ یہ امام بخاری رحمہ اللہ کے استاذ عبد

اللہ بن محمد ہیں ان کو المسندی اس لیے کہا جاتا ہے کیونکہ یہ مسند حدیث کی تلاش میں رہتے تھے۔اور مرسل اور منقطع حدیث سے اجتناب کرتے تھے صاحب الارشاد نے کہا: یہ مسند حدیث تلاش کرتے تھے۔

حاکم ابوعبداللہ نے کہا: یہ اس لقب سے اس لیے مشہور ہیں کیونکہ ماوراء النھر میں حسب تراجم صحابہ کی مسند حدیث کو جمع کرنے والے یہ پہلے شخص تھے۔

التیمی: مختلف قبائل سے تعلق رکھنے والے تیم کے نام سے مشہور ہیں چنانچہ قریش میں تیم بن مرہ، قبیلہ الرباب میں تیم بن عبد مناۃ بن اد بن طابخہ، قبیلہ النمر بن قاسط میں تیم اللہ بن النمر بن قاسط، قبیلہ شیبان بن ذھل میں تیم بن شیبان، قبیلہ ربیعہ بن نذار میں تیم اللہ بن ثعلبہ، قبیلہ قضاعہ میں تیم اللہ بن رفیدہ اور قبیلہ ضبہ میں تیم بن ذھل ہے۔

العدوی: یہ عدی بن کعب کی طرف منسوب ہے اور عدی بن کعب قبیلہ قریش کے ہیں۔جبکہ قبیلہ الرباب میں عدی بن عبد مناۃ، قبیلہ خزاعہ میں عدی بن عمرو، قبیلہ انصار میں عدی بطن بن نجار، قبیلہ طی میں عدی بن اخرم، قبیلہ قضاعہ میں عدی بن خباب ہیں۔

الدوسی: الازد قبیلہ میں اس کی شاخ ہے اور یہ دوس بن عدنان بن عبداللہ کی طرف منسوب ہے۔

حدیث ھذا کی سند کے لطائف کا بیان:

ا۔اس سند کے سارے راوی مدنی ہیں سوائے العقدی کے کیونکہ یہ بصری ہیں اور سوائے مسندی کے۔

۲۔یہ سارے راوی صحاح ستہ کی شرط پر ہیں۔سوائے المسندی کے جیسا کہ ہم نے اس کو بیان کر دیا۔

۳۔اس حدیث کی سند میں تابعی کی تابعی سے روایت ہے۔اور وہ ہے عبداللہ بن دینار از ابوصالح۔

تخریج حدیث:

اس حدیث کو امام مسلم نے از عبیداللہ بن سعید اور عبد بن حمید از العقدی سند مذکور کے ساتھ روایت کیا ہے۔

نیز امام مسلم نے اس حدیث کو از زھیر از جریر از سھیل بن عبداللہ از ابن دینار از العقدی روایت کیا ہے اور بقیہ جماعت نے بھی اس حدیث کو راویت کیا ہے۔چنانچہ امام ابوداود نے ''کتاب السنہ'' میں از موسیٰ بن اسماعیل از حماد از سھیل سند

مذکور کے ساتھ روایت کیا ہے۔

اور امام ترمذی نے کتاب الایمان میں از ابوکریب از وکیع از سفیان از سھیل سند مذکور کے ساتھ روایت کیا ہے اور فرمایا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔امام نسائی نے بھی کتاب الایمان میں از محمد بن عبداللہ الحرمی از ابوعامر العقدی سند مذکور کے ساتھ روایت کیا ہے۔(نیز امام نسائی نے اس حدیث کو) از احمد بن سلیمان از ابوداود الحفری اور ابونعیم از سفیان سند مذکور کے ساتھ روایت کیا ہے۔(نیز امام نسائی نے اس حدیث کو) از یحیٰ بن حبیب بن عربی اس خالد بن حارث از ابن عجلان از العقدی حدیث مذکور کا بعض حصہ ''حیاء ایمان کا حصہ ہے'' روایت کیا ہے اور امام ابن ماجہ نے کتاب السنہ میں از علی بن محمد الطنافسی از وکیع سند مذکور کے ساتھ روایت کیا۔نیز انہوں نے از عمرو بن رافع از جریر سند مذکور کے ساتھ روایت کیا ہے۔اور از ابوبکر بن ابی شیبہ از ابوجمال الاحمر از بن عجلان بھی اس حدیث کے ہم معنی روایت کیا ہے۔

اختلاف روایات کا بیان

یہاں ابوزید المروزی کے طریق سے اسی طرح ''الایمان بضع و ستون شعبة'' واقع ہوا ہے۔اور مسلم وغیرہ کی روایت میں سھیل از عبداللہ بن دینار کے طریق سے ''بضع و سبعون شعبة او بضع و ستون'' واقع ہوا ہے۔اور نیز اس حدیث کو امام مسلم نے العقدی از سلیمان کے طریق سے ''بضع و سبعون شعبة'' کے الفاظ سے روایت کیا ہے۔ابوذر الھروی کے طریق سے بخاری میں اسی طرح واقع ہوا ہے۔جبکہ ابوداود اور ترمذی وغیرہ کی روایت میں از روایت سھیل ''بضع و سبعون'' کے الفاظ بلاشک وشبہ واقع ہوئے ہیں۔قاضی عیاض نے اسی کو ترجیح دیتے ہوئے کہا ہے یہی الفاظ درست ہیں۔اور اسی طرح امام حلیمی اور علماء کی کئی جماعتوں نے انہی الفاظ کو ترجیح دی ہے۔جن میں سرفہرست امام نووی رحمہ اللہ ہیں۔اس لیے کہ یہ ثقہ راوی کا اضافہ ہے لھذا اس کو قبول کیا جائے گا اور اسے ہی مقدم کیا جائے گا۔اور کم عدد والی روایت میں کوئی ایسی چیز نہیں ہے جو اس اضافے کے لیے باعث رکاوٹ بنے۔شیخ ابن صلاح نے کہا اقل کو ترجیح دینا اشبہ ہے کیونکہ یہ متیقن ہے۔امام بیہقی کے بقول اس روایت میں شک سھیل سے واقع ہوا ہے حالانکہ یہ روایت از سھل از جریر کی سند سے بھی روایت کی گئی ہے اور اس میں الفاظ بغیر شک کے ''وسبعون''

کے ہیں۔ مسلم و بخاری میں اسی طرح ''بضع و سبعون'' ہے۔ شیخ ابن صلاح نے کہا ہمارے علاقوں میں موجود بخاری کے نسخوں میں ''الا و ستون'' کے الفاظ ہیں۔

مسلم کی حدیث کے الفاظ میں عبارت اس طرح ہے:

''فا فضلها قول لا اله الله وادنا ها اما طة الاذى عن الطريق و الحياء شعبة من الايمان''

ابن ماجہ کی روایت میں ''فارفعها'' کا لفظ ہے۔ اور لا لکائی کی روایت میں یہ الفاظ ہیں:

''و ادنا ها اما طة العظم عن الطريق''۔

اور ابن شاہین کی کتاب میں یہ الفاظ ہیں:

''خصال الايمان افضلها قول لا اله الله''

اور ترمذی کی روایت میں ''بضع و سبعون بابا'' کے الفاظ ہیں امام ترمذی رحمہ اللہ نے فرمایا یہ حدیث حسن ہے

اور اس حدیث کو محمد بن عجلان نے از عبداللہ بن دینا از ابو صالح

''الايمان ستون بابا او سبعون او بضع''

(دو عددوں میں ایک کے ساتھ) کے الفاظ کے ساتھ روایت کیا ہے۔

اور قتیبہ از ابو بکر بن معضر از عمارہ بن اربع از ابو صالح کی روایت میں ''الايمان اربع و ستون بابا'' کے الفاظ ہیں اور مغیرہ بن عبداللہ بن عبیدہ کی حدیث میں ہے انہوں نے کہا میرے باپ نے میرے دادا کے حوالے سے حدیث بیان کی اور میرے دادا صحابی تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ایمان کی ۳۳ شریعتیں ہیں۔ جس شخص نے ان میں سے کسی ایک شریعت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا کامل طور پر حق ادا کیا وہ جنت میں داخل ہوگا اور ابن شاہین کی کتاب میں از طریق افریقی از عبداللہ بن راشد مولی عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ یہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: بے شک رحمٰن عز و جل کے سامنے ایک تختی ہے جس میں ۳۱۹ شریعتیں ہیں اللہ عز و جل فرماتا ہے میرے بندوں میں سے جو بندہ ان میں سے کسی ایک کو قبول کرے گا (یعنی اس پر عمل کرے گا) میں اس کو جنت میں داخل کروں گا بشرطیکہ وہ میرے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھراتا ہو اور عبدالواحد بن زید کی حدیث میں ہے از عبداللہ بن راشد از اپنے مولی حضرت

عثمان رضی اللہ عنہ انہوں نے کہا میں نے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ بے شک رحمٰن عز و جل کے (عرش کے) سامنے ایک تختی ہے جس میں ۳۱۹ شریعتیں ہیں اللہ عز و جل فرماتا ہے میرے بندوں میں سے جو بندہ ان میں سے کسی ایک کو لائے گا (یعنی اس پر عمل کرے گا) میں اس کو جنت میں داخل کروں گا بشرطیکہ میرے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھراتا ہو۔ اور عبدالواحد بن زید کی حدیث میں ہے از عبداللہ بن ارشد از اپنے مولی حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ ان کا بیان ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا بے شک اللہ رب العزت کے سو (۱۰۰) خلق ہیں جو بندہ ان میں سے کسی ایک خلق پر عمل پیرا ہوگا وہ جنت میں داخل ہوگا (راوی کہتے ہیں) ہمیں امام احمد نے کہا کہ امام اسحٰق سے پوچھا گیا اخلاق کا معنی کیا ہے؟ فرمایا: انسان میں حیاء ہوتی ہے انسان میں رحمت ہوتی ہے انسان میں سخاوت ہوتی ہے انسان میں نرمی ہوتی ہے یہ اللہ عز و جل کے اخلاق میں سے ہے۔ خیلی کی کتاب الدیباج میں از حدیث نوح بن فضالہ از مالک بن زیاد اشجعی یہ الفاظ ہیں اسلام کے ۳۱۵ حصے ہیں (تمام نسخہ جات میں یہ حدیث ناقص ہے اس لیے ہم نے اس حدیث کا ترجمہ ترک کر دیا ہے فلیحرر)

رستہ نے کہا ہمیں ابن مہدی نے حدیث بیان کی از اسرائیل از ابو اسحٰق از صلہ از حضرت حذیفہ ان کی حدیث میں یہ الفاظ ہیں اسلام کے آٹھ حصے ہیں۔

ایک حصہ اسلام ہے، ایک حصہ نماز ہے، ایک حصہ زکوۃ ہے، ایک حصہ رمضان کے روزے ہیں، ایک حصہ حج ہے، ایک حصہ جہاد ہے، ایک حصہ امر بالمعروف ہے اور ایک حصہ نہی عن المنکر ہے۔ اور وہ شخص ناکام و نامراد ہوا جس کے پاس ان حصوں میں سے کوئی حصہ نہ ہو۔

لغات کا بیان:

لفظ بضع کی لغوی تحقیق:

شیخ البنانی نے ''الموعب'' میں اصمعی کے حوالہ سے ذکر کیا ہے کہ ''بضع'' بروزن علم، دو سے دس کے درمیان تک اور بارہ سے بیس کے درمیان تک یا اس سے اوپر تک کے عدد کو کہا جاتا ہے۔ جمع مذکر میں ''بضعۃ عشر'' اور جمع

مؤنث میں ''بضع عشرة'' کہا جاتا ہے۔ارشاد باری تعالی ہے۔ ''فی بضع سنین''۔
گیارہ اور بارہ عدد کے ساتھ اس لفظ کا استعمال نہیں کیا جائے گا۔بلکہ'' البضع ''تین سے دس تک کے عدد کے ساتھ
استعمال کیا جائے گا۔صاحب العین نے کہا ہے''البضع ''سات کے عدد کو کہتے ہیں۔شیخ قطرب نے کہا ہمیں ایک ثقہ
شخص نے نبی اکرم ﷺ کے حوالے سے خبر دی ہے کہ آپ نے ارشاد باری تعالیٰ فی بضع سنین '' کی تفسیر میں فرمایا
پانچ سے سات تک کے درمیان۔علماء لغت نے کہا: تین سے نو تک کے درمیان والے عدد کو''بضع'' کہتے ہیں۔امام
فراء نے کہا: تین سے نو تک کے درمیان والے عدد کو''البضع '' کہتے ہیں۔میں نے اہل عرب کو ایسا ہی کرتے ہوئے
دیکھا ہے۔اور وہ یوں نہیں کہتے''بضع و مائة ''اور''بضع و الف ''اور دس اور بیس تا نوے کے ساتھ اس کا ذکر نہیں
کرتے۔شیخ زجاج نے کہا اس کا معنی ہے عدد کا ایک حصہ اسے دس سے کم، تین سے نو تک کے لیے مقرر کیا جاتا ہے اور
یہی صحیح ہے۔اور یہی امام اصمعی کا قول ہے۔دیگر علماء لغت نے کہا تین سے نو تک کے عدد کے لیے''بضع '' کہا جاتا
ہے۔امام ابوعبیدہ نے کہا نصف دس کے درمیان کو''بضع '' کہا جاتا ہے۔شیخ یعقوب نے ابوزید کے حوالے سے کہا
''بضع و بضع ''بروزن علم وصقر ہے۔
المحکم میں ہے''بضع ''(بغیر تا کے) ثلاث سے عشر تک اور ثلاثة سے عشرة تک تاء کے ساتھ کے عدد کو کہا جاتا ہے۔یہ
بھی اسی چیز کی طرف مضاف ہوتا ہے جس چیز کی طرف آحاد مضاف ہوتے ہیں اور''العشرہ'' کے ساتھ مبنی ہوتا ہے
جس طرح باقی آحاد مبنی ہوتے ہیں اور''عشر''غیر منصرف ہوتا ہے۔
شیخ قزاز کی الجامع میں ہے''بضع سنین '' کا معنی ہے چند سال اور یہ لفظ عدد میں دس سے کم عدد کے قائم مقام
ہے۔علماء لغت کی ایک جماعت نے کہا اللہ تعالی کا فرمان''فلبث فی السجن بضع سنین ''اس بات پر دلالت کرتا
ہے کہ''بضع سنین ''' سے سات سال مراد ہیں اس لیے کہ حضرت یوسف علیہ السلام قید میں سات سال ٹھہرے ہیں۔
امام ابوعبیدہ نے کہا''البضع ''نصف عقد ہے۔ان کی مراد یہ ہے کہ یہ لفظ ایک سے چار تک کے لیے استعمال ہوتا ہے
اور الصحاح میں ہے کہ تم''بضع و عشرون ''نہیں کہہ سکتے، المطرزی نے اس کی شرح میں کہا''البضع ''کا استعمال چار
سے نو تک کے لیے ہوتا ہے۔یہ وہ ہے جسے ہم نے علماء بصریین اور کوفیین سے حاصل کیا ہے اور اس میں اختلاف بھی ہے۔

اور'' النیف ''ایک سے تین تک کے عدد کے لیے استعمال ہوتا ہے۔
ابن السید نے المثلث میں کہا''البضع ''باء کی زبر اور زیر کے ساتھ ابوعبید کے قول کے مطابق ایک سے پانچ تک کے
درمیان والے عدد کو کہا جاتا ہے۔دیگر علماء لغت نے کہا ایک سے دس تک کے درمیان کو کہا جاتا ہے یہی صحیح ہے۔
امام ھروی کی کتاب''الغریبین''میں ہے''البضع ''اور''البضعة ''ایک ہی لفظ ہے اور دونوں کا معنی ہے عدد کا ایک
حصہ۔
قاضی عیاض نے ساتھ یہ بھی اضافہ کیا ہے کہ یہ دونوں لفظ باء کی زبر اور زیر دونوں کے ساتھ مستعمل ہیں۔العباب میں
ہے شیخ ابوزید نے کہا''اقمت بضع سنین ''با کے اوپر زبر کے ساتھ "جلست فی بقعة طیبة"اور'' اقمت برهة '' یہ
سارے لفظ باء کے اوپر زبر کے ساتھ ہیں۔اور یہ تین سے نو تک کے درمیان کو کہا جاتا ہے۔شیخ اثرم نے ابوعبیدہ سے
روایت کیا ہے''البضع ''تین سے پانچ والے عدد کو کہا جاتا ہے۔اور تم یوں کہہ سکتے ہو''بضع سنین ''اور''بضعة
عشر رجل ''اور''بضع عشرة امراة''۔جب لفظ''العشر '' سے تم نے تجاوز کیا تو'' البضع ''کا استعمال ختم
ہو جائے گا۔لہذا تم نہیں کہہ سکتے''بضع و عشرون ''۔اور ایک قول یہ ہے کہ یہ غلط ہے بلکہ یہ کہا جا سکتا ہے۔شیخ ابو
زید نے کہا اس کے لیے''بضعة و عشرون رجلا''اور''بضعة و عشرون امراة'' کہا جا سکتا ہے۔اور اصل میں
''البضع ''غیر محدود عدد کو کہا جاتا ہے اور یہ مبہم اس لیے ہے کیونکہ یہ''القطعه '' کے معنی میں ہے اور''القطعة'' کا لفظ
غیر محدود ہے۔

لفظ شعبة کی تحقیق:

یہ لفظ شین کے پیش کے ساتھ ہے جس کا معنی ہے''القطعة''(ٹکڑا) اور''الفرقة''اور یہ''الشعب'' کا واحد ہے اور
الشعب درخت کی ٹہنیوں کو کہا جاتا ہے۔امام ابن سیدہ نے کہا:''شعبة'' کا معنی ہے جماعت اور کسی شیء کا حصہ اور اسی
لفظ سے ہے''شعب الآباء''اور''شعب القبائل ''اور''شعب الاربع ''اور''شعب القبائل ''میں موجود لفظ شعب کا
واحد شعب ہے۔شعب کے اوپر زبر کے ساتھ اور ایک قول کے مطابق زیر کے ساتھ اس کا معنی ہے بڑے بڑے قبیلے

اوراسی طرح ''شعب الاناء '' بمعنی برتن کا دستہ یا برتن کی ٹوٹی ہوئی جگہ یہ لفظ بھی شین کے اوپر زبر کے ساتھ ہے۔امام خلیل نے کہا'' الشعب '' کا معنی اکٹھا ہونا ہے اور جدا جدا ہونا یعنی دونوں ضدیں ہیں (مطلب یہ ہے کہ یہ لفظ اضداد میں سے ہے) اور حدیث میں شعبہ سے مراد خصلت ہے۔یعنی ایمان متعدد خصلتوں والا ہے۔

''لفظ الحیاء کی تحقیق''

یہ لفظ مد کے ساتھ ہے جس کا معنی ہے حیاء کرنا۔شرم کرنا اور اسکا اشتقاق لفظ'' الحیات '' سے ہے جب بندے کی حیات منقبض ہو جائے اور اسکی زندگی تنگ ہو جائے تو کہا جاتا ہے''حی الرجل'' جیسے کہا جاتا ہے''نسی نساء'' یعنی اس نے اس کی ران والی رگ پر مارا اور اسی طرح لفظ ہے''حشی'' یہ اس وقت کہا جاتا ہے جب کوئی آدمی کسی کی پسلیوں پر مارے تو''الحی'' کا معنی ہے مذمت کے خدشہ سے مئوف ہونا اور یوں بھی کہا جاتا ہے''قد حی منه حیاء'' اور''استحی '' اور''استحیی ''۔

استحی میں آخری یاء کو التقاء ساکنین سے بچنے کے لیے حذف کر دیا گیا۔اور آخری دونوں (استحی اور استحیی) حرف جر کے ساتھ اور حرف جر کے بغیر دونوں طرح متعدی ہوتے ہیں اہل عرب کہتے ہیں''استحیی منك '' اور'' استحیاك '' اور'' رجل حی '' کا معنی ہے حیاء والا مرد اور مؤنث کے لیے''ة'' کے ساتھ استعمال ہوتا ہے، ''امراۃحییة''

حیاء کی تعریف:

ایسا تغیر اور ایسی انکساری جو انسان کو عیب یا مذمت کے خدشہ کی وجہ سے لاحق ہو۔اور کبھی یوں بھی تعریف کی جاتی ہے۔قبیح کے ارتکاب کے خوف کی وجہ سے نفس کا تنگ ہونا۔

اعراب کا بیان:

حدیث مبارک میں موجود لفظ''الایمان '' مبتداء ہے اور الفاظ مبارک''بضع و ستون شعبة '' اس کی خبر

ہے۔کرمانی نے کہا: صحیح بخاری کے بعض اصول میں اسی طرح '' ب ضع '' ہے جبکہ اکثر اصول میں ''بضعة '' ھا کے ساتھ ہے۔بعض لوگوں نے کہا (اس سے مراد حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ ہیں) بعض روایات میں ''بضعة '' تاء کی تانیث کے ساتھ واقع ہوا ہے۔میں کہتا ہوں درست بات کرمانی کی ہے۔اسی طرح بعض شراح نے کہا ہے۔اور اسی طرح بعض اصول میں یہاں بضع واقع ہوا جبکہ اکثر اصول میں ''ھاء'' کے ساتھ ''بضعة'' واقع ہوا ہے۔اور اس جگہ کے علاوہ اکثر روایات میں'' بضع '' ھاء کے بغیر واقع ہوا ہے۔اور یہ مشہور لغت کے مطابق ہے اور بر بناء تاویل ''ھاء'' والی روایت بھی صحیح ہے۔میں کہتا ہوں اس بات میں کوئی شک نہیں کہ'' بضع '' مؤنث کے لیے اور ''بضعة'' مذکر کے لیے استعمال ہوتا ہے۔اور لفظ''شعبة '' مونث ہے تو مناسب ہے یوں کہا جائے'' بضع '' بغیر ''ھا'' کے۔لیکن چونکہ'' بضعة '' کا لفظ روایت میں آرہا ہے تو اب اس بات کی محتاجی ہوگی کہ لفظ'' شعبة '' کو لفظ ''النوع'' کی تاویل میں کیا جائے اور یہ اس وقت ہے جب لفظ'' شعبة '' کا معنی کسی شی کا حصہ کیا جائے اور لفظ ''شعبة'' کی تاویل لفظ''خلق'' کی ساتھ کی جائے گی بشرطیکہ لفظ''شعبة '' کا معنی خصلت اور خلت کیا جائے۔حدیث مبارک میں موجود لفظ'' الحیاء '' مبتداء ہے اور لفظ''شعبة'' اس کی خبر ہے۔ارشاد مبارک''من الایمان'' محل رفع ہے اس لیے کہ یہ لفظ'شعبةٌ' کی صفت ہے۔

علم معانی اور بیان کا بیان:

اس بات میں کوئی شک نہیں کہ سامع کو مکمل فائدہ پہنچانے کے لیے مسند الیہ کو معرفہ ذکر کرنے کا قصد کیا جاتا ہے۔اس لیے کہ خبر سے فائدہ یا حکم یا لازم حکم ہوتا ہے۔جیسا کہ یہی چیز اپنے محل (کُتب بلاغت) میں بیان کی گئی ہے۔اس حدیث میں دو جملوں کے درمیان ''واؤ'' کے ساتھ فصل ہے۔اس لیے کہ متکلم نے تشریک کا قصد کیا ہے اور واو کی تعیین اس لیے ہے کیونکہ واو جمع پر دلالت کرتی ہے اور اس حدیث میں ایمان کو ٹہنی اور شاخوں والے درخت کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے۔جیسا کہ حدیث سابق میں اسلام کو ستونوں اور میخوں والے خیمہ کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے۔اور اس کی بنیاد مجاز پر ہے اور یہ اس لیے کہ لغت میں ایمان کا معنی ہے تصدیق کرنا اور عرف شرع میں ایمان کا معنی ہے دل اور زبان

سے تصدیق کرنا اور ایمان کی تمامیت اور کمال طاعات کے ساتھ ہے لہذا ایمان کے بارے میں یہ خبر دینا کہ اس کی ساٹھ یا ستر سے زائد شاخیں ہیں یا اس کے ہم معنی ہیں یہ اطلاق الاصل علی الفرع کے قبیل سے ہے۔ اور یہ اس لیے کہ ایمان اصل ہے اور اعمال اس کی فرع ہیں اور اعمال پر ایمان کا اطلاق مجازی ہے اس لیے کہ اعمال ایمان کی وجہ سے ہوتے ہیں۔ اور اہل سنت محدثین، فقہا اور متکلمین اس بات پر متفق ہیں کہ مومن جس کے ایمان اور اہل قبلہ سے ہونے اور جہنم میں نہ ہمیشہ رہنے کا حکم لگایا جائے گا وہ وہ ہے جو اپنے دل کے ساتھ دین اسلام کا ایسا پختہ اعتقاد رکھے جو شکوک وشبہات سے خالی ہو نیز وہ شہادتین کا زبان سے تلفظ کرے سو کوئی اگر ان میں سے کسی ایک پر اقتصار کرے وہ اہل قبلہ میں سے نہیں ہوگا الا یہ کہ وہ زبان کے ساتھ شہادتین کا تلفظ کرنے سے عاجز ہو کیونکہ ایسا شخص مومن ہوگا مگر کتاب الشفاء میں قاضی عیاض نے اس کے بارے میں یہ نقل کیا ہے کہ جو شخص دل کے ساتھ دین اسلام کا اعتقاد رکھے اور زبان سے شہادتین کا تلفظ نہ کرے بغیر عذر کے جو اسے بولنے سے روکے بے شک یہ چیز ضعیف قول کے مطابق اسے دار آخرت میں نفع دے گی اور وہ کامیاب ہوگا۔ لیکن یہ غیر مشہور قول ہے۔ واللہ اعلم۔

استنباط فوائد کا بیان:

یہ استنباط کئی وجوہ پر ہے:

پہلی وجہ:

صحیح بخاری کے اس مقام پر ساٹھ کے عدد کی تعیین میں، صحیح بخاری کی دوسری روایت اور اصحاب سنن کی روایت میں ستر کے عدد کی تعیین کے بیان میں یہ پہلی وجہ ہے۔

جہاں تک ساٹھ کے عدد کی تعیین اور تخصیص میں حکمت کا تعلق ہے وہ یہ ہے کہ عدد یا زائد ہوگا اور زائد عدد وہ ہے جس کی اجزاء اس سے زیادہ ہوں جیسے بارہ پس بے شک اس کے اجزاء یہ ہیں نصف، ثلث، ربع، سدس اور نصف سدس اور ان اجزاء کا مجموعہ بارہ کے عدد سے زیادہ ہے اور وہ ہے سولہ۔ یا عدد ناقص ہوگا اور عدد ناقص وہ ہے جس کے اجزاء اس سے کم ہوں جیسے چار اس کے یہ جز ہیں ربع اور صرف نصف۔ یا عدد تام ہوگا، اور عدد تام وہ ہے جس کے

اجزاء اس کے برابر ہوں جیسے چھ اس کے اجزاء یہ ہیں نصف ثلث اور سدس اور یہ اجزاء چھ کے مساوی ہیں اور تینوں انواع میں سے فضیلت عدد تام کو حاصل ہے۔ جب اس میں مبالغہ کا ارادہ کیا گیا تو اس کے آحاد کو اعشار (دس، دس الخ) بنا دیا گیا اور وہ ساٹھ ہیں۔

اور جہاں تک ستر کے عدد کی تعیین میں حکمت کا تعلق ہے تو وہ یہ ہے کہ سات جملہ اقسام عدد پر مشتمل ہے، کیونکہ یہ فرد اور زوج کی طرف منقسم ہے اور ان میں سے ہر ایک اول اور مرکب کی طرف منقسم ہے فرد اول تین ہیں جبکہ مرکب چار ہے نیز سات کا عدد چار کی طرح بولنے اور چھ کی طرح نہ بولنے میں کی طرف منقسم ہے سو جب اس میں مبالغہ کا ارادہ کیا گیا تو اس کے آحاد کو اعشار (دس، دس الخ) بنا دیا گیا اور وہ ستر ہے۔

اور جہاں تک دونوں قسموں پر "بضع" (کچھ) کے اضافے کا تعلق ہے تو (گزشتہ بحث میں) معلوم ہو چکا ہے کہ اس کا اطلاق چھ اور سات پر ہوتا ہے کیونکہ یہ دو سے دس یا دس سے اوپر کے درمیان والے عدد کو کہا جاتا ہے۔ جیسا کہ "صاحب الموعب" نے اس کی تصریح کی ہے۔ سو پہلی صورت میں چھ کا عدد ساٹھ کے لیے اصل ہے اور دوسری صورت میں سات کا عدد ستر کے لیے اصل ہے جیسا کہ ہم نے اسے ذکر کر دیا ہے۔ ان دو عددوں میں سے ہر ایک کی تعیین کی وجہ یہ ہے۔

دوسری وجہ:

ان دو عددوں سے مراد آیا حقیت ہے یا بطور مبالغہ ان کا ذکر کیا گیا ہے۔

بعض اہل علم نے کہا اس سے کثرت مراد ہے، عدد مراد نہیں ہیں جیسا کہ اللہ تعالی اس کے فرمان میں ہے:

"ان تستغفر لهم سبعين مرة"

علامہ طیبی نے فرمایا: زیادہ ظاہر یہ ہے کہ یہاں تکثیر مراد ہے اور "بضع" کا ذکر ترقی کے لیے ہے، یعنی ایمان کے شعبوں کے عدد مبہم ہیں اور ان کی کثرت کی وجہ سے ان کی انتہا نہیں ہے اس لیے کہ اگر تحدید مراد ہوتی تو عدد مبہم نہ رکھا جاتا۔

بعض لوگوں (اس سے مراد حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ ہیں) نے کہا اہل عرب در بارہ مبالغہ ستر کا کثرت سے

استعمال کرتے ہیں اور اس پر سات کا اضافہ جسے "بضع" سے تعبیر کیا گیا اس وجہ سے ہے کہ سات کامل عدد ہے کیونکہ چھ پہلا عدد تام ہے اور یہ ایک کے ساتھ مل کر سات ہے لہذا سات کا عدد کامل ہے۔ اس لیے کہ تمامیت کے بعد کمال کے سوا کچھ نہیں اور اسد (شیر) کو سبع کامل قوت کی وجہ سے کہتے ہیں۔ اور ستر کا عدد انتہا کی انتہا ہے اس لیے کہ آحاد کی انتہا عشرات (دس، دس الخ) ہے۔

سوال:

اگر تم کہو تم نے پہلے کہا ہے کہ "بضع" دو سے دس کے درمیان اور دس سے اوپر کے عدد کے لیے استعمال ہوتا ہے تو یہ تم نے کہاں سے کہہ دیا کہ "بضع" سے مراد سات ہے حتی کہ قائل مذکور اس پر اپنے کلام کی بنیاد رکھے؟

جواب:

میں کہتا ہوں کہ صاحب العین نے اس بات پر تصریح کی ہے کہ "البضع" سے مراد سات کا عدد ہے جیسا کہ ہم نے ذکر کر دیا۔

بعض لوگوں نے کہا جتنی مقدار ذکر کر دی گئی ہے اتنے ہی ایمان کے شعبے ہیں اور اس سے مراد حقیقتاً خصلتوں کی تعداد کا بیان ہے۔

سوال:

اگر تم کہو کہ جب مراد خصلتوں کی تعداد کا بیان ہے تو اختلاف مذکور کا ہے کا؟

جواب:

میں کہتا ہوں اس مقدار پر عدد کی تخصیص کے وقت ایمان کے شعبے ساٹھ سے زائد ہی ہوں تو آپ ﷺ نے بیان واقع کے لیے اس عدد کا ذکر کیا ہو، پھر اس کے بعد ستر سے زائد عدد پر تصریح فرمائی ہو اسی مقدار پر دس کے عدد کے زائد ہونے کے مطابق۔

اس بحث کو خوب سمجھ لو کیونکہ یہ نہایت دقیق مقام ہے۔

تیسری وجہ: عدد مذکور کے بیان میں

امام ابوحاتم بن حبان (حاء کے نیچے زیر اور باء کی شد کے ساتھ) البستی نے اپنی کتاب "وصف الایمان وشعبہ" میں کہا کہ ایک مدت تک میں نے اس حدیث کے معنی کا تتبع کیا اور اس میں طاعات کی گنتی کی تو وہ طاعات اس عدد سے بہت زیادہ بڑھ گئیں، پھر میں نے سنن کی طرف رجوع کیا تو میں نے ہر اس طاعت کو شمار کیا جس کو رسول اللہ ﷺ نے ایمان کا حصہ قرار دیا در ایں صورت وہ طاعات ستر سے کم ہو گئیں۔ پھر میں نے کتاب اللہ کے ساتھ سنن کو ملایا اور میں نے معاد کو ساقط کر دیا تو در ایں صورت ہر وہ چیز جس کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے ایمان کا حصہ قرار دیا وہ ستر اور کچھ تھیں اس سے زیادہ تھیں نہ کم، تو مجھے یقین ہو گیا کہ نبی اکرم ﷺ کی مراد یہ ہے کہ یہ عدد مذکور کتاب اللہ اور حدیث مبارک دونوں میں ہے۔ اھ

اور ایک جماعت نے بطور اجتہاد اس عدد کے بیان میں تکلف کیا (جو انہوں نے بطور اجتہاد بیان کیا) اس کے مراد ہونے کا فیصلہ کرنے میں نظر ہے اور مشکل بھی ہے۔

قاضی عیاض نے کہا: تفصیلی طور پر اس کی عدم معرفت ایمان میں قدح نہیں کرتی کیونکہ ایمان کے اصول اور فروع معلوم ہیں اور ثابت ہیں اور اس پر ایمان رکھنا کہ یہ عدد فی الجملہ ثابت ہیں اور اس عدد پر ان اصول کی تفصیل اور تعیین توقیف کی طرف محتاج ہے۔

امام خطابی نے کہا: یہ اصول اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے علم میں منحصر ہیں اور شریعت میں موجود ہیں، ہاں! شریعت مطہرہ نے ہمیں اس پر مطلع نہیں کیا اور یہ چیز ہمارے ان چیزوں کے تفاصیلی علم میں جس کا ہمیں مکلف کیا گیا نقصان نہیں دیتی، سو جس چیز کے علم کا ہمیں حکم دیا گیا ہم نے عمل کیا اور جس چیز سے ہمیں منع کیا گیا ہم اس سے باز رہے اگرچہ ہم اس کے اعداد کے حصر کا احاطہ نہیں کر سکتے۔

نیز اسی وجہ سے امام خطابی نے کہا: ایمان ایسا اسم ہے جس کی شاخیں متعدد امور کی طرف نکلتی ہیں جن کا جماع (کٹھ) طاعت ہے، اسی وجہ کچھ علماء اس طرف گئے ہیں کہ لوگ درجات ایمان میں ایک دوسرے سے آگے ہیں اگرچہ اسم ایمان میں برابر ہیں۔ اور ایمان کی ابتداء کلمہ شہادت ہے، رسول اکرم ﷺ اپنی بقیہ عمر مبارک میں لوگوں کو کلمہ شہادت

کی دعوت دیتے رہے تو جو اس دعوت کو قبول کر لیتا اسے مومن کہا جاتا تھا یہاں تک کہ فرائض نازل ہوئے اور ان پر فرائض واجب ہونے کے وقت انہیں اسی نام سے خطاب کیا گیا۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد مبارک ہے:

یا ایھا الذین امنو ا اذا قمتم الی الصلوۃ ـــ

اے ایمان والو جب تم نماز کا ارادہ کرو۔۔۔

اور یہ حکم ہر ایسے اسم میں دائمی ہے جو متعدد شاخوں والے امر پر واقع ہے جیسے نماز۔ اگر کوئی شخص کسی ایسی مسجد کے پاس سے گزرے جس میں کچھ لوگ ہوں جن میں سے کوئی نماز میں سبحانک اللھم پڑھ رہا ہو، کوئی حالت رکوع میں اور کوئی حالت سجدہ میں ہو تو وہ شخص کہے میں نے ان کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تو وہ (اپنے اس قول میں) سچا ہوگا حالانکہ نماز میں ان نمازیوں کے احوال مختلف ہیں اور ان کے افعال ایک دوسرے سے افضل ہیں۔

سوال:

اگر یہ سوال کیا جائے کہ ایمان کے ستر سے زائد شعبہ جات ہیں تو کیا تمہارے لیے ممکن ہے کہ تم ان سب کے نام ذکر کرو اگر چہ تم ان کی تفصیل سے عاجز ہو تو کیا مجہول چیز پر تمہارا ایمان صحیح ہے؟

جواب:

جس چیز کا ہمیں مکلف کیا گیا اس پر ہمارا ایمان صحیح ہے اور اس کا علم حاصل ہے۔ اور یہ دو وجوں سے ہے۔

پہلی وجہ:

سید عالم ﷺ نے (اس حدیث مبارک میں) ایمان کے اعلیٰ اور ادنیٰ درجہ پر اعلیٰ طاعات اور ادنیٰ طاعات کے نام کے ساتھ تصریح فرمائی ہے۔ سو ان کے درمیان جتنی جنس طاعات ہیں وہ سب اس میں داخل ہیں اور جنس طاعات معلوم ہیں۔

دوسری وجہ:

ہم پر ان اشیاء کی معرفت ان کے خاص ناموں کے ساتھ واجب نہیں کی گئی حتیٰ کہ عقد ایمان میں ان کا نام لینا ہم پر لازم ہو بلکہ ہمیں ان تمام کی تصدیق کا مکلف کیا گیا جس طرح ہمیں فرشتوں پر ایمان لانے کا مکلف کیا گیا ہے اگر چہ ہم ان فرشتوں میں سے اکثر کے نام اور ذوات کو نہیں جانتے۔

امام نووی نے کہا: (اس حدیث مبارک میں) نبی اکرم ﷺ نے ان شعبہ جات میں سے اعلیٰ اور ادنیٰ کو بیان فرمایا ہے جیسا کہ صحیح حدیث میں آپ ﷺ کا یہ قول مبارک ثابت ہے کہ ''ایمان کے شعبوں میں سے اعلیٰ شعبہ ''لا الہ الا اللہ'' ہے اور ادنیٰ شعبہ ہے راستہ سے تکلیف دہ چیز کو دور کرنا''۔ تو آپ ﷺ نے بیان فرما دیا کہ ایمان کا اعلیٰ شعبہ وہ توحید ہے جو ہر مکلف پر متعین ہے۔ اور توحید وہ شعبہ ہے کہ اس کے صحیح ہونے کے بعد ہی باقی شعبہ جات صحیح ہوتے ہیں اور یہ بھی بیان فرمایا کہ ادنیٰ شعبہ یہ ہے کہ راستہ سے ایسی چیز دور کرنا جس سے مسلمان کا نقصان متوقع ہو۔ اور ان دونوں کے درمیان تمام عدد باقی ہیں، لھذا ہم پر لازم ہے ان پر ایمان لانا اگر چہ ہم ان کے تمام افراد کی ذوات کو نہیں پہچانتے جیسا کہ ہم فرشتوں پر ایمان رکھتے ہیں اگر چہ ہم ان کی ذوات اور ان کے ناموں کو نہیں پہچانتے۔ اھ

ایمان کے ان شعبہ جات کی تعیین میں علماء کی ایک جماعت نے کتب تصنیف فرمائی ہیں۔ جن میں سے چند یہ ہیں:

(۱) امام ابو عبد اللہ الحلیمی: انہوں نے ایمان کے شعبہ جات میں ایک کتاب تصنیف فرمائی جس کا نام ہے ''فوائد المنھاج''

(میں کہتا ہوں یہ کتاب تین ضخیم جلدوں میں دار الفکر بیروت سے چھپ چکی ہے)

(۲) حافظ ابو بکر بیہقی: ان کی کتاب کا نام ہے ''شعب الایمان'' (میں کہتا ہوں یہ کتاب مختلف کتب خانوں سے متعدد بار شائع ہو چکی ہے)

(۳) امام اسحٰق بن قرطبی: ان کی کتاب کا نام ہے ''کتاب النصائح'' (میں کہتا ہوں یہ کتاب ہماری نظر سے تا حال اوجھل ہے)

(۴) امام ابو حاتم (ابن حبان): ان کی کتاب کا نام ہے ''وصف الایمان وشعبہ'' (میں کہتا ہوں ایک اور کتاب بھی اس

موضوع پر عمدہ طریقہ سے لکھی گئی ہے جس کا ذکر شارح علیہ الرحمہ نے نہیں فرمایا جس کا نام ہے "شعب الایمان" اس کتاب کے مصنف امام عبد الجلیل القصری رحمہ اللہ ہیں یہ کتاب بھی مطبوع ہے۔فللہ الحمد والمنۃ)

اور میں نے نہیں دیکھا کہ ان میں سے کسی نے بیمار کو شفاء دی ہو اور پیاسے کو سیراب کیا ہو، سو ہم ملخصا اللہ تعالیٰ کی توفیق اور اس کی مدد سے کہتے ہیں کہ دل کے ساتھ تصدیق کرنا اور زبان کے ساتھ اقرار کرنا اصل ایمان ہے لیکن کامل اور تام ایمان وہ ہے جس میں یہ تین چیزیں ہوں۔

(۱) تصدیق (بالقلب)

(۲) اقرار (باللسان)

(۳) عمل (بالارکان)

پہلی قسم: (تصدیق بالقلب کے لحاظ سے ایمان کی اقسام)

یہ قسم "اعتقادیات" کی طرف راجع ہے اور یہ تیس شعبوں کی طرف منقسم ہے۔

۱۔اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا۔اور اسی قسم میں اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات اور اس کی توحید بایں طور کہ اس کی مثل کوئی شی نہیں ہے پر ایمان لانا بھی داخل ہے۔

۲۔اللہ تعالیٰ کے ماسوا ہر چیز کے حادث ہونے کا اعتقاد رکھنا

۳۔اللہ تعالیٰ کے فرشتوں پر ایمان لانا

۴۔اللہ تعالیٰ کی کتابوں پر ایمان لانا

۵۔اللہ تعالیٰ کے تمام رسولوں پر ایمان لانا

۶۔ہر خیر اور شر کو اللہ تعالیٰ کی تقدیر کے ساتھ وابستہ ماننا

۷۔آخرت کے دن پر ایمان لانا۔قبر کے سوال، قبر کا عذاب، مرنے کے بعد اٹھنا، میدان محشر میں جمع ہونا، حساب وکتاب، میزان اور پل صراط ان سب چیزوں پر ایمان لانا اسی قسم میں داخل ہے۔

۸۔جنت کے پختہ وعدے اور جنت میں ہمیشہ رہنے پر ایمان لانا

۹۔جہنم کی وعید اور اسکے عذاب پر اور اسکے فنا نہ ہونے پر ایمان لانا

۱۰۔اللہ تعالیٰ کی محبت پر ایمان لانا

۱۱۔اللہ تعالیٰ کے لیے محبت اور اللہ تعالیٰ کے لیے بغض رکھنا۔مہاجرین وانصار صحابہ کرام علیہم الرضوان اور آل رسول ﷺ سے محبت بھی اسی قسم میں داخل ہے۔

۱۲۔نبی اکرم ﷺ سے محبت پر ایمان لانا۔آپ ﷺ پر درود وسلام پڑھنا اور آپ ﷺ کی سنتوں کی پیروی کرنا بھی اسی قسم میں داخل ہے۔

۱۳۔اخلاص۔ریاکاری اور منافقت کو ترک کرنا بھی اسی قسم میں داخل ہے۔

۱۴۔توبہ کرنا اور پشیمان ہونا

۱۵۔اللہ تعالیٰ سے ڈرنا

۱۶۔اللہ تعالیٰ سے امید رکھنا

۱۷۔مایوسی اور ناامیدی کو ترک کرنا

۱۸۔اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا

۱۹۔وعدہ پورا کرنا

۲۰۔مصیبتوں پر صبر کرنا

۲۱۔عاجزی کرنا۔بڑوں کی تعظیم کرنا بھی اسی قسم میں داخل ہے۔

۲۲۔رحمت وشفقت کرنا۔چھوٹوں پر شفقت کرنا بھی اسی قسم میں داخل ہے۔

۲۳۔اللہ تعالیٰ کی تقدیر پر راضی رہنا

۲۴۔توکل کرنا

۲۵۔تکبر اور خود پسندی کو ترک کرنا۔اپنے آپ کی تعریف اور اپنے تزکیہ کو ترک کرنا بھی اسی قسم میں داخل ہے۔

۲۶۔حسد کو ترک کرنا

۲۷۔کینہ اور بغض کو ترک کرنا

۲۸۔غصہ کو ترک کرنا

۲۹۔ملاوٹ کو ترک کرنا۔بدظنی اور دھوکہ دہی کو ترک کرنا بھی اسی قسم میں داخل ہے۔

۳۰۔دنیا کی محبت کو ترک کرنا۔مال وجاہ کی محبت کو ترک کرنا بھی اسی قسم میں داخل ہے۔

اے مخاطب پس جب تم دل کے اعمال مثلاً فضائل ورذائل میں سے کسی کو ظاہری لحاظ سے ذکر کردہ چیزوں سے خارج پاؤ تو وہ حقیقت میں ان فصول میں سے کسی فصل میں داخل ہے غور وفکر کے وقت وہ ظاہر ہو جائے گی۔

دوسری قسم:

یہ قسم زبان کے عمل کی طرف راجع ہے اور اس کے سات شعبہ جات ہیں۔

۱۔توحید (ورسالت) کا اقرار کرنا

۲۔قرآن مجید کی تلاوت کرنا

۳۔علم دین حاصل کرنا

۴۔علم دین سکھانا

۵۔دعا کرنا

۶۔ذکر کرنا۔اللہ تعالی سے گناہوں کی بخشش طلب کرنا بھی اسی قسم میں داخل ہے۔

۷۔بیہودہ باتوں سے اجتناب کرنا

تیسری قسم:

یہ قسم اعمال بدن کی طرف راجع ہے اور اس کے چالیس شعبہ جات ہیں۔اور یہ تین قسم پر ہیں۔

قسم اول: وہ شعبہ جات جو اعیان کے ساتھ مختص ہیں اور یہ سولہ شعبے ہیں۔

۱۔طہارت حاصل کرنا۔بدن، کپڑے اور جگہ کی طہارت بھی اسی قسم میں داخل ہے، حدث سے وضو کرنا، جنابت سے غسل کرنا اور حیض ونفاس کے ختم ہونے کے بعد غسل کرنا یہ سب طہارت بدن میں داخل ہیں۔

۲۔نماز قائم کرنا۔فرائض، نوافل اور قضاء نمازوں کا پڑھنا بھی اسی قسم میں داخل ہے۔

۳۔زکوۃ ادا کرنا۔نفلی صدقات اور صدقہ فطر بھی اسی قسم میں داخل ہے۔نیز سخاوت کرنا، کھانا کھلانا اور مہمانوں کی مہمان نوازی کرنا بھی اسی قسم میں داخل ہے۔

۴۔فرض اور نفل روزے رکھنا

۵۔حج کرنا۔عمرہ کرنا بھی اسی قسم میں داخل ہے۔

۶۔اعتکاف میں بیٹھنا۔لیلۃ القدر کو تلاش کرنا بھی اسی قسم میں داخل ہے۔

۷۔دین بچانے کے لیے بیابان کی طرف بھاگنا۔دارالشرک سے ہجرت کرنا بھی اسی قسم میں داخل ہے۔

۸۔نذر پوری کرنا

۹۔قسم پوری کرنا

۱۰۔کفارہ ادا کرنا

۱۱۔نماز اور نماز کے علاوہ میں شرمگاہ کو چھپانا

۱۲۔قربانی ذبح کرنا، اگر قربانیاں نذر کی ہوں تو اس نذر کو پورا کرنا

۱۳۔ جنازوں کے تمام معاملات (غسل، کفن، دفن، نماز جنازہ) کو سرانجام دینا

۱۴۔ قرض ادا کرنا

۱۵۔ معاملات میں سچ بولنا اور ریاکاری سے اجتناب کرنا

۱۶۔ سچی گواہی دینا اور گواہی چھپانے سے اجتناب کرنا

دوسری قسم:

وہ شعبہ جات جو اتباع کے ساتھ مختص ہیں۔ یہ چھ شعبے ہیں

۱۔ نکاح کے ذریعے پاک دامنی حاصل کرنا

۲۔ اہل وعیال کے حقوق ادا کرنا۔ خادموں اور نوکروں کے ساتھ نرمی برتنا بھی اسی قسم میں داخل ہے۔

۳۔ والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنا۔ والدین کی نافرمانی سے اجتناب کرنا بھی اسی قسم میں داخل ہے

۴۔ اولاد کی تربیت کرنا۔

۵۔ صلہ رحمی کرنا۔

۶۔ موالیوں کی اطاعت کرنا۔

تیسری قسم:

وہ شعبہ جات جو عوام کے ساتھ مختص ہیں۔ یہ اٹھارہ شعبے ہیں

۱۔ عدل وانصاف کے ساتھ حکومت کرنا

۲۔ جماعت کی پیروی کرنا

۳۔ حکمرانوں کی اطاعت کرنا

۴۔ لوگوں کے درمیان صلح کروانا۔ خارجیوں اور باغیوں سے قتال کرنا بھی اسی قسم میں داخل ہے۔

۵۔ نیکی کے کام میں مدد کرنا

۶۔ نیکی کا حکم دینا اور برائی سے منع کرنا

۷۔ حدود قائم کرنا

۸۔ جہاد کرنا۔ سرحدوں کی حفاظت کرنا بھی اسی قسم میں داخل ہے۔

۹۔ امانت ادا کرنا۔ خمس ادا کرنا بھی اسی قسم میں داخل ہے۔

۱۰۔ قرض پورا پورا اور وقت پر ادا کرنا

۱۱۔ پڑوسی کی عزت کرنا (یعنی اس کے حقوق ادا کرنا)

۱۲۔ معاملات کو احسن طریقہ سے نبھانا۔ حلال کمائی سے مال اکٹھا کرنا بھی اسی قسم میں داخل ہے۔

۱۳۔ مال کو جائز طریقہ سے خرچ کرنا۔ کنجوسی اور فضول خرچی کو ترک کرنا بھی اسی قسم میں داخل ہے۔

۱۴۔ سلام کا جواب دینا۔

۱۵۔ چھینک کا جواب دینا۔

۱۶۔ لوگوں کو اپنے ضرر سے محفوظ رکھنا۔

۱۷۔ لھو ولعب سے پرہیز کرنا

۱۸۔ راستہ سے تکلیف دہ چیز کو دور کرنا

یہ کل ستتر شعبہ جات ہیں۔

سوالات وجوابات:۔

پہلا سوال:

حیاء کو ایمان کا حصہ کیوں قرار دیا گیا؟

جواب:

اس لیے کہ حیاء انسان کو اچھے افعال کرنے اور معاصی نہ کرنے پر ابھارتا ہے۔ لیکن یہ بسا اوقات باقی نیک

اعمال کی طرح قصد واختیار کے ساتھ حاصل ہوتا ہے، اور بسا اوقات بلا قصد واختیار حاصل ہوتا ہے۔
لیکن شریعت کے قانون پر اس کا استعمال اکتساب ونیت کی طرف محتاج ہوتا ہے اسی وجہ سے یہ ایمان کا حصہ ہے۔

دوسرا سوال:

حدیث مبارک میں آیا ہے کہ حیاء خیر ہی خیر لاتا ہے اور دوسری حدیث میں ہے کہ حیاء سارے کا سارا خیر ہے، تو صاحب حیاء آدمی کبھی کبھی حق بیان کرنے سے بھی حیاء کر جاتا ہے تو وہ امر بالمعروف ونھی عن المنکر کو ترک کر دیتا ہے تو پھر یہ ایمان کا حصہ کیسے رہا؟

جواب:

یہ حقیقتاً حیاء نہیں ہے بلکہ یہ تو عجز وناہمتی اور بزدلی ہے اسے حیاء کا نام بعض اہل عرف کے اطلاق کی وجہ سے دیا گیا ہے کیونکہ وہ مجازاً حیاء حقیقی کے مشابہ ہونے کی وجہ سے اس پر حیاء کا اطلاق کر دیتے ہیں۔

حیاء کی حقیقت:

حیاء ایسا خلق ہے جو آدمی کو قبیح کے اجتناب پر ابھارتا ہے اور حقدار کا حق وغیرہ ادا کرنے میں تقصیر سے روکتا ہے۔ سب سے زیادہ جس سے حیاء کرنے چاہیے وہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ جن کاموں سے اللہ تعالیٰ نے تمہیں منع کیا ہے وہ کام کرتا ہوا تمہیں نہ دیکھے (یعنی تم وہ کام نہ کرو) اور یہ بلاشبہ معرفت اور مراقبہ سے ہوگا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے درج ذیل فرمان سے مراد بھی یہی ہے کہ ''تم اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طرح کرو گویا تم اسے دیکھ رہے ہو پس اگر تم اللہ تعالیٰ کو نہ دیکھ پاؤ تو یہ یقین رکھو کہ وہ تم کو دیکھ رہا ہے''
امام ترمذی (اپنی سند کے ساتھ) حضور ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ ''آپ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے ایسے حیاء کرو جیسے حیاء کرنے حق ہے'' صحابہ کرام نے عرض کیا بحمد اللہ ہم حیاء کرتے ہیں۔ ارشاد فرمایا: یہ حق الحیاء نہیں ہے لیکن اللہ تعالیٰ سے حیاء کرنا جس طرح حیاء کرنے کا حق ہے وہ یہ ہے کہ تم سر اور اس کے نیچے کے اعضاء اور پیٹ اور اس کے نیچے کے اعضاء کی (گناہوں کے ارتکاب سے) حفاظت کرو اور تم موت اور جسم کے بوسیدہ ہونے کو یاد کرو سو جس

شخص نے یہ عمل کیا اس نے اللہ تعالیٰ سے اس طرح حیاء کیا جس طرح حیاء کرنے کا حق ہے۔ حضرت جنید بغدادی رحمہ اللہ نے کہا: نعمتوں کو دیکھنا اور کوتاہیوں کو دیکھنا، ان دو چیزوں کے درمیان جو حالت متولد ہوتی ہے اسے حیاء کہتے ہیں

تیسرا سوال:

ایمان کے تمام شعبہ جات میں سے صرف حیاء کا خاص طور پر ذکر کیوں کیا گیا ہے؟

جواب:

اس لیے کہ یہ باقی شعبہ جات کی طرف داعی (بلانے والا) کی طرح ہے، کیونکہ حیاء والا شخص دنیا کی رسوائی اور آخرت کی ہولناکی سے خوف رکھے گا تو معاصی کے ارتکاب سے باز رہے گا اور تمام طاعات کو بجالائے گا۔
امام طیبی رحمہ اللہ نے کہا: حیاء کے جملہ شعبہ جات میں داخل ہونے کے بعد اسے الگ طور پر ذکر کرنے کا معنی یہ ہے کہ گویا آپ فرمارہے ہیں کہ ''حیاء کے تمام شعبہ جات میں یہ ایک شعبہ ہے (اور اس ایک پر انسان کا عمل پیرا ہونا نہایت مشکل ہے) تو کیا انسان اس کے تمام شعبہ جات کو شمار کر سکتا ہے؟ (یعنی تمام شعبہ جات پر عمل پیرا ہو سکتا ہے؟) ہرگز نہیں سمندر کو چلو میں نہیں بھرا جاسکتا۔

(عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری، ج:۱، ص:۲۰۲ تا ۲۱۴ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان)

دوسرا نسخہ:

(عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری، ج:۱، ص:۱۲۱ تا ۱۳۰ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ قاہرہ)

تیسرا نسخہ:

(عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری ج:۱۔ص:۱۲۱ تا ۱۳۰ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

اختتامی کلمات:

اے میرے بھائی ہم نے بطور حصول برکت ایک حدیث مبارک کا ترجمہ بمع ترجمہ شرح ذکر کیا ہے ذرا غور فرما

اس مبارک کتاب میں شرح حدیث کا سلسلہ کتنا طویل ہے؟ ہم نے تقریبا درمیانی قسم کی ایک حدیث مبارک کی شرح کا ترجمہ کیا ہے۔

علامہ بدرالدین عینی رحمہ اللہ کی ذات مبارکہ علمی میدان میں نہایت وسیع وعریض ہے۔ جسے کوئی شک وشبہ ہو وہ اس شرح کا مطالعہ کر کے دیکھ لے انشاء اللہ اس شرح کو ایسا سمندر پائے گا جس کا کوئی ساحل نہیں ہے اور اس کے تمام شکوک وشبہات دور ہو جائیں گے لیکن عناد اور تحکم کا کوئی علاج نہیں ہے۔ میں آخر میں یہ بھی عرض کرنا چاہتا ہوں کہ شیخ الاسلام حافظ العصر ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ کی شرح مبارک ''فتح الباری شرح صحیح البخاری'' بھی نہایت عمدہ ہے۔ دورا ن مطالعہ ایسا لگتا ہے یہ دونوں شارح علمی میدان میں ایک دوسرے سے آگے بڑھتے جا رہے ہیں، کبھی صاحب ''فتح الباری'' آگے بڑھ جاتے ہیں اور کبھی صاحب ''عمدۃ القاری'' آگے بڑھ جاتے ہیں۔ سچ فرمایا: حاجی خلیفہ رحمہ اللہ نے کہ بخاری شریف کی جامع شرح اس امت کے علماء پر قرض تھی، صاحب ''عمدۃ القاری'' اور صاحب ''فتح البا ری'' رحمہما اللہ نے یہ قرض ادا کر دیا ہے۔

اللہ رب العزت ان دونوں بزرگوں کے بالخصوص اور دیگر شراح بخاری اور تمام علماء اہل سنت کے بالعموم درجات بلند سے بلند فرمائے۔ آمین۔

اور مجھ ناکارہ کو اپنے اسلاف کے نقش قدم پر چلنے اور ان سے فیض یاب ہونے کی توفیق نصیب فرمائے اور اللہ تعالیٰ میری اس کاوش کو اپنی بلند بارگاہ میں قبول فرما کے قبر وحشر میں میرے لیے ذریعہ نجات بنائے اور اس کتاب کو ہر قسم کے حاسدین کے حسد سے محفوظ فرمائے۔

آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ و علی آلہ واصحابہ وازواجہ وذریاتہ وعلماء امتہ واولیاء ملتہ اجمعین۔

تمت بالخیر

بروز جمعۃ المبارک بوقت بعد از نماز عصر ۶:۰۳

سات شوال المکرم ۱۴۳۶ھ بمطابق ۲۴ جولائی ۲۰۱۵ء۔

وانا العبد الفقیر الی اللہ الغنی محمد اللہ بخش التونسوی القادری

غفر اللہ لہ و لوالدیہ و لمشائخہ اجمعین۔

المدرس بالجامعۃ النظامیۃ الرضویۃ لاہور

مصادر و مراجع:

مصادر ومراجع:

۱۔انباء الغمر بابناء العمر: حافظ ابن حجر عسقلانی مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

۲۔انتقاض الاعتراض: حافظ ابن حجر عسقلانی مطبوعہ مکتبۃ الرشد الریاض

۳۔ابن حجر و مصادرہ فی الاصابۃ: شاکر محمود عبدالمنعم مطبوعہ دار الرسالہ بغداد

۴۔بدائع الزھور فی وقائع الدھور: محمد بن ایاس حنفی مطبوعہ جمعیۃ المستشرقین الالمانیۃ

۵۔البدر الطالع بمحاسن من بعد القرن السابع: قاضی شوکانی مطبوعہ مطبعۃ السعادۃ قاھرہ مصر

۶۔بدر الدین العینی واثرہ فی علم الحدیث: ڈاکٹر صالح یوسف معتوق مطبوعہ دار البشائر الاسلامیۃ بیروت

۷۔البدر العینی وجھودہ فی علوم الحدیث وعلوم اللغۃ: ڈاکٹر انی ھند محمود بحلول مطبوعہ دار النوادر بیروت

۸۔بغیۃ الوعاۃ فی طبقات اللغویین والنحاۃ: امام جلال الدین سیوطی مطبوعہ مطبعۃ عیسیٰ البابی الحلبی قاھرہ مصر

۹۔البنایہ فی شرح الھدایۃ: قاضی بدر الدین عینی مطبوعہ مکتبہ حقانیہ ملتان پاکستان

۱۰۔تاج التراجم فی طبقات الحنفیۃ: قاسم بن قطلو بغا حنفی مطبوعہ دار القلم دمشق

۱۱۔تاریخ الادب العربی: کارل بروکلمان مطبوعہ دار المعارف مصر

۱۲۔التبر المسبوک فی ذیل السلوک: امام شمس الدین سخاوی مطبوعہ مکتبۃ الکلیات الازھریۃ قاھرہ مصر

۱۳۔تکمیل الاطراف بمعرفۃ الاشراف: بدر الدین عینی (مخطوط، ترکی، نمبر ۳۸۷)

۱۴۔الجواھر المضیۃ فی طبقات الحنفیۃ: عبدالقادر قرشی مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان

۱۵۔حسن المحاضرۃ فی اخبار مصر والقاھرۃ: امام جلال الدین سیوطی مطبوعہ دار احیاء الکتب العربیۃ قاھرہ مصر

۱۶۔الدرر الکامنۃ باعیان المئۃ الثامنۃ: حافظ ابن حجر عسقلانی مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

۱۷۔الذیل علیٰ رفع الاصر: امام شمس الدین سخاوی الدار المصریۃ للتالیف والترجمۃ مصر

۱۸۔ الرد الوافر علی من زعم ان من قال ان ابن تیمیۃ شیخ الاسلام فھو کافر: ناصر الدین دمشقی مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت

۱۹۔ الرسالۃ المستطرفۃ لبیان مشہور کتب السنۃ المشرفۃ: محمد جعفر کتانی دار الکتب العلمیہ بیروت

۲۰۔ رفع الاصر عن قضاۃ مصر: ابن حجر عسقلانی مطبوعہ الھیئۃ العامۃ قاھرہ مصر

۲۱۔ الروض الزاھر فی سیرۃ الملک الظاھر ططر: بدر الدین عینی مطبوعہ مطبعہ دار الانوار قاھرہ مصر

۲۲۔ روضات الجنات فی احوال العلماء والسادات: محمد باقر شیعہ مطبوعہ مکتبہ اسماعیلیان قم ایران

۲۳۔ السلوک لمعرفۃ دول الملوک: تقی الدین مقریزی مطبوعہ مطبعہ دار الکتب

۲۴۔ شذرات الذھب فی اخبار من ذھب: ابن العماد حنبلی مطبوعہ دار ابن کثیر دمشق

۲۵۔ شرح سنن ابی داود: امام بدر الدین عینی مطبوعہ مکتبۃ الرشد الریاض

۲۶۔ الضوء اللامع لاھل القرن التاسع: شمس الدین سخاوی مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان

۲۷۔ الطبقات السنیۃ فی تراجم الحنفیۃ: تقی الدین تمیمی مطبوعہ منشورات المجلس الاعلی قاھرہ مصر

۲۸۔ الطبقات الکبریٰ: سیدی عبد الوھاب شعرانی مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان

۲۹۔ عقد الجمان فی تاریخ الزمان: امام بدر الدین عینی مخطوط دار الکتب المصریہ نمبر ۸۲۰۳

۳۰۔ العلم الھیب فی شرح الکلم الطیب: امام بدر الدین عینی مطبوعہ مکتبۃ الرشد الریاض

۳۱۔ عمدۃ القاری فی شرح صحیح البخاری: امام بدر الدین عینی مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان

۳۲۔ غایۃ الامانی فی الرد علی النبھانی: ابو المعالی شافعی سلامی

۳۳۔ فتح الباری فی شرح صحیح البخاری: حافظ ابن حجر عسقلانی مطبوعہ دار طیبہ الریاض سعودی عرب

۳۴۔ الفوائد البھیۃ فی تراجم الحنفیۃ: عبد الحی لکھنوی مطبوعہ مکتبۃ الخانجی قاھرہ مصر (ومکتبہ دار ارقم بیروت)

۳۵۔ قضاۃ دمشق: ابن طولون مطبوعہ مطبوعات المجمع العلمی العربی دمشق

۳۶۔ کشف الظنون عن اسامی الکتب والفنون: حاجی خلیفہ مطبوعہ مکتبۃ المثنی بغداد

۳۷۔ کشف القناع المرنی عن مھمات الاسامی والکنی: امام بدر الدین عینی مخطوط مکتبۃ الظاھریہ نمبر ۷۸۴۱

۳۸۔ الکواکب السائرۃ باعیان المئۃ العاشرۃ: نجم الدین غزی مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان

۳۹۔ مبانی الاخبار فی شرح معانی الآثار: بدر الدین عینی مخطوط دار الکتب المصریہ نمبر ۲۹۸۶۸

۴۰۔ مبتکرات اللآلی والدرر فی المحاکمۃ بین العینی وابن حجر: عبد الرحمان بوصیری مطبوعہ لاہور

۴۱۔ المجمع المؤسس فی المعجم المفھرس: ابن حجر عسقلانی مخطوط المکتبۃ العثمانیۃ مکہ مکرمہ

۴۲۔ معجم المؤلفین: عمر رضا کحالہ مطبوعہ دار احیاء العربی بیروت

۴۳۔ مغانی الاخیار فی رجال شرح معانی الآثار: حافظ بدر الدین عینی مطبوعہ مکتبہ دار الباز مکہ مکرمہ

۴۴۔ المنھل الصافی والمستوفی بعد الوافی: ابن تغری بردی مخطوط المکتبۃ العثمانیۃ مکہ مکرمہ

۴۵۔ النجوم الزاھرۃ فی ملوک مصر والقاھرۃ: ابن تغری بردی مطبوعہ الھیئۃ المصریۃ العامۃ

۴۶۔ نخب الافکار فی تنقیح مبانی الاخبار فی شرح شرح معانی الآثار: بدر الدین عینی مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی

۴۷۔ نعمۃ الباری شرح صحیح البخاری: شیخ الحدیث علامہ غلام رسول سعیدی مطبوعہ فرید بک سٹال وضیاء القرآن لاھور

۴۸۔ نزھۃ النفوس والابدان: علی بن داود صیرفی مطبوعہ مطبعہ دار الکتب

۴۹۔ صحاح ستۃ (بخاری، مسلم، ترمذی، ابوداود، نسائی، ابن ماجہ) مطبوعہ دار السلام الریاض

۵۰۔ مفتاح السعادۃ ومصباح السیادۃ: احمد بن مصطفیٰ المشھور طاش کبریٰ زادہ مطبوعہ دار الکتب الحدیثۃ مصر

سیرتِ خیر الورٰی ﷺ کے انوار و تجلیات

بصورت سوال و جواب

مُصنّف

فضیلۃ الشیخ ڈاکٹر سراج بن عمر حفظہ اللہ تعالیٰ

استاذ مسجد حرام مکہ مکرمہ

مُترجم

علامہ محمد اللہ بخش تونسوی

مدرس جامعہ اسلامیہ لاہور

نظامیہ کتاب گھر

اصول و اقسامِ حدیث پر نہایت جامع کتاب

تشریحات التونسوی علیٰ مقدمة الدهلوی

(شرح مقدمہ مشکوٰۃ)

مترجم و شارح

علامہ اللہ بخش تونسوی

مدرس جامعہ اسلامیہ، لاہور

ناشر: مکتبہ اہلسنّت

جامعہ نظامیہ رضویہ لوہاری دروازہ لاہور

مکہ سنٹر، دوکان نمبر 3 بیسمنٹ، لوئر مال روڈ نزد تھانہ لوئر مال، لاہور

نعمۃ التحریر

مکتبہ اہلسنت

042-37634478, 0300-6246344